خطباتِ طاہریہ - ۲

خواجہ محمد طاہر بخشی نقشبندی مد ظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبات طاہریہ ۲

خطابات حضرت خواجہ محمد طاہر المعروف محبوب سجن سائیں مدظلہ العالی

سجادہ نشین: درگاہ اللہ آباد شریف، کنڈیارو، ضلع نوشہرو فیروز، سندھ

مرتب

محمد جمیل عباسی طاہری

ادارۃ المعرفۃ پبلیکیشنز

درگاہ اللہ آباد شریف، کنڈیارو، ضلع نوشہرو فیروز، سندھ، پاکستان

نام کتاب۔۔۔۔ خطبات طاہریہ۔ ۲

موضوع۔۔۔۔۔ خطابات حضرت خوا جہ محمد طاہر المعروف محبوب سجن سائیں مدظلہ العالی

مرتب۔۔۔۔۔۔ محمد جمیل عباسی طاہری

کمپوزر۔۔۔۔۔۔ محمد زبیر چنہ طاہری

اشاعت اول۔۔۔ نومبر 2008ء

محمد جمیل عباسی طاہری نے ادارۃ المعرفۃ پبلی کیشنز درگاہ اللہ آباد شریف کنڈیارو سے شایع کیا۔

ملنے کا پتا

مولاناعزیزالرحمان طاہری۔۔۔۔ اللہ آباد شریف کنڈیارو

محمد بخش جونیجو طاہری۔۔۔۔۔۔۔۔ کریم جنرل اسٹور نوڈیرو لاڑکانہ

فاروق امان قریشی طاہری۔۔۔۔۔ الاصلاح پبلیکیشنز مارکیٹ روڈ دادو

مولانا محمد ابراہیم طاہری۔۔۔۔۔۔ مرکز اصلاح المسلمین ٹول پلازہ کراچی

مولانا محمد ابراہیم لاسی طاہری۔۔۔۔ اوتھل بلوچستان

محمد حبیب الرحمٰن طاہری۔۔۔۔۔ مرکزروح الاسلام بلال ٹاؤن بیدیاں روڈ لاہور

ویب سائٹ: http://www.islahulmuslimeen.org

فہرست

پیش لفظ

آج جب عالمی حالات کے پیش نظر مسلمان تکالیف کا شکار ہیں اور تعصب و تنگ نظری کا نشانہ بننے کے باوجود تنگ نظری کے طعنے سن رہے ہیں اور مذہبی حوالے سے دیگر مشکلات کا شکار ہیں تو اس تکلیف دہ کیفیت کے باوجود ان کا دین سے تعلق اور لگاؤ گھٹا نہیں بلکہ اس میں اضافہ آیا ہے اور صورتحال بہتر ہوئی ہے۔ پہلے جو مذہب کو اپنے لیے عار سمجھتے تھے آج مذہب کو اپنی شناخت سمجھتے ہوئے اسلام کی تعلیمات حاصل کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ آج کا مسلمان کچھ عرصہ پہلے کی طرح مذہبی معاملات صرف علماء اور مشائخ کے حوالے کرکے علیحدہ نہیں بیٹھ گیا بلکہ خود مذہب کو سمجھنا چاہتا ہے اور اپنے کردار و عمل کو اسلامی قالب میں ڈھالنا چاہتا ہے۔ کسی بھی محفل میں چلے جائیں چاہے وہ مذہبی یا معاشرتی، وہاں موجود ہر شخص اسلام کی تعلیمات کے بارے میں دلچسپی سے سوالات پوچھتا ہے اور سیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اب اس صورتحال میں جب کہ ہر آدمی سیکھنے کی نیت رکھتا ہے، یہ بات فکر انگیز ہے کہ کافی سارے سکھانے والے درحقیقت خود بھی نہیں سیکھے ہوئے۔ وہ اسلام کی حقیقی روح یعنی محبت، اخوت، رواداری کا پیغام پھیلانے کے بجائے اپنے اپنے خیالات و علاقائی رسم و رواج کو سادہ دل مسلمانوں کے سامنے اسلام کے نام پر پیش کررہے ہیں اور ہمارے مسلمان بھائی ان پر یقین رکھتے ہوئے سیدھے راستے سے بھٹک جاتے ہیں۔

اب اس وقت میں ضرورت اس چیز کی ہے کہ اسلام کی حقانی تعلیمات کو سامنے لایا جائے اور رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اخوت بھری سیرت کو نمونہ عمل بنایا جائے جس نے عرب کی تہذیب کو بدل کے رکھ دیا اور جس پہ چلتے ہوئے عرب کے جاہل، اجڈ اور گنوار لوگوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا لقب حاصل کیا اور انہیں وہ شان ملاکہ خدا تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے کہ رضی اللہ عنهم و رضوا عنه۔ (سورۃ التوبۃ 9، آیۃ 100) کہ خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں۔

تو ان صحابہ کی طرز معاشرت کوآج جب ہم ڈھونڈنے نکلتے ہیں تو ہمیں وہ طریقہ صوفیاء کرام اور اولیاء اللہ کے ہاں ملتا ہے۔ آج بھی صوفیاء کرام کی خانقاہیں اور درگاہیں محبت و امن کا درس دینے میں مصروف ہیں اور یہ ایسا اثر پذیر درس ہے جس نے برصغیر پاک و ہند میں اسلام کو عام کردیا۔ تو اسی نظریے کے تحت کہ صوفیاء کرام کے محبت، اخوت، رواداری، کشادہ دلی اور عفو درگذر کا پیغام عام کیا جائے، پھیلایا جائے۔ ادارۃ المعرفۃ وقت کے ولی کامل و صوفی باصفا حضرت خواجہ محمد طاہر المعروف محبوب سجن سائیں مدظلہ العالی کے درس اور خطابات مبارک کو کتابی شکل میں شایع کررہا ہے۔ یہ ان خطابات کا دوسرا حصہ ہے۔ ان خطابات کو چھاپنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ جو حضرت خواجہ محبوب سجن سائیں مدظلہ العالی کا باالمشافہ خطاب سننے کی سہولت نہیں رکھتے تو ان تک آپ کے خطابات بذریعہ کتاب پہنچائے جائیں تاکہ اسلام کو سمجھنے و سیکھنے کا شوق رکھنے والے لوگوں تک اسلام کا صحیح پیغام پہنچایا جاسکے۔ وہی محبت والا پیغام جس کو لے کر رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم عرب سے اٹھے اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کے اس پیغام کو صحابہ کرام، اہل بیت عظام اور اولیاء اللہ و سلف صالحین نے دنیا کے کونے کونے تک پہنچادیا۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں اس پیغام کو سمجھنے، سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مرشد و مربی حضرت خواجہ قیوم زماں محبوب سجن سائیں مدظلہ العالی کے پیغام کو پوری دنیا میں عام کردے۔ آمین

بندہ ناچیز

محمد جمیل عباسی طاہری

معرفت

سالانہ عرس مبارک حضور سوہناسائیں نور اللہ مرقدہ

درگاہ اللہ آباد شریف کنڈیارو 25 نومبر 2007 بروز اتوار۔

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ۔ (سورۃ الحدید 57، آیۃ 4)

صدق اللہ العظیم

فقال اللہ تبارک و تعالیٰ فی شان حبیبہ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

(سورۃ الاحزاب 33، آیۃ 56)

اللّٰھم صلی علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ اٰلہ و اصحابہ اجمعین۔

سامعین کرام!

کبھی ایسے شخص کو آپ نے دیکھا ہے۔ اگر نہیں دیکھا تو اس کے متعلق آپ کیا سوچتے ہیں کہ وہ دریا کے کنارے بیٹھا اور وہ پیاس پیاس پکارتا ہے، کہتا ہے مجھے پیاس لگی ہے۔ کیا خیال ہے آپ کا اس شخص کے متعلق جس کے گھٹنوں کے نیچے سونے کے انبار، خزانہ، چاندی، نقد پیسے سینکڑوں موجود ہیں۔ اور وہ مفلسی کا رونا

روتا ہو کہ میں مفلس ہوں۔ میں قلاش ہوں۔ میں تہہ دست ہوں۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ دوستو کیا ہمارا حال بھی وہ تو نہیں کہ ہم دریائے رحمت کے کنارے موجود ہوں اور یہ بھی شکایت دل میں رکھتے ہوں کہ ہم ابھی تک محروم ہیں اور ہمیں کچھ نہیں مل سکا۔ کیا ہمارا حال بھی اس خزانے والے کی طرح تو نہیں خزانہ اس کے پاس موجود ہے لیکن اس کی توجہ خزانہ کی طرف نہیں ہے اور لوگوں کے ہاتھوں میں موجود دو دو، تین تین روپے یا ٹکے پیسے میں آنکھ لگائے بیٹھا ہے یہ مجھے ملیں گے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اے مجھ سے محبت کرنے والو، میرا نام لینے والو، میرے سامنے سجدہ ریز ہونے والو، میرے لیے اپنے گھروں کو چھوڑ دینے والو کیا تمہیں پتہ ہے یا تمہیں علم ہے کہ میں تم سے دور نہیں ہوں۔ میں تیرے اندر موجود ہوں۔ تیرے ساتھ ہوں۔ تیرے قلب میں، تیری روح میں ہوں۔ تیرے سامنے ہوں اور تو شکایت کرتا کہ مجھے کب وصال ہوگا۔

چو وجين وٹڪار، هِت نہ ڳولهين هوت کي،
لِڪو ڪين لطيف چئي، ٻاروچو ٻئي پار،
ناري نيڻ نِهار، تو ۾ ديرو دوستَ جو.

ادھر ادھر ڈھونڈنے والے، ادھر ادھر ہاتھ مارنے والے، ادھر ادھر تلاش کرنے والے ہمیں مرشد نے سکھایا، ہمیں مرشد نے یہ بتایا ہے دوست کا ڈیرہ تو تیرے دل میں ہے۔ دوست تم سے ایک بالشت کے برابر بھی تم سے دور نہیں ہے۔ تم اوروں کو اپنے قریب سمجھتے ہو، تم اپنے لیڈران کو جو دنیاوی لیڈران ہیں اپنے قریب سمجھتے ہو۔ او بے وقوف تیری سوچ پر صد بار افسوس، ہزار بار افسوس۔ ندامت ہورہی ہے، پشیمانی ہورہی ہے کہ احکم الحاکمین کہتا ہے میں تیرے اندر ہوں اور تو کہتا ہے میرا دوست تو وہ ہے۔ اس سے بڑھ کر کون سی محرومی ہوسکتی ہے۔ میں نہیں کہتا وہ مالک و مختار رب العالمین وہ خود کہتا ہے۔

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۔ (سورۃ ق 50، آیۃ 16)

میں تمہاری شہ رگ جس پر زندگی کی ڈور بندھی ہے، جس پر تمہاری زندگی کا انحصار ہے، اس شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ اللہ کی محبت، اس کا پیار، اسکی شفقت، اپنے بندوں کے ساتھ دیکھو۔ وہ فرماتا ہے میں چاہتا تھا کہ تو مجھے پہچانے۔ میں تو چھپا ہوا خزانہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری یہ خواہش تھی کہ مجھے پہچانا جائے تو میں نے یہ ایک کام کردیا اس وجہ سے کہ میں پہچانا جاؤں گا۔ اس ذریعہ سے میں پہچانا جاؤں گا۔ وہ میں نے یہ کام کیا کہ انسان کو پیدا کردیا۔ انسان کو جو پہچانتا ہے، انسانیت کو جو اپنا لیتا ہے، انسان کا جو احترام کرتا ہے، اسکے حق کی پاسداری کرتا ہے، اس سے پیار کرتا ہے، میں بلا کسی تحمل کے کہتا ہوں، مجھے دلی طور پر اس پر انشراح ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے پیار کرتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صورت کے مطابق تخلیق کیا ہے۔ وہ بصیر ہے انسان کو بصارت عطا فرمائی۔ وہ سمیع ہے انسان کو سماعت عطا فرمائی۔ وہ علیم ہے انسان کو علم عطا فرمایا۔ اللہ عزوجل نے اپنے اوصاف میں سے انسان کو وافر حصہ عطا فرمایاہے۔

تو دوستو! تو آج ہمیں صرف یہی کام کرنا ہے، آج تک ہم ادھر ادھر ڈھونڈتے رہے ہیں کہ کہاں یار کا میلہ ہوگا، کہاں یار سے ملاقات ہوگی، کہاں یار کا قرب نصیب ہوگا، کہاں یار کا حضور ملے گا۔ تو آج ہمیں یہ سبق سیکھ لینا چاہیے کہ یار ہمارے اندر بستا ہے، لیکن یادر رکھو اگر تمہارا گھر ویران ہو، اگر تیرا گھر میلا ہو، اگر تیرے گھر میں گندگی غلاظت کے ڈھیر ہوں، تمہارے گھر کی صفائی نہ ہو، تمہارے گھر میں روشنی نہ ہو، تمہارے گھر میں پاکائی نہ ہو، تو دوستو کون ہے وہ شخص جو ایسے ویران، ایسے خراب، ایسے گندے گھر میں داخل ہونا چاہے گا۔ کبھی بھی نہیں۔ جب تو خود ایک ویرانے ایک گندے اور گند سے بھرے ہوئے گھر میں داخل ہونا نہیں چاہتے تو پھر تیرے دل میں جس کو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یہ میرا گھر ہے کیسے توقع کرتے ہو کہ ایسے دل میں اللہ بھی داخل ہوگا۔ جیسے تم اپنے گھر کو صاف کرتے ہو، جیسے تم گھر کو پاک بناتے ہو، اس کو جھاڑو لگاتے ہو، اسکی صفائی کے لیے نوکر مقرر کرتے ہو، دن رات اس کی صفائی کرتے ہیں تو دوست اپنے دل کو بھی پاک بناؤ۔ اگر واقعی تمہیں سچی محبت ہے اس رب سے۔ جب یہ تیرا دل پاک ہوگا، جب یہ دل صاف

ہوگا، کس چیز سے؟ مال کی محبت سے، دنیا کے حرص سے۔ اور ہمارا حال یہ ہے کہ خواہشات کا قلعہ موجود ہے دل میں۔ دنیا کے دیوانے ہوگئے ہیں۔ ہر حال میں ہمیں دولت ملے۔ ہر حال میں ہمیں پیسے ملیں چاہے جائز ہوں یا ناجائز۔ چاہے حلال ہوں یا حرام۔ اگر محنت سے نہیں تو زبردستی سے، کسی اور کا حق مارتے ہوئے۔ یہ دیوانگی اور یہ بے وقوفی، یہ بے صبری بتاتی ہے کہ ہم دنیا کی محبت میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ اور یہی رکاوٹ بن گئی ہے ہمارے اور اللہ کے درمیان۔ اس دل کو ان سب تعلقات سے، اس دل کو ان سب خرابیوں سے پاک اور صاف کرنا ہوگا۔ اسی مقصد کے لیے یہ صحبتیں ہیں۔ اسی مقصد کے لیے یہ محفلیں ہیں، اسی مقصد کے لیے یہ ذکر ہیں، اسی مقصد کے لیے یہ خانقاہیں ہیں، اس کے علاوہ انکا اور کوئی مقصد نہیں۔

دوستو! حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ وہ گذر رہے تھے گلی سے۔ وہاں ایک کتا بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے اپنے کپڑوں کو بچایا۔ کتے نے ان کے ساتھ زبان حال سے کلام کیا اور کہنے لگا سلطان العارفین تم اپنے کپڑوں کو ناپاک ہونے سے بچانا چاہتے ہو، لیکن اگر میرے جسم سے کپڑا مس بھی ہوجائے تو صرف تین بار دھونے سے یہ کپڑا پاک ہوجاتا ہے لیکن جو تیرے اندر احساس برتری پیدا ہوا۔ جو تمہارے دل میں بڑے پن کا احساس اوروں کی حقارت کا احساس پیدا ہوا یہ تو ایسی خرابی دل میں پیدا ہوگئی کہ سات سمندروں سے بھی دھوؤ گے تو یہ دور نہیں ہوگی۔ پھر انکو وہ کہنے لگا، سعدی فرماتے کہ، میں ایک کتا ہوکر بھی خدا پر توکل رکھتا ہوں، جو ہڈی جس روز مل جاتی ہے اسی سے پیٹ بھرلیتا ہوں، کل کے لیے اس کو بچاکر نہیں رکھتا۔ لیکن بایزید تو سلطان العارفین ہے اور گھر میں تم نے گندم کا ذخیرہ بھی رکھا ہے۔ کیا تمہارا اللہ پر بھروسہ نہیں۔ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور انہوں نے فرمایا صد بار افسوس میں تو یہ توقع رکھتا تھا کہ قیامت کے دن میں نیک لوگوں کے ساتھ رہوں گا، انکی ہم نشینی میں رہوں گا اور میں اللہ کے قرب اور حضور میں رہوں گا، اللہ کی ہم نشینی کا مقام پاؤں گا۔ لیکن بایزید تیرا تو وہ حال ہے کہ تجھے اپنی صحبت کے لیے کتا بھی قبول نہیں کررہا ہے اپنی یارانی کے لیے کتا بھی تجھے پسند نہیں کررہا ہے۔

ازاں بر ملائک شرف داشتند

کہ خود را بسگ بد بپنداشتند

اس لیے تو ان کا مقام بڑھ گیا۔ ملائکوں سے بھی بلند، فرشتوں سے بھی بلند۔ سب سے، سب انسانوں سے بلند ہوگئے۔ جو انسان انبیاء، صحابہ اور ائمہ کے بعد ہیں اولیاء نے ان سے زیادہ بلند مقام حاصل کیا۔ محض اس لیے کہ وہ اپنے آپ کو کتے سے بھی بہتر نہیں سمجھتے تھے۔ تو دوستو اللہ تعالیٰ کا حضور اس کی موجودگی دل میں ہوتی ہے۔

ناري نيٽ نِهار، تو ۾ ديرو دوستَ جو.

اپنی دل کی طرف توجہ کرنے کے لیے، اپنے قلب کو غفلت سے بیدار کرنے کے لیے ذکر ہے۔ یہ ذکر شروع کرو۔ تمھیں اللہ کا وصال ملے گا اور دوست کا جب وصال مل گیا تو پھر دنیا میں بھی کامیاب، ہر میدان میں تم کامیاب ہوجاؤ گے۔ وہ کہتے ہیں جب بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے عاشقوں نے بتایا کہ ان کے خادم کے بارے میں کہ جب ان کا وصال ہوگیا قبر میں لایا گیا اور فرشتوں نے پوچھا کہ تیرا رب کون ہے تو وہ کہنے لگے جس رب کا نام میں شروع دن سے لیکر آج تک دل میں سنبھالے بیٹھا ہوں تم مجھے یاد دلاؤ گے؟ کہا تم مجھ سے پوچھو گے کہ تمہارا رب کون ہے؟ اس کی یاد، اسکی محبت میرے رگ و پے میں سرایت کرچکی ہے۔ دوستو! وہ فرمانے لگے کہ میں تو یہاں آیا ہوں کہ مجھے یہ بتاؤ دیدار الٰہی کب ملے گا؟ میں اس کے دیدار اور اسکی محبت اور اسکے عشق میں یہاں آیا ہوں۔ اسکی محبت اور اسکی تلاش میں یہاں پہنچا ہوں کہ یہاں اگر موت بھی مجھے ملی ہے تو وہ بھی میرے لیے اعزاز ہے۔ میں تو دیدار الٰہی کا متلاشی ہوں۔ تو دوستو ایسی محبت، ایسی یاد ہمارے دل میں ہو۔ جب ہم مرنے کے بعد قبر میں جائیں فرشتے اللہ کا نام لیں تو ہماری زبان تو کیا ہمارا دل گواہی دے رہا ہو، ہمارا بال بال گواہی دے رہا ہو اللہ اللہ اللہ اللہ۔ صرف زبان ہی نہیں پورے جسم سے روئیں روئیں سے اللہ کا نام بلند ہورہا ہو۔ اور پھر ایسے شخص کے لیے آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم انہیں اپنا دیدار عطا فرمائیں گے۔ اپنے قرب سے، اپنی شفقت سے، اپنے حضور سے ان کو نوازیں

گے۔ تو آج ہم اسی مقصد کے لیے یہاں آئے ہیں۔ اسی یاد الٰہی کو اپنے دل میں روشن کریں۔ دل میں جب اللہ کی یاد آجائے گی، اللہ کی محبت آجائے گی تو اللہ سے بھی پیار ہوگا، خدا کے بندوں سے بھی پیار ہوگا۔ جب اللہ کی مخلوق سے تم پیار کروگے تو اللہ تم سے محبت کرے گا۔ وہ کہتے ہیں ایک عاشق کہتا ہے کہ یارب العالمین جب قیامت کا دن ہوگا تو میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوجاؤں گا۔ یا رب العالمین تیرے نور کی تلوار میرے ہاتھ میں ہوگی اور جتنے بھی تیرے بندے آئیں گے انکو ڈراؤں گا۔ ان کو بھگاؤں گا کہ جہنم کی طرف نہ آئیں۔ سب جنت میں چلے جائیں۔ اللہ کے بندوں کا مخلوق سے اتنا پیار ہے وہ کہتے ہیں میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوجاؤں گا، تیرے نور کے خنجر سے ان کو ڈراؤں گا، بھگاؤں گا کہ ادھر نہیں جنت میں جاؤ۔ اس کا مفہوم کیا ہے کہ ہم اپنے آپ کو خود جہنم میں ڈال رہے ہیں۔ دوستو جہنم کیا ہے؟ عذاب کیا ہے؟ اگر تم جہنم اور عذاب کے بارے میں پوچھتے ہو تو عاشق کہتا ہے کہ جہنم اور عذاب آگ کا نام تو نہیں، یہ تو یار کی ناراضگی کا نام ہے۔ جہنم اور کچھ بھی عذاب نہیں، اگر کوئی عذاب ہے تو وہ محبوب حقیقی کی ناراضگی کا نام ہے۔ عاشق کہتا ہے کہ اگر تم آگ ڈھونڈنا چاہتے ہو تو جہنم میں مت ڈھونڈو، تم عاشقوں کی دلوں میں تلاش کرو وہ آگ تمہیں عاشقوں کی دلوں میں نظر آئے گی۔ وہ عشق اور محبت کی آگ۔ کہتے ہیں، اس آگ کا مقابلہ جہنم کی آگ بھی نہیں کرسکتی۔ وہ عاشق کا قول نہیں بلکہ حدیث کے الفاظ ہیں۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب خدا کا عارف جہنم کے اوپر سے گذرے گا تو وہ جہنم بھی چیخے گا۔ وہ جہنم بھی پریشان ہوجائے گا، وہ بارگاہ الٰہی میں عرض کرے گا کہ یہ کیسا بندہ آگیا ہے کہ جسکی نورانیت، جس کی رحمت میری آگ پر غالب آرہی ہے۔ جہنم کہے گا

رح رح یا مؤمن اطفأ نورك ناری

تیری جو یہ محبت اور عشق والی آگ ہے وہ میری آگ کو ٹھنڈا بنارہی ہے۔ تم گذر جاؤ۔ تو اصل آگ جو ہوتی ہے وہ عشق کی آگ ہے۔ تو ڈرنا جہنم سے نہیں بلکہ اللہ کی ناراضگی سے ڈرنا چاہیے۔ بلکہ یہاں تک وہ عاشق کہتے ہیں کہ یا رب العالمین مخلوق کو جہنم میں ڈالنے کے بجائے مجھ کو ڈالدے۔ جیسے کہ ابوالحسن خرقانی

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تیار ہوں یا رب العالمین مجھے جہنم میں ڈال دیا جائے اور تیری ساری مخلوق آرام میں رہے۔ ایک مست محبت والا ہے۔ میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا، چند دنوں کی بات ہے۔ وہ قرب و جوارمیں رہتا ہے۔ وہ جب گفتگو کرتا ہے اس کو خود بھی پتہ نہیں ہوتا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ اس کی گفتگو سن کر میں بھی لرز گیا تھا۔ وہ مجھے کہنے لگا کہ اپنے ساتھ رکھنا ہے۔ میں نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس نے کہا اگر جنت میں جاؤ پھر بھی ساتھ رکھنا ہے اگر جہنم میں جاؤ پھر بھی ساتھ رکھنا ہے۔ میں لرز گیا، میں کانپ گیا۔ اس کو جہنم سے ڈر نہیں لگتا۔ کہتا ہے اگر جہنم میں جاؤ پھر بھی ساتھ لے جانا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اتنی گہری بات اس دوست نے کہی تھی اسکی بات کو میں اس لمحے نہیں سمجھ سکا۔ میں سوچتا رہا سوچتا رہا یہ کیا کہہ رہا ہے۔ پھر مجھے وہ حدیث یاد آئی کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ سے محبت کرنے والوں سے جہنم بھی پناہ مانگتا ہے۔ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔ میں تو سراپا تقصیر ہوں۔ میں تو عیبوں میں بھرا ہوا ہوں۔ میں تو گنہگارہوں۔ یہ تو اس دوست کا حسن ظن تھا میرے اندر حالانکہ من آنم کہ من دانم۔

میں جو کچھ ہوں میں جانتا ہوں۔ تو دوستو جہنم سے ڈرنے کے بجائے یار کی ناراضگی کا خوف تمہارے دل میں ہونا چاہیے۔ موت اسی چیز کا نام ہے کہ جب یار چہرہ پھیرلے۔ اگر یار راضی ہے تو موت کچھ بھی نہیں۔ موت تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ تم موت کے بعد بھی زندہ ہو۔ جب تم قبروں میں جاتے ہو اس وقت بھی زندہ ہو۔

مرٹا اڳي جي مئا، سي مري ٿيا نہ مات.

عشق کے خنجر سے جن کو قتل کردیا گیا۔ محبت کی تلوار سے جن کو ریزہ ریزہ کردیا گیا۔ جو دیدار الٰہی کے متلاشی اور طالب ہیں۔ اب یہ موت بھی ان کا بال بیکا نہیں کرسکتا۔

کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

اللہ بھی ہمیں سبق دیتا ہے۔ رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا۔ (سورۃ الاعراف 7، آیۃ 126) اے میرے پروردگار میرے صبر میں زیادتی فرما۔ اللہ دعا میں صبر سکھاتا ہے کہ مجھ سے مانگو کس طرح۔ اللہ تعالیٰ یہ بھی سکھا سکتا تھا کہ تم یہ کہو، مجھ سے مانگو کہ تکلیف میں کمی فرما۔ اللہ فرماتا ہے کہ تم یہ کہو کہ یا رب العالمین میرے صبر میں اضافہ فرما۔ سوچنے کی بات ہے کہ جو کچھ بھی دوست کی طرف سے تیرے ساتھ ہورہا ہے، جو کچھ بھی۔ تم ظلم و ستم سمجھ رہے ہو، جس کو پریشانی اور مصیبت سمجھ رہے ہو۔ اللہ فرماتا ہے کہ تم اس طرح دعا کرو کہ یہ میرا صبر بڑھ جائے یعنی کہ جو تکلیف اور مشقت تمہیں مل رہی ہے اللہ فرماتا ہے اس میں تیری بھلائی سمجھتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ کچھ لوگ دعائیں کرتے ہیں اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر، یا رب العالمین میرے گناہ بخش فرما۔ مجھے اپنی رضا اور خوشنودی عطا فرما۔ میرا فلاں کام ہوجائے۔ تو انکی دعاؤں کو مہینے گذر جاتے ہیں دعا قبول نہیں ہوتی۔ وہ دعائیں فرشتے بھی لے جاتے ہیں اللہ کی بارگاہ میں جس طرح فرشتے نماز لے جاتے ہیں اللہ کی بارگاہ میں۔ کچھ لوگوں کی تو نمازوں کو زمیں پر ہی چھوڑدیتے ہیں۔ وہ قبولیت سے اس لیے محروم ہوجاتی ہیں کہ ان میں وہ مزہ عبدیت نہیں ہوتا۔ احساس تعبدیت ان میں نہیں ہوتا۔ ان کے سر جھکتے ہیں دل ان کے نہیں جھکتے۔ تو وہ نمازیں اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتیں۔ اس لیے شاعر فرماتا ہے

تو بمسجد می روی بہر سجود
سر بجنبد دل نہ جنبد ایں چہ سود

مسجد میں جانے والے سنبھال کر سجدہ کرنا ایسے نہ ہو کہ تمہارا سر تو جھکے لیکن تمہارا دل نہ جھکے تو ایسی عبادت کا کیا فائدہ۔ تو وہ نمازیں جن میں تعبدیت اخلاص اور انکساری، عاجزی، محبت اور نور معرفت نہیں ہوتا وہ نمازیں بھی اللہ کی بارگاہ میں نہیں پہنچائی جاتیں۔ تو وہ دعائیں بھی فرشتے لے جاتے ہیں۔ اللہ ان کو ایسی ہی شرف قبولیت عطا فرماتا ہے تو فرشتے عرض کرتے ہیں یا رب العالمین یہ تیرا بندہ اتنے مہینوں سے دعا میں لگا ہوا ہے اس کی دعا قبول نہیں ہورہی ہے۔ یا رب العالمین اس پر عنایت ہوجائے۔ اس کی دعا قبول کرلی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے فرشتو یہ بندہ جس طرح گڑگڑا کر دعا کررہا ہے۔ جس طرح التجائیں کر رہا ہے،

جس طرح عاجزی سے کررہا ہے، محبت کا اظہار کررہا ہے یہ انداز مجھے بڑا پیارا لگتا ہے۔ اس لیے اگر میں نے اسکی دعا قبول کی، اسکا کام ہوجائے گا تو یہ گڑگڑانا چھوڑدے گا، رونا چھوڑدے گا، اس طرح التجائیں کرنا چھوڑدے گا۔ یہ جو اس کی ادا ہے مجھے پیاری لگتی ہے۔ اس لیے میں اس کا کام جلدی نہیں کررہا ہوں تاکہ یہ اسی طرح میرے در پر بیٹھا رہے۔ دوستو بتاؤ اگر یار کے در پر ہم پڑے رہیں اور وہ گڑگڑانا رونا اس کو پسند آجائے تو اور ہمیں کیا چاہیے۔

مجنوں نے سنا کہ لیلیٰ خیرات بانٹ رہی ہے۔ مجنوں کے نام پر قربان، محبت اور عشق کوئی مجنوں سے سیکھے۔ وفا کوئی مجنوں سے سیکھے۔ یار کو منانا کوئی مجنوں سے سیکھے۔ جس نے زندگی قربان کردی۔ مرتے وقت بھی اس کی زبان پر لیلیٰ لیلیٰ تھا۔ لوگ اس سے پوچھتے تھے کہ کس طرف جانا ہے وہ کہتا تھا لیلیٰ۔ کیا کھانا ہے وہ کہتا تھا لیلیٰ۔ سونا ہے وہ کہتا تھا لیلیٰ۔ تمہیں اور کیا چاہیے وہ کہتا تھا لیلیٰ۔ کہتے ہیں، عاشق فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجنوں کو بلائے گا اپنی دربار میں، وہ اس عالم میں آئے گا کہ پھٹے پرانے کپڑے، گریبان چاک، بال بکھرے ہوئے، اس کے بالوں میں مٹی پڑی ہوئی ہے۔ بڑا خستہ حال روتا اٹھتا گرتا پڑتا دربار میں آئے گا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنے دوستوں سے کہ دیکھو اس عاشق کو جس نے ایک لیلیٰ سے پیار کیا تھا اسی سے نبھائی ہے۔ دنیا میں بھی اس کو لیلیٰ یاد تھی۔ قبر میں بھی اس کو لیلیٰ یاد ہے۔ حشر میں سب نظارے دیکھ رہا ہے پھر بھی اس کو لیلیٰ یاد ہے۔ اے مجھ سے محبت کرنے والو تم خود بتاؤ کیا تمہارا پیار اس طرح تھا مجھ سے جس طرح مجنوں کا لیلیٰ سے پیار ہے؟

یکے پرسید از مجنون غمگیں
ز لیلیٰ تو چہ می خواہی اے مسکیں

مجنوں سے کسی نے پوچھا تھا کہ لیلیٰ سے کیا چاہتا ہے؟ لیلیٰ کا نام سننا تھا مجنوں بے ہوش ہوگیا۔ جب ہوش میں آیا تو اس کو سامنے کھڑے ہوئے دیکھ کر اس نے کہا کیا تونے نام لیا تھا! میرا دل جو تھا وہ خوشی و

مسرت سے لبریز ہوگیا۔ میں اس کی مسرت کو برداشت نہ کرسکا میں بے ہوش ہوگیا۔ وہ پھر کہتا ہے بھئی لیلیٰ سے کیا چاہتے ہو؟

تو از من چند معنٰی جوۓ باشی
ترا ایں بس کہ لیلیٰ گوئی باشی

مجھ سے پوچھتے ہو کہ لیلیٰ کیا ہے؟ میں تمہیں کہتا ہوں کہ لیلیٰ کا نام محبت سے لیکر تو دیکھو۔ ہمارے سندھ کی مشہور داستان ہے جس کو ہمارے حضور مراقبے میں بھی پڑھتے تھے۔ تقریر میں بھی بیان کرتے تھے۔ وہ سسئی ایک عورت تھی جو ٹھٹھہ کی رہنے والی۔ اس کی محبت ہوئی بلوچ قوم کے ایک شخص پنہوں سے جو سردار کا بیٹا تھا۔ بلوچستان سے آیا تھا۔ اس کی شادی بھی ہوئی لیکن اس کے بھائی آگئے۔ اس کے بھائی آئے اس کو پکڑ کر لے گئے۔ سسئی کو چھوڑ دیا۔ حضرت بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ بے چاری ایک کمزور عورت تھی، لیکن محبت میں پکی اور سچی تھی کہ اپنے اس شوہر کی تلاش میں جس سے اسکی محبت تھی گھر سے نکل پڑی۔ پہاڑوں کی پرواہ نہیں، درندوں کی پرواہ نہیں وہ چلتے پلتے سندھ سے گذرتے ہوئے۔ بھٹائی صاحب تو ان پیچروں (راستوں) سے گذرے تھے۔ وہ جاکر کہیں دور بلوچستان کے علاقے میں پہنچ گئی۔ ہمارے حضور فرماتے تھے کہ وہ اتنا پیار تھا اس کا پنہوں سے، وہ جب مررہی تھی، وہ عورت۔ تم مرد ہو، طاقتور سمجھتے ہو اپنے آپ کو، پختہ سمجھتے ہو۔ وہ عورت مررہی تھی۔ ہمارے حضور فرماتے تھے۔ وہ عزرائیل کھڑا ہے۔ سامنے سانس نکال رہاہے۔ وہ اس کو اس امید سے دیکھ رہی تھی کہ میرے پنہوں نے قاصد بھیجا ہوگا۔ میرے پنہوں کا قاصد ہوگا۔ موت سے ڈر ہی نہیں۔ کوئی خوف ہی نہیں۔ بھائی ایک عورت جس کو تم کمزور سمجھتے ہو اتنی ثابت قدمی دکھائے جو خدا کے عاشق ہیں، اللہ کے عارف ہیں انکی ثابت قدمی کا کیا عالم ہونا چاہیے۔ وہ تو خوش ہوں کہ

الموت جسر یصل المحب الی المحبوب۔

موت تو پُل ہے جو عاشق کو محبوب سے ملانے کا ایک ذریعہ ہے لیکن جو دنیا کے متوالے ہیں، جو دنیا کے شائق ہیں وہ موت سے ڈرتے ہیں۔ جو اللہ سے پیار کرتے ہیں، اللہ سے محبت کرتے ہیں وہ موت سے نہیں ڈرتے۔

تو میں کہہ رہا تھا کہ مجنوں نے جب سنا کہ لیلیٰ خیرات بانٹ رہی ہے۔ میں اس بنیاد پر یہ بات کہہ رہا ہوں کہ جب تکلیفیں آتی ہیں تو ہم سندھی میں کہتے ہیں ڏوراپا ڏيڻ شروع ڪندا آهيون (ڈوراپا ڈین شروع کندا آہیون)۔ ہم شکایتیں شروع کردیتے ہیں۔ تو مجنوں بھی ایک لکڑی کا پیالا لیکر صف میں کھڑا ہوگیا۔ لیلیٰ کے چہرے میں آنکھیں گڑی ہوئی ہیں۔ ہاتھ میں پیالہ ہے۔ سب کو خیرات مل رہی ہے۔ مجنوں کی جب باری آئی تو لیلیٰ نے کچھ بھی نہیں دیا۔ سب لوگوں کو خیرات ملی لیکن مجنوں کو کچھ بھی نہیں ملا اور وہ چلی گئی اپنے حجرے میں۔ رومی کا واقعہ ہے اور کوئی عام واقعہ نہیں۔ رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لوگوں نے مجنوں کا مذاق اڑایا، او بے وقوف تم بڑی محبت کرتے ہو، زندگی تو نے اپنی اس کے پیچھے ختم کردی، تمہاری یہ قدر ہے اس کے پاس۔ سب لوگوں کو خیرات دی اور تجھے کچھ بھی نہیں دیا۔ مجنوں خوشی سے ناچ رہا تھا۔ وہ ناچ رہا ہے، وہ موج کررہا ہے۔ او بے وقوف کیوں ناچ رہے ہو؟ اس نے کہا لیلیٰ نے دیا نہیں پر دیکھا تو سہی۔ مجھے دیکھا تو سہی۔ اس کا دیکھنا میرے لیے کافی ہے۔ اے اللہ کے در پر سجدہ کرنے والو، خدا کے در پر پڑے رہنے والو، اللہ اللہ کرنے والو، ذکر قلبی کرنے والو اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں کچھ نہیں مل رہا ہے لیکن وہ لیلیٰ اس کو دیکھ رہی تھی وہ خوش ہورہا تھا۔ کیا اللہ تمہیں نہیں دیکھ رہا ہے۔ یہ ایک نظر کیا حیثیت کیا مقام کیا شرف و شان رکھتی ہے، وہ جو ہوس کا مارا ہوا ہے۔ دولت کا پجاری ہے۔ جو ہر چیز کو پیسوں میں تولتا ہے وہ نہیں سمجھ سکتا، لیکن جو قدر دان ہے، جس کو پتہ ہے، جس کے دل میں عشق کی شمع روشن ہے، جسکے دل میں درد ہے، جس کے دل میں سوز ہے، جس کے دل میں گداز ہے وہ جانتا ہے کہ اس ایک نظر کی قیمت کیا ہے۔

قیمت خود ہر دو عالم گفتیٔ

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

اے میرے رب تو نے اپنے وصال کی قیمت لگائی ہے کہ دونوں جہانوں سے ہاتھ اٹھاؤ۔ دنیا پر سے بھی ہاتھ اٹھاؤ، نہیں چاہیے دنیا، اور آخرت پر سے بھی ہاتھ اٹھادو۔ وہ عاشق کہتا ہے، وہ خوش ہوتا ہے کہ اے میرے مولٰی بڑا سستا سودا ہے۔ یہ دنیا کیا ہے؟ یہ تو ویسے ہی چلی جانی ہے۔ کون قبر میں ساتھ لے کر گیا ہے۔ آخرت کا مزہ ہمیں اس کی طلب نہیں۔ تو یہ جو تیرا وصال ہے یہ تو بڑا سستا ہوگیا۔

ماڻهو گهرن مال، آئون سپ ڏينهن گهران سُپرين،

دنيا تِنهن دوست تان، فدا كيان في الحال،

مونكي نام نهال، كيو آ محبوبن.

اے میرے رب ایک نام تیرا جو میرے دل میں آئے، جو میری زبان پر آئے یہ اتنی بڑی دولت، اتنی بڑی نعمت ہے کہ دنیا کے جو خزینے ہیں، دولت کے انبار ہیں۔ سونے چاندی کے زیورات ہیں، وزارت عظمٰی، صدارت کی کرسیاں یہ ایک ٹھوکر میں ہم ادھر پھینک دیں۔ تیرا مجھے قرب چاہیے۔ یہ ایک نام اللہ کا بھئی میرے مرشد نے دل میں بسایا ہے، میں تو خطاکار گنہگار ہوں۔ یہ دولت تمہارے دل میں بسائی ہے۔ اس کی قدر و منزلت کو جانو۔ یہ پیغام محبت کا لوگوں کے دروازوں پر پہنچاؤ۔ در در پر جاکر سناؤ۔ کسی کو بیٹا ہوتا ہے خوشی میں پھولا نہیں سماتا۔ وہ گھروں میں جیسا کہ ہمارے سندھ میں رواج ہے وہ گھر گھر مصریاں بھیجتے ہیں۔ مبارک بادیں وصول کرتا ہے۔ بھئی کیا پتا ہے کل اس کا بیٹا کیا گل کھلائے گا؟ دعا تو یہ ہے کہ اچھا بنے۔ کیا اس کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنے گا یا درد سر بنے گا؟ حقیقت یہ ہے کہ وہی بنے گا جیسی یہ تربیت کرے گا۔ لیکن اس کی اتنی خوشی ہورہی ہے جس کا کچھ پتا نہیں کہ مستقبل میں کیا ہے، لیکن جس کے دل میں اللہ کا نام آگیا ہے۔ اس کا مستقبل روشن ہی روشن ہے۔

وَاذْكُرُوا اللهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (سورۃ الانفال8، آیۃ45)

اللہ کا ذکر زیادہ کرو تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔ تو دوستو اس یار حقیقی محبوب رب العالمین کی محبت کی ایک چنگاری دل میں روشن کرو۔ دنیاوی کام بے شک کرو۔ دن رات کرو، کاروبار کرو، تجارت، زراعت، محنت ضرور کرو۔ اس سے ممانعت نہیں ہے۔ ہمارے طریقہ عالیہ کے پیشوا ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ جب بچے ہوتے تھے تو انکی والدہ انکو بھیج دیتی تھی۔ زمین میں ہل چلانے کے لیے۔ قربان جاؤں خرقانی کے نام پر جن کا فیض پوری دنیا میں ہے۔ جن کی محبت کا میں نے ذکر کیا۔ وہ کہتا ہے کہ کسی بھی طرف مشرق میں ہو یا مغرب میں، شمال میں ہو یا جنوب میں ہو، کسی بھی انسان کو کانٹا چبھتا ہے تو اس کا درد خرقانی کو محسوس ہوتا ہے۔ اللہ کے بندوں سے، مخلوق سے اتنا پیار ہے۔ ان کو اتنی شفقت ہے۔ وہ فرماتے ہیں ہماری خانقاہ پر جو بھی آئے اس سے اس کا ایمان نہ پوچھو، اس کو کھانا کھلاؤ۔ اس کی خدمت کرو۔ اس کو سینے سے لگاؤ۔ اس کے ایمان کے متعلق مت پوچھو۔ بھئی علماء جو ہوتے ہیں وہ اہل عقل ہوتے ہیں اور جو صوفیاء ہوتے ہیں وہ اہل عشق ہوتے ہیں۔ علماء وہ عقل کی باتیں کریں گے لیکن صوفیاء جو ہیں وہ عشق کی باتیں کریں گے۔ وہ جامع دنوں چیزوں کی اگر کوئی ذات ہے تو میرے آقا و مولی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ عشق کی بھی جامع اور عقل کی بھی جامع۔ وہ لوگ جو دونوں چیزوں میں، عقل و عشق دونوں میں مہارت رکھتے ہیں وہ خال خال ہوتے ہیں۔ بہت کم ہوتے ہیں۔ انہی لوگوں کو نائب نبی کہا جاتا ہے۔ عالم ربانی کہا جاتا ہے۔ بظاہر یہ تضاد نظر آتا ہے۔ یہ تضاد تو نظر آئے گا۔ یہ ایک فطری بات ہے کوئی فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ عشق والا عشق کی بات کرے گا عقل والا عقل کی بات کرے گا۔ عشق والا کہے گا کہ سر کٹانا جو ہے یہ عین ثواب ہے۔ اور عقل والا کہے گا سر بچانا فرض عین ہے۔ اپنی جان کو جوکھے (مصیبت) میں مت ڈالو اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو سر بچانا ضروری ہے۔ اس لیے کبھی بھی اس بات میں مت پریشان ہو کہ علماء نے کیا کہا اور صوفیاء کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ سوچ اور زاویہ نگاہ کی تبدیلی کی بات ہے۔ میں نے جو آیت کریمہ تلاوت کی تھی۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ۔ (سورۃ الحدید57، آیۃ4)

وہ آپ کے ساتھ ہے آپ جہاں کہیں بھی چلے جائیں۔ تو آپ جب واپس جائیں گے تو اپنے دل میں ذرا وہ ذکر کا جذبہ اور شوق جگائیں

ناري نيڻ نِهار، تو ۾ ديرو دوست جو.

وہ محبوب تمہیں دل میں ملے گا اس کا وصال تمہیں دل میں ہوگا۔ اور یہ دل کی حفاظت کرو۔ اس دل کی حفاظت کرو اور جب تم یہاں سے چلے جاؤ ذکر کرتے ہوئے جاؤ۔ جب تم لوگوں سے ملو تو ذکر کرتے ہوئے ملو۔ جب تم تجارت کرو ذکر تمہارے دل میں ہو۔ جب تم ملازمت کرو ذکر تمہارے دل میں ہو، جب تم آفس میں بیٹھو ذکر تمہارے دل میں ہو اور پھر ذکر والوں کے ساتھ جاکر بیٹھ جاؤ۔ اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ کتنا بھی مفتی ہو عالم ہو اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ ہمارے مرشد و مربی کی یہی تمنا ہوتی تھی کہ جتنے بھی لوگ ہیں ان سب لوگوں کو اللہ کے قریب کیا جائے۔ اس ذات کا عرفان ان کو مل جائے، تو دست بکار دل بہ یار۔ ہاتھ کام کی طرف اور دل یار کی طرف۔ یہاں سے جاکر کیا آپ سب ذکر کرو گے؟ کیا آپ اپنی دل کو اللہ کی محبت کے لیے خالی کروگے؟ کیا آپ اپنی دل کو آقائے نامدار آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے لیے وقف کرو گے؟ کیا تم یہ پیغام اور لوگوں تک پہنچاؤ گے؟ جو لوگ اس ذکر کے بارے میں نہیں جانتے، انکو یہ دعوت دو گے؟ کیا غافل بن کر تو نہیں بیٹھ جاؤ گے؟ کہ پھر ایک سال کا انتظار کرتے رہیں کہ جائیں گے پھر وہاں جاکر ذکر کریں گے۔ نہیں تم سراپا ذکر بن جاؤ۔ سراپا ذکر بن جاؤ۔ تمہارے سر سے لیکر پاؤں تک اللہ کا ذکر ہونا چاہیے۔ موسیٰ علیہ السلام جب جبل طور پر گئے تھے کہ انہوں نے کہا تھا کہ میرے پروردگار مجھے دیدار کرا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم مجھے نہیں دیکھ سکو گے۔ اس نے کہا یارب العالمین میں برداشت کرلوں گا۔ عنایت ہوجائے۔ اللہ نے فرمایا میں تجلّی کا ورود تم پر کرتا ہوں اس پہاڑ پر کرتا ہوں، اگر تم ثابت قدم رہ گئے تو پھر تم اس مقصد میں کامیاب ہوسکتے ہو۔ اللہ نے تجلّی جب فرمائی کوہ طور پر موسیٰ علیہ

السلام اس تاب کو برداشت نہیں کرسکے۔ اتنے بڑے پیغمبر وہ برداشت نہیں کرسکے۔ وہ بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ کہتے ہیں کہ کافی لمبے عرصے تک وہ بے ہوشی کے عالم میں رہے، بعض روایت میں آتا ہے کہ اللہ نے فرمایا تھا کہ جب آئے ہو طور پر تو تم نماز پڑھو۔ نماز کا حکم دیا گیا اور پھر ان پر تجلی ہوئی تو جو اللہ کی تجلی کا طالب ہے۔ جو طالب ہے اپنی دل پر۔ اس کو نماز قائم کرنی چاہیے۔ تو جب وہ ہوش میں آئے تو اللہ نے فرمایا اے موسیٰ تم اس عظیم نعمت کا اخفا تم نہیں کرسکے۔ کاش تم کھڑے رہ جاتے تو یہ جو نعمت میں تجھے دے رہا تھا یہ مخفی رہ جاتی۔ اب تو افشاں ہوگیا ہے یہ بات تو ظاہر ہوگی کیونکہ محبت میں اخفا ضروری ہوتا ہے۔ یار سے ایسا تعلق ہو کہ

میانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

اور تو اور کراماً کاتبین کو بھی پتہ نہیں ہے۔ تو یہ افشاں ہوگیا لیکن اے موسیٰ اللہ نے فرمایا کہ تجھے علم ہونا چاہیے نبی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائیں گے۔ یہ دیدار کا وعدہ میں نے ان کے ساتھ کیا ہے۔ میں نے اپنے دیدار کا وعدہ اس نبی آخر الزماں، میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ہے۔ نہ صرف ان کے ساتھ وعدہ کیا بلکہ ان کی التجا کو میں نے قبول کیا ہے اوراپنے دیدار کا وعدہ ان کی امت کے ساتھ بھی میں نے کیا ہے۔ خوشخبری ہو تم سب لوگوں کو۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہو۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہو۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہو جو اتنے مہربان ہیں۔ جب اللہ ان سے دیدار کا وعدہ کرتا ہے تو کہتے ہیں میری امت کو بھی ہونا چاہیے۔ اس طرح تمہارا دل بھی بڑا ہونا چاہیے۔ ہر مقام پر، ہر قدم پر، گھر میں ہو، سفر ہو، صرف اپنے پیٹ کے لیے نہیں سوچنا چاہیے بلکہ اپنے بھائیوں کے لیے بھی سوچو۔ اپنے دوستوں کے لیے بھی بلکہ اپنے دشمنوں کے لیے بھی سوچو۔ میرے حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ تو حضور نے سب کے لیے دیدار کی جستجو فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں پہلے حضور کو پھر اس کی امت کو عطا کروں گا اور اس کے بعد دیگر امتوں کو اپنے دیدارسے بہرمند فرماؤں گا۔ اور پھر موسیٰ

علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ میرے حبیب کی امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن پر ایک دن میں انکی دلوں میں ایسی تجلیاں ستر ہزار مرتبہ کروں گا۔ جوابھی تجلی کوہ طور پر ہوئی تھی ایسی تجلیاں ان کے دلوں پر ستر ہزار مرتبہ کروں گا۔ لیکن اف بھی نہیں کریں گے کیونکہ ان کو ایسی نسبت حاصل ہے۔ انکو ایک ایسا ہاتھ مل گیا ہے ان کو ایک ایسا تربیت کنندہ مل گیا ہے جس نے ان کو ایسی صلاحیت سے مالا مال کردیا ہے۔ اے میرے رب تیرا دیدار اور چاہیے، تیرا مشاہدہ اور چاہیے۔ تیری محبت اور چاہیے۔ کبھی بھی ان کو سیرابی نہیں ہوگی۔ دنیادار جو ہیں تجارت کرنے والے، بیوپاری، یہاں بیٹھے ہوں گے، ان کو دنیاداری سے سیرابی نہیں ہوتی۔ زمین والے کو زمین سے سیرابی نہیں ہوتی۔ بیوپاری کو رقم سے سیرابی نہیں ہوتی۔ نفع ہوجائے پھر بھی کہتا ہے نقصان ہوگیا۔ بھئی نقصان کیسے ہوا؟ بیوپاریوں کی سوچ دیکھو، کیسے نقصان ہوا؟ سائیں نفع میں نقصان ہوگیا۔ کیسے نقصان ہوا؟ یہ جو کاروبار میں نے کیا ہے مجھے توقع تھی ایک کروڑ روپے کا مجھے نفع ہوگا، نفع تو مجھے اسی 80 لاکھ کا ہوا۔ یہ نقصان ہوگیا نفع تو صرف اسی لاکھ ہوا ہے۔ بیس لاکھ کا نقصان ہوگیا۔ بھئی انکی اتنی بڑی سوچ ہے دنیاداری کے معاملے میں۔ جو خدا سے پیار کرتے ہیں ان کی سوچ محبت کے معاملے میں اتنی لمبی اور دور تک ہوتی ہے۔ جتنا بھی جام محبت اس کو پلایا جائے وہ سیراب نہیں ہوتا۔ بیوپاری کو اگر دو کروڑ مل جائیں وہ کہیں گے کہ کچھ بھی نہیں۔ دو ارب ملیں پھر بھی کہیں گے کچھ بھی نہیں۔ اگر وہ سمجھتے تو خاموش نہ بیٹھ جاتے۔ بھاگ بھاگ کر ان کے پیٹ بڑے ہوجاتے ہیں۔ صحت خراب ہوجاتی ہے۔ مریض بن جاتے ہیں۔ چل پھر نہیں سکتے۔ ذرا سا سنیں گے وہاں کاروبار کے لیے پہنچ جائیں گے۔ کیونکہ انکو سیرابی نہیں ہوتی۔ جو خدا سے پیار کرتے ہیں، ان کے حرص کو کیا ہوگیا؟ جس کے دل میں عشق کا غم ہے ان کو کیا ہوگیا؟ وہ ایک قطرے پر چپ کرکے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور طلب کرو، اور طلب کرو۔ جتنی زیادہ تمہاری طلب ہوگی اتنا کرم تم پر زیادہ ہوگا۔

سرمد غم عشق بوالہوس رانہ دہند
سوز دل پروانہ مگس را نہ دہند

یہ سرمد کہتا ہے، بڑا مجذوب و مست گذرا ہے دارا شکوہ کے دور میں۔ وہ کہتا ہے اے سرمد! عشق کا جو غم ہے وہ حرص کے مارے ہوئے کو نہیں ملتا۔ دنیا کے پجاری کو نہیں ملتا۔ جو پروانے کا سوز و گداز ہے وہ مکھی کو نہیں ملتا۔ تو وہ بوالہوسی، وقت پرستی نہیں چاہیے، اور اس کے بعد مکھی کی طرح حرص بھی نہیں ہو۔ بھئی اور بھی زیادہ۔ وہاں بھی بیٹھ گئی، وہاں بھی بیٹھ گئی، وہاں بیٹھ گئی اور وہاں بھی بیٹھ گئی۔ یک را گیر محکم گیر۔ ایک کو پکڑو مگر مضبوط پکڑو۔

روحانی طلبہ جماعت جو ہمارے شیخ کامل کی بہت ہی پیاری اور پسندیدہ جماعت ہے۔ میں ان کے لیے خصوصی فکر مند ہوں اور یہ شوق رکھتا ہوں کہ یہ ہمارے نوجوان بچے جو اسکول اور کالجز میں تعلیم حاصل کررہے ہیں بلکہ مدرسوں میں بھی بڑھ رہے ہیں وہ اپنے اندر یہ جوہر پیدا کریں کہ یہ محبت یہ مستی کا پیغام نوعمری ہی میں لوگوں کو دینا شروع کردیں۔ میں خواجہ ابوالحسن خرقانی کی بات کررہا تھا، انکی والدہ ان کو ہل اور بیل دیتی تھی جاکر ہل چلاؤ۔ ابوالحسن خرقانی نوعمر ہیں۔ ہل چلانا بھی نہیں آرہا ہے۔ ہل چلاتے چلاتے تھک جاتے ہیں۔ نماز پڑھنا شروع کردیتے ہیں۔ وہ نماز پڑھ کر جیسے ہی انہوں نے سلام پھیرا تو دیکھا کہ وہ بیل جو ان سے بمشکل چل رہے تھے اب وہ خود بخود چل رہے تھے بلکہ اب تو اور بھی اچھے چل رہے ہیں۔ ابوالحسن خرقانی نوعمری میں گر پڑے اور رونے لگے اور کہنے لگے اے میرے رب تو اتنا مہربان ہے مجھ پر۔ اتنی تیری عنایتیں ہیں مجھ پر۔ اتنی شفقت کہ میں جو خود کام نہیں کر پارہا تھا وہ خود کروا رہا ہے۔

بو علی سینا ان کی خدمت میں آئے تھے۔ ہمارے مشائخ کا یہ معمول ہے کہ وہ خدمت میں عار نہیں سمجھتے۔ بوعلی سینا آئے تو حضرت ابوالحسن خرقانی گھر کی دیوار بنا رہے تھے۔ خود گھر میں اکیلے ہیں۔ چنائی ہورہی ہے، تو بو علی سینا آئے اور انہوں نے آکر وہ ان منظر کو دیکھا تو آپ سے جو تیشا تھا وہ گرگیا۔ بو علی سینا آگے بڑھے تاکہ تیشہ اٹھاکر ان کو دیں۔ جب انہوں نے نیچے دیکھا تو وہ تیشا غائب تھا اور وہ تیشا ابوالحسن کے ہاتھ میں تھا۔ انہوں نے کہا یہ بھئی کیا ہوا؟ تو انہوں نے کہا کہ میرا یار بڑا غیور ہے۔ وہ پسند نہیں کرتا کہ میں کسی کا احسان اٹھاؤں، وہ پسند نہیں کرتا کہ میں کسی کا احسان اٹھاؤں۔ اس نے اپنی غیرت کا مظاہرہ کیا اور مجھے یہ

چیز عطا فرمائی۔ تو دوستو سوال اور اس طرح مانگنا اپنی ذات کے لیے ہمارے مشائخ کو کبھی بھی پسند نہیں تھا۔ وہ خدمت کو ترجیح دیتے تھے۔ تو طریقہ ذکر میں عرض کردوں۔ آپ ذکر کثرت سے کریں اور جتنے بھی باہمی افتراق، انتشار جھگڑے ہیں وہ ختم کردیں۔ اپنی محبت اور پیار کو باہمی بڑھائیں اور اللہ کا ذکر کثرت سے کریں۔ جب واپس جائیں جتنے خلفاء ہیں، فقراء ہیں، اور لوگوں کو دعوت دیں۔ تو میں روحانی طلبہ جماعت کے حوالے سے یہ بات کر رہا تھا کیونکہ یہی ہمارا مستقبل ہیں۔ یہی ہمارا فیوچر ہیں۔ کل یہی لوگ ہونگے ان کے ہاتھ میں اس قوم کی رہنمائی ہوگی اور یہی رہبری کررہے ہوں گے کہ ہم ان سے بڑی امید رکھتے ہیں۔ ان نوجوانوں کے لیے خصوصی دعا کریں کہ اللہ ان کے جذبے کو اور بڑھائے۔ ان کے اندر حوصلے کو اور بڑھائے۔ علمی میدان میں بھی آگے بڑھیں اور ساتھ میں یہ جو طریقت کا پیغام ہے ذکر کا،یہ دیگر لوگوں تک پہنچائیں اور ذکر کی طرف ان لوگوں کو مائل کریں۔ خاموش نہ بیٹھیں۔ ذکر کا طریقہ سیکھ لیں۔ یہاں انسان کا دل ہے اس دل میں ذکر اسم ذات کا خیال رکھیں، کھڑے، بیٹھے، لیٹے، سوئے، جاگے وضو ہو یا نہ ہو۔ سانس آتا جاتا رہے توجہ دل میں رہے کہ دل ذکر کررہا ہے اللہ اللہ اللہ۔ زبانی ذکر زبان سے ہوتا ہے۔ یہ قلبی ذکرہے یہ دل سے ہوگا۔ دل میں ذکر کرنے سے آپ کا دل روشن چمکدار منور ہوگا۔ اللہ کی رحمت آپ پر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا پیار آپ سے ہوگا اور آپ کے دل سے جتنی بھی خرابیاں ہیں وہ نکل جائیں گی۔ یہ توجہ دل میں رکھنا چاہیے اور مراقبہ کریں۔ روزانہ کچھ ٹائم بیٹھ کر آنکھیں بند کرتے ہوئے دل میں توجہ کریں کہ دل میں ذکر ہورہا ہے اور حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کے فیض کا انتظار کریں کہ آپ کا فیض مشائخ کے توسل سے مرشد کامل کے سینے سے ہمارے دلوں میں آرہا ہے۔ یہ مراقبہ پابندی سے کریں۔ اور شریعت مطہرہ جو ہمارے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عطا فرمائی ہے بڑی آسان و سہل ہے۔ کوئی مشکل نہیں۔ نماز پنجگانہ ادا کریں۔ مرد خواہ خواتین جتنے بھی ہم سب یہاں موجود ہیں۔ آج یہ پکا عزم کریں کہ ہم پر جو حضور نے عنایت فرمائی تم نماز پڑھو اس لیے حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا انتخاب کیا ہمارے لیے تاکہ دن میں پانچ بار تمہیں اللہ کا دیدار نصیب ہو۔ اس حقیقی یار کا دیدار مل جائے تو اور ہمیں کیا چاہیے۔ یہ دیدار ملے گا

آپ کے دل کو، تو دل کے آئینے کو صاف کرو۔ دل سے میلاپن دور کرو، دل سے گندگی اور غلاظت دور کرو اور روشن بناؤ تو یہ ذکر سے اور اللہ والوں کی محبت سے یہ چیز ہوتی ہے۔ جتنا ادب کریں گے انکا جتنا احترام کریں گے ان کا، جتنا ان کی صحبت میں رہیں گے اتنی زیادہ نورانیت آپ کے دل میں پیدا ہوگی اور مراقبہ بھی کریں۔

جتنے معززین قبلہ سائیں رفیق احمد شاہ، میرے محترم سائیں قبلہ صاحبزادہ محمد دیدہ دل اور حضرت سائیں جیئل شاہ صاحب اور دیگر احباب تشریف لائے ہیں۔ تشریف آوری پر ان سب کا میں مشکور ہوں اور جتنے دوست یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، آپ کی یہ جو طلب اور تڑپ ہے۔ واللہ یہ تو ایسی دولت ہے کہ مجھے آپ پر رشک آتا ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ اس میں سے کچھ حصہ مجھے مل جائے اور مجھے کیا چاہیے کہ یہ جو طلب آپ کے دل میں ہے، یہ سوز ہے، یہ جو شوق ہے جو آپ کو یہاں لے آیا ہے۔ یا اللہ ان پیاروں کے صدقے میں یہ جو نورانی چہرے والے بیٹھے ہیں۔ یہ تجھ سے محبت کرتے ہیں۔ یا رب العالمین تجھ سے پیار کرتے ہیں۔ تیری محبت میں یہاں آئے ہیں۔ تیری قربت میں انہوں نے گھروں کو چھوڑا ہے۔ تیری محبت میں انہوں نے سفر کی تھکاوٹ برداشت کی ہے۔ تیرے حبیب میرے آقا و مولٰی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے جو عشاق یہاں آئے ہیں ان کی طلب میں سے تھوڑا حصہ مجھے بھی عطا فرمادے۔ اور انکی طلب اور تڑپ میں اور اضافہ فرمادے۔ ان کے سوز و گداز میں اور اضافہ فرمادے۔ ان کی دلوں کو محبت سے اس طرح لبریز کردے کہ دنیا کے حرص و ہوس کی کوئی گنجائش ہی باقی نہ رہے۔ ان کی دلوں کو اپنی محبت سے یا الٰہ العالمین میرے آقا و مولٰی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے، مرشد کامل کی نسبت سے اس طرح لبریز کردے کہ کسی اور کے لیے اپنے دل میں دشمنی یہ نہ رکھ سکیں۔ گنجائش ہی نہ ہو۔ کسی اور کے لیے نفرت کی گنجائش انکے دل میں نہ رہے۔ یہ بھول جائیں کہ نفرت کس چیز کا نام ہے۔ یہ پیار کریں اپنے ماں باپ سے۔ یہ محبت کریں اپنے گھر والوں سے۔ یہ پیار کریں اپنے پڑوسیوں سے۔ یہ پیار کریں اپنے گاؤں والوں سے۔ یہ پیار کریں ان سے جو ان سے پیار کرتے ہیں اور جو ان سے پیار نہیں کرتے یہ ان سے بھی پیار کریں۔ یہ پیار کریں ان سے

جو دشمنی کرتے ہیں ان سے۔ اور جن کی دلوں میں دشمنیاں ہیں ان کے دلوں سے یہ دشمنی کا خیال بھی نکال دیں۔ اے میرے رب العالمین یہ تیری حسین و جمیل زمین، یہ تیری پیاری کرہ ارض، جس کو تو نے تخلیق کیا ہے انسانوں کے لیے۔ جس کو تونے تخلیق کیا ہمارے آرام کے لیے۔ جسے تخلیق کیا ہے تونے انسانوں کے پیار اور محبت میں۔ اس کو جنت بنادے۔ اس کو جنت بنادے۔ ایسی جنت جس میں رہنے والے سب ایک دوسرے سے پیار کریں۔ ایک دوسرے سے شفقت کریں۔ بغیر کسی امتیاز کے کہ یہ اس قبیلے کا ہے یہ اس قبیلے کا ہے۔ بغیر اس امتیاز کے یہ امیر ہے یہ غریب ہے۔ یہ شاہ ہے یہ گدا ہے۔ یہ کالا ہے یہ گورا ہے۔ یہ سب لوگ آپس میں محبت کریں۔ یا رب العالمین ہمارے دلوں سے کینہ اٹھادے۔ بغض نکال دے۔ نفرت نکال دے۔ یا رب العالمین ہمیں اپنی پہچان دے۔ ان پیاروں کی پہچان دے یہاں جو بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کی پہچان دے جو شہروں میں پھر رہے ہیں۔ ان کی بھی ہمیں محبت دے۔ ان سے بھی ہمیں پیار عطا کر جو بازاروں میں ہیں جو یہاں نہیں آسکے۔ انکے ساتھ بھی ہمارا محبت اور پیار کا رشتہ قائم کردے۔ تو دلوں کو جوڑنے والا ہے۔ یا رب العالمین جو بھی یہاں بستے ہیں انکو خوشیاں عطا فرما دے۔ انکے غم ان سے دور ہوجائیں۔ ان کو اپنے نام سے آشنا کردے۔ کیونکہ تیرے نام کے بغیر اندھیرا ہے۔ یا رب العالمین جو یہاں آئے ہیں انکو بھی اور جو یہاں نہیں آئے ہیں دور بیٹھے ہوئے ہیں، ان کے یہاں آنے کا ارادہ بھی نہیں ہے، انہوں نے میرے مرشد کا تیرے پیارے دوست کا نام بھی نہیں سنا ہے۔ ان کو بھی اس فیض سے حصہ عطا فرمادے کہ وہ بھی تجھ سے محبت کرنے لگیں۔ تجھ سے عشق کرنے لگیں۔ وہ اپنا رنگ بھول جائیں تیری محبت کا رنگ ان پر غالب آجائے۔ وہ ایک دوسرے سے ملیں تو اس حوالے سے ملیں کہ میں بھی اللہ کا بندہ ہوں تو بھی اللہ کا بندہ ہے۔ وہ ایک دوسرے کو معاف کرنے والے بن جائیں۔ ایک دوسرے کی غلطیوں کو بھول جانے والے بن جائیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ احسان کرنے والے بن جائیں۔ وہ جب گھر میں کھانا بنائیں تو بڑا زیادہ کھانا بنائیں خود بھی کھائیں اور اپنے پڑوسیوں کو بھی کھلائیں۔ وہ خود بھی کھائیں تو تیرے بندوں کو بھی کھلائیں۔ غریبوں پر بھی خرچ کریں۔ مسکینوں پر بھی خرچ کریں۔ جو بیوہ اور یتیم ہیں ان کی بھی خبر گیری کریں۔ ان سب کے دلوں کو اتنا

درد مند بنادے، اتنا حساس بنادے کہ تیرے کسی بھی بندے کو دکھ پہنچے تو یہ بے چین ہوجائیں۔ ان کو چین اس وقت تک نہ ملے جب تک اس کی دستگیری نہ کریں۔ اے میرے پیارے رب العالمین ہمارے دلوں سے یہ کدورت کو دور فرمادے۔ ہمارے دلوں سے یہ غفلت کو دور فرمادے۔ ہمیں انسان بنادے۔ ہمارے اندر جو حیوانی صفات ہیں وہ دور کردے۔ ہمارے اندر جو شیطانی اوصاف ہیں وہ ہم سے دورکردے۔ جو نفس نے ہمیں خراب کیا ہے، برباد اور ویران کیا ہے اس بربادی سے ہمیں تو ہی بچاسکتا ہے۔ یا رب العالمین تیری رحمت کا جو سمندر ہے جس کا کوئی اختتام نہیں ہے بے پایاں ہے، اس رحمت کے سمندر کے سامنے ہمارے گناہوں کی کیا حیثیت ہے۔

آب دریا کم نہ گرد و گربہ تو شد کنجشکے

تیرے دریائے رحمت سے ہم جیسے چڑیوں سے بھی کمزور اگر چونچ ماریں گے تیرے دریا میں کیا کمی آئے گی؟ یارب العالمین ہمیں وہ چیز عطا فرمادے جس پر تو خوش ہے۔ تیری محبت میں ہم بے خود ہوجائیں۔ تیری محبت میں ہم بھول جائیں اپنے آپ کو۔ تیری محبت میں ہم اپنے گھروں کو بھول جائیں۔ تیری محبت میں ہم اپنی اولاد کو بھول جائیں۔ تیری محبت میں ہم اپنے اعزاز کو بھول جائیں۔ تیری محبت میں ہم اپنے علم کو بھول جائیں۔ تیری محبت میں ہم ہر چیز کو بھول جائیں۔ صرف تو ہو ہماری آنکھوں کے سامنے۔ ہمارے دائیں بھی تو ہو، ہمارے بائیں بھی تو ہو۔ ہمارے آگے بھی تو ہے، ہمارے پیچھے بھی تو ہو۔ ہمارے اوپر بھی تو ہو ہمارے ہر طرف تو ہو۔ ہمیں اور کوئی چیز نظر نہ آئے۔ جہاں بھی دیکھیں تیرا جلوہ نظر آئے۔ انسانوں کو دیکھیں تو ہمیں تو نظر آئے۔ غریبوں کو دیکھیں ہمیں تو نظر آئے۔ ہم ان کے ساتھ محبت کریں جن میں تو رہتا ہے۔ ہم ان سے پیار کریں کہ ان کے دلوں میں تو رہتا ہے۔ وہ چاہے کالے کلوٹے یا گورے چٹے ہوں۔ یہ زبان کی لفاظی نہ ہو۔ یہ میرے دل کی آواز ہو۔ تو میرے دل کو جانتا ہے۔ تو میرے دل کو جانتا ہے۔ بے شک بہت سارے لوگ میرے دل کو نہیں جانتے۔ اگر میری یہ لفاظی ہے تو بھی اس میں تو حقیقت پیدا کردے۔ اس میں تو حقیقت پیدا کردے۔ جتنے بھی یہاں سے جائیں تو ایک ایسی صورت میں کہ یہ تیرے پیار

کرنے والے ہوں۔ تجھ سے محبت کرنے والے ہوں۔ تجھ سے، تیرے حبیب سے، تیرے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلم کی امت سے، سب انسانوں سے محبت کرنے والے ہوں۔ یااِلٰہ العالمین ان کے دکھ درد دور کردے۔ ان کے غم اور فکر کو دور کردے۔ ان کے رزق میں کشادگی دے۔ ان کے علم میں کشادگی دے۔ ان کی عمر میں کشادگی دے۔ ان کے بیماریوں کو دور کردے۔ ان کی پریشانیوں کو دور کردے۔ یارب العالمین تیری رحمت کے بڑے خزانے ہیں۔ تیرے سامنے یہ ہمارے چھوٹے خیال کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ تو سخی ہے۔ تو کریم ہے۔ تو مہربان ہے اور تو نے ہمیں سبق دیا ہے کہ تو ہی پالنہار ہے سب جہانوں کا۔ مسلمانوں کا بھی پالنہار ہے اور جو غیر مسلم ہیں ان کا بھی پالنہار ہے

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ بادشمناں نظر داری

تو تو دشمنوں پر بھی مہربان ہے۔ جو تیرے دوست تیری محبت میں آئے ہیں، انکو خالی نہ لوٹا۔ انکی امیدوں کو پورا کردے۔ انکے دامنوں کو بھردے۔ انکی دلوں کو روشن کردے۔ یارب العالمین مجھے امید ہے کہ یہ لوگ یہ درد، یہ سوز اپنی دل میں سمائیں گے۔ یہ شوق اپنے دل میں رکھیں گے، یہ فکر اپنے دل میں رکھیں گے۔ یارب العالمین اور فکروں کو بھول جائیں جو آج ہمارے درمیان پیدا ہوگئے۔ جنہوں نے افتراق پیدا کردیاہے۔ جنہوں نے انتشار پیدا کردیا ہے۔ جن فکروں نے ہمیں صرف اور صرف اوروں کے عیب دکھانے پر مجبور کیا ہے، اوروں کی خرابیوں کو ڈھونڈنے پر مجبور کیا ہے۔ اے میرے مولیٰ ایسے فکروں سے ہمارے دل اور دماغ کو خالی کردے۔ فکر ہو تو اپنی خرابی دیکھنے کا۔ اپنے نفس کی غلاظت کو دیکھنے کا۔ اوروں کی خرابیوں کو دیکھنے کا فکر ہمارے دلوں سے نکال دے۔ تو ان کو چلانے والا ہے جو سیدھے راستے پر چلتے ہیں، جو سیدھے راستے پر نہیں چلتے ہیں ان کو بھی تو چلانے والا ہے۔ ہمارا کیا ہوتا ہے کہ ہم ان پر تنقید کریں ان کو برا بھلا کہیں۔ تو ہی ان کا حال جاننے والا ہے۔ تو گواہ رہ ہم سب تیرے بندوں سے پیار کرتے ہیں جیسے بھی تیرے بندے ہیں ہم ان سے پیار کرتے ہیں۔ جو یہاں موجود ہیں ان سے پیار کرتے ہیں جو یہاں نہیں ہیں ان سے

بھی پیار کرتے ہیں۔ جیسے بھی جہاں بھی رہتے ہوں ان سے پیار کرتے ہیں۔ یارب العالمین ہمیں اپنی اس راہ پر استقامت عطا فرما۔ ہمارے اندر یہ محبت کا جوہر پیدا کردے اور ان سب کے اندر جتنے آئے ہیں یہ درد پیدا ہو اور یہ درد اور لوگوں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین

فوائد درود النبی صلّی اللہ علیہ وسلم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

(سورۃ الاحزاب 33، آیۃ 56)

اللّٰھم صلِّ علیٰ سیدنا ومولٰنا محمد وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین

میرے محترم دوستو! تقاریر و نصیحت آپ سن چکے اور انشاء اللہ آئندہ بھی سننے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ مگر دعا یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے قلوب کو منور فرمائے۔ ہماری نیتوں میں خلوص پیدا فرمائے۔ کیونکہ نیت کا مقام عمل سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی نظر میں قدر و منزلت نیت کی ہی ہوتی ہے۔ آج کل ہماری توجہ ہی نہیں ہے نیتوں کو خالص بنانے کی طرف، عمل صالح کی طرف۔ عمل صالح کریں گے تو نہیں البتہ دور رہنے کی کوشش ضرور کریں گے اورجب دنیا کے کام کاج ہوں گے تو وہ بڑے شوق و چاہت سے کریں گے۔ حالانکہ نصیحت و واعظ تو بڑے شوق و چاہت سے سنتے ہیں۔ تو ان چیزوں کو دیکھ کر آج کل سمجھ میں یہی آتا ہے کہ ہم نصیحت و واعظ کی محفلوں میں حاضری کو ایک رسم سمجھ کر شامل ہوتے ہیں۔ اس طرح سے سننا جس سے انسان کے دل میں اثر پیدا ہو، اس کا دل خدا تبارک و تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجائے۔ ایسے سننے والے آج کل کم نظر آتے ہیں۔ آج ہم اس طرح بن چکے ہیں کہ نصیحت بھی سنتے ہیں مگر نماز کو بھی اسی طرح ترک کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح رشوت خوری میں

مصروف ہوتے ہیں۔ اسی طرح بے ایمانی و ملاوٹ میں مشغول رہتے ہیں۔ اسی طرح سے دل آزاری و حقوق کو غصب کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ آج ہمارا حال اسی طرح بن چکا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ محفلیں، یہ مجلسیں صرف رسم ہی نہیں ہے۔ جیسے کہ کسی وزیر اعظم یا صدر یا ایم این اے یا ایم پی اے کے جلسے میں شامل ہوتے ہیں۔ کچھ نعرے لگاتے ہیں اور اپنی حاضری لگواکر واپس چلے جاتے ہیں۔ میرے دوستو یہ ایسی محفلیں نہیں ہیں۔ یہ محفلیں آپ کی اوپر ایک دلیل ہیں کیونکہ جس محفل میں آپ بیٹھے ہیں اس کی تمام تر کاروائی اللہ تبارک و تعالیٰ کے فرشتے قلمبند کررہے ہیں، محفوظ کررہے ہیں۔ یہ ساری کاروائی اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں پیش کی جائے گی۔ یہ کون سے لوگ آملے تھے۔ کس علائقے کے تھے۔ ان کی کیسی صورتیں تھیں۔ انکی کیسی نیتیں تھیں۔ اگر چہ ایسی محفلوں میں بیٹھنے والا کوئی بھی انسان محروم نہیں رہتا کیوں کہ یہ ایسے لوگوں کی محفلیں ہیں جن کے بارے میں فرمایا گیا۔ لا یشقیٰ جلیسھم۔

ایسے لوگوں کی ہم نشینی اختیار کرنے والا، جو خدا کے ذکر کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں اور ان کا مقصد

لا یریدون الا وجھہ۔

یعنی ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے والا خواہ دنیاوی ارادہ سے بیٹھے یا کسی اور ارادے سے۔ مگر وہ محروم نہ ہوگا۔ کچھ نہ کچھ فائدہ اسے بھی ضرور حاصل ہوگا۔ بے شک ان محفلوں کا مقام، ان کا شان بلند ہے۔ مگر بیٹھنے والا اگر خلوص دل اور صحیح نیت کے ساتھ ان میں شوق و جستجو رکھ کر بیٹھتا ہے کہ مجھے کچھ حاصل ہوجائے۔ تو پھر جس طرح بارش، اللہ تعالیٰ کی رحمت جب برستی ہے تو وہ خشک جگہ پر بھی برستی ہے تو دریاؤں اور سمندروں کے اوپر بھی برستی ہے۔ وہ بارش جو سراسر خدا کی رحمت ہے۔ پہلے قطرے سے لے کر آخری قطرے تک، تو جب وہ گل و گلزار کے اوپر برستی ہے تو ان کو مہکا دیتی ہے۔ ان میں نئی خوشبو پیدا ہوجاتی ہے۔ نئے پھول کھل جاتے ہیں اور سارا ماحول معطر ہوجاتا ہے اور اگر کوئی بھی وہاں بیٹھتا ہے تو اس کی دل اور دماغ کو فرحت و سرور پہنچتا ہے۔ لیکن یہی خدا کی

رحمت، یہی بارش جب گندگی کی ڈھیر کے اوپر پڑی تو اس سے بدبوء کے بخارات اٹھنے لگے اور ہر فرد، ہر گذرنے والا اس سے دور ہوکر گذرتا ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کی رحمت تو سراسر رحمت تھی مگر اس گندگی کے ڈھیر میں جس کے اندر غلاظت بھری ہوئی تھی، اس غلاظت کی وجہ سے اس بارش نے اس کو فائدہ تو نہیں پہنچایا الٹا اس گندگی کی وجہ سے وہاں سے گذرنے والوں کو بھی تکلیف پہنچنے لگی۔ تو میرے دوستو جن دلوں میں سچائی ہوگی، محبت ہوگی، خلوص ہوگا تو یہ محفلیں ان دلوں کو مزید معطر کردیتی ہیں۔ مگر دلوں میں اگر خلوص کی جگہ بے بنیاد خدشات و اعتراضات ہوئے، گندگی و غلاظت ہوئی تو پھر ان دلوں کو فائدے کی بجائے نقصان ہی پہنچے گا۔ تو اس سارے فائدے اور نقصان کا مدار اس کی نیت کے اوپر ہے۔ اسی لیے ہمیشہ کوشش یہ کرنی چاہیے کہ ہمارے نیت خالص ہونی چاہیے۔ جس طرح حضرت محبوب سبحانی پیران پیر غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ واذا دخلت علیَّ فادخل عریانا۔

جب تو میرے پاس آنا چاہے تو بالکل خالی ہوکر آ۔ بلکل خالی ہوکر آ۔ اپنے حسب سے، اپنے نسب سے، اپنے علم سے، اپنی دنیا سے، اپنی خواہشوں سے خالی ہوکر آ۔ جس طرح شاگرد اپنے پہلے دن اسکول جاتا ہے تو اپنی تختی کو صاف بنا کے لے کے جاتا ہے حتیٰ کہ اس کے اوپر کوئی لکیر بھی نہیں ہوتی۔ استاد اس سے تختی لے کر اپنے قلم سے جو بھی نقش کرتا ہے شاگرد وہی پڑھتا ہے اور اسی کو ہی یاد کرتا ہے۔ لیکن اگر شاگرد استاد کے پاس جانے سے پہلے اسی تختی پر سیدھی لکیر نکال دے تو استاد اس کے اوپر ناراض ہوگا اور پڑھائے گا نہیں بلکہ واپس بھیج دے گا کہ واپس جا اور اس اپنی تختی کو صاف بناکے لے آ۔ اس پر کوئی بھی لکیر یا نشان مت بنانا۔ میں ہی اس تختی پر لکھوں گا اور تو جب اسی کو ہی پڑھے گا تب ہی کامیاب ہوگا۔ اسی طرح سے جب آدمی اللہ کے پیاروں کے محفلوں میں آئے تواپنے دل کو مکمل صاف بنادے اور اس میں کوئی بھی خیال نہ ہو سواء اس خیال کہ میں خطاکار ہوں، میں گنہگار ہوں اور مجھے کچھ حاصل کرنا چاہیے۔ جب ایسی توجہ، ایسے خیال سے جائے گا تبھی وہ فائدہ حاصل کرسکے گا۔

تو میں اپنے موضوع کی طرف آتا ہوں۔ اس عاجز نے جو آیت کریمہ آپ دوستوں کے سامنے تلاوت کی اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔

بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے فرشتے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف و سلام بھیجتے ہیں تو اے ایمان والو تم پر بھی لازم ہے کہ تم بھی میرے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلم پر درود سلام بھیجو۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مختلف انبیاء کرام علیہم السلام اس دنیا پہ بھیجے گئے۔ ان سب کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اعزاز و اکرام سے نوازا۔ ان کے اوپر مختلف کتاب اور صحیفے نازل فرمائے۔ ان کو مختلف علاقوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ بھیجتے رہے۔ ان کے علاقے محدود تھے۔ ان کا عرصہ محدود تھا کہ بھئی فلاں علاقے کے لیے فلاں پیغمبر ہے اور اس کی حیاتی تک، اس کے اس دنیا میں زندہ رہنے تک اسی کی شریعت نافذ رہے گی۔ اس کے بعد پھر دوسرا پیغمبر یا دوسرا نبی آئیگا اور پھر وہ اپنی شریعت کے احکامات اس دنیا میں نافذ کرے گا۔ وہ اپنی توحید و رسالت والے پیغامات کو عام کرے گا۔ پھرجب وہ اس دنیائے فانی سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف روانا ہوا پھر لوگوں کے اندر بے راہ روی پیدا ہوئی، ان کے اندر شرک پیدا ہوا، ان کے اندر گناہوں کی طرف رجحان بڑھ گیا پھر خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو بھیجا۔ پھر ان لوگوں کو ہدایت عطا فرمائی۔ تو یہ سلسلہ اسی طرح سے حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ السلام سے لے کر میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جاری رہا۔ انبیاء کرام آتے رہے۔ لوگوں کو ہدایت کا پیغام پہنچاتے رہے۔ ان کو مختلف اعزاز ملتے رہے۔ ان کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے شان و مرتبہ ملتا رہا۔ لیکن جو آیۂ کریمہ اس ناچیز نے تلاوت کی ہے وہ ایک ایسا امتیاز، اعزاز و شان ہے جو میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا گیا۔ مشرق ہو یا مغرب ہو، شمال ہو یا جنوب ہو، براعظم ایشیا ہو یا یورپ ہو۔ زمین کے جس خطے میں بھی آپ چلے جائیں وہاں ایمان اور اسلام والے ضرور موجود ہوں گے۔ کوئی بھی دنیا کا حصہ آج ایمان والوں سے خالی نہیں ہے۔ تو دنیا کے ہر خطے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کے مطابق مسلمان آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں ہر وقت درود بھیجتے رہتے ہیں۔ تو یہ دنیا بھر میں درود و سلام پڑھنا اور

دنیا بھر میں مسلمانوں کا موجود ہونا یہ صحابہ کی محنت و مجاہدہ ہے۔ ہم نے تو آج اپنی بد عملی اور غلط روش کی وجہ سے اسلام کو بدنام ہی کیا ہے۔ دین کو ہم نے انسانوں کے نظر میں داغ دار ہی بنایا ہے۔ آج قتل و غارت گری ہم مسلمانوں میں، ماں باپ کی نافرمانی ہم مسلمانوں میں، تعصب و فرقہ پرستی ہم مسلمانوں میں، چوری ہم مسلمانوں میں، اوروں کے مال کو غصب کرنا جیسی عادت ہمارے اندر پیدا ہوگئی ہے۔ رشوت خوری ہمارے اندر پیدا ہوگئی، حرام خوری جیسی عادت ہمارے اندر پیدا ہوگئی۔ ہماری ان سب ناگفتہ بہ عادتوں کو دیکھ کر اور ممالک میں رہنے والے لوگ، وہ غیر مسلم ہماری حالت کو دیکھ کر کہتے ہیں کیا دین اسلام اسی چیز کا نام ہے جو روش آج مسلمانوں میں نظر آرہی ہے؟ اس مملکت میں رہنے والے افراد میں نظر آرہی ہے؟ کیا دین اسلام اسی چیز کا نام ہے؟ بلکہ ہمارا کردار دیکھ کر وہ لوگ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ اگر دین اسلام یہی ہے تو پھر ہم اسی طرح ہی بہتر ہیں۔ جبکہ ہمارے اوپر لازم تھا کہ ہم اپنے کردار کے ذریعے ان غیر مسلموں کو دین کی طرف راغب کریں، متوجہ کریں مگر اس کے بجائے ہم نے ان کو اسلام سے ہی متنفر کردیا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ہم نے اگر اپنی غلط روش کو تبدیل نہ کیا، غلط عادتوں کو نہیں چھوڑا اور ترک نہیں کیا، ان بے حیائیوں برائیوں اور گناہوں کو ترک نہیں کیا تو کل اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم سے دو طرح کے جوابات کی طلبی کی جائے گی۔ ایک یہ کہ ہم نے خدا تعالیٰ کی اطاعت نہیں بلکہ سرکشی کی، نافرمانی کی، اللہ کے حدود کو توڑا، اپنے نفس کی خواہشات پر لبیک کی۔ دوسرا اس لیے کہ جو اور لوگ اسلامی تعلیمات کی طرف راغب ہورہے تھے وہ ہمارا بدکردار دیکھ کر اسلام سے دور ہوگئے۔ محروم رہ گئے۔ یقینا یہ جواب طلبی ہم سے ضرور کی جائے گی۔ جس طرح کوئی نہر ہو اس نہر کا پانی دور دراز تک پہنچ کر کھیتوں اور کھلیانوں کو سیراب کردے۔ باغات کو فائدہ پہنچائے پھر اگر اس نہر کے درمیان کوئی بڑا پتھر جو کئی ٹن وزنی ہو اور وہ طول اور عرض کے لحاظ سے بھی بڑا ہو۔ تو اگر وہ پتھر اس نہر کے درمیان آجائے تو وہ خود تو اس پانی سے کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں کرے گا کیونکہ اگر وہ پتھر سالہا سال تک اس چھوٹی سی نہر میں پڑا رہے تب بھی اس میں کوئی بھی پھول یا پودا نہیں اگے گا۔ اس پتھر میں کوئی بھی تبدیلی رونما نہیں ہوگی۔ وہ جیسا ہے ویسا ہی رہے گا۔ تو پتھر اس پانی کے

درمیان موجود رہنے کے باوجود نہ صرف خود محروم رہا بلکہ وہ نہر جو وسیع علاقے تک پہنچ کر سیراب کرتی تھی اس کی راہ میں رکاوٹ بن گیا۔ اسی طرح میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے دین اسلام، اس پیغام، اس فیضان کی راہ میں ہم رکاوٹ بن رہے ہیں۔ اس سے آپ اندازہ لگائیں جو اس نہر کا مالک ہوگا اس کے دل پہ کیا گذرتی ہوگی جب وہ اپنے باغ کو ویران ہوتا دیکھتا ہوگا۔ جب پھلدار درخت سوکھ کر اجڑ گئے ہوں گے تو اس باغ کے مالک کے دل پر کیا گذرتی ہوگی۔ تو آج جب ہمارے بداعمال کی وجہ سے میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے دوسرے غیر مسلم بجائے اس کے کہ کچھ حاصل کرتے، فیضیاب ہوتے مگر ہمارے کردار کی وجہ سے وہ بھی محروم ہوگئے۔ اب آپ یہ خود اندازہ کریں کہ میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے دل پر کیا گذرتی ہوگی کہ یہ میرے امتی ہیں؟ کہاں وہ میرے امتی جو صحابہ کرام کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ جنھوں نے اسلام کو عام کرنے کے لیے اپنے خون جگر سے اس کی آبیاری کی، اپنے وطن کو چھوڑا، مال کو قربان کیا بلکہ اپنی جانیں تک قربان کردیں اور کہاں یہ میرے امتی جو اس دین کو عام کرنے کی بجائے اس کی راہ میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔ اب آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ جس آقا صلّی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں عشق ہے، جس سے ہم محبت کی دعویٰ کرتے ہیں، جس کے اسم مبارک کو ہم لے کر درود و سلام بھیجتے ہیں لیکن اپنے عمل و کردار سے ہم آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا ثبوت نہیں دے رہے۔ اس محبت اور ایسی دعویٰ کی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بھی ضرورت نہیں۔ کیونکہ محبت تو ان کی قبول کی گئی جنھوں نے آقا صلّی اللہ علیہ وسلم کے آواز پر لبیک کہتے ہوئے آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کی۔ اپنے کردار و پیغام کے ذریعے اس کو دنیا بھر میں عام کردیا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہی پسند کیا۔ آپ نے ان کے ساتھ ہی بیٹھنے کو محبوب سمجھا اور ان کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کرتے رہے کہ یا رب العالمین ان لوگوں کو تو کامیاب فرما۔

میرے عزیزو دوستو! آج ہم اپنے عمل و کردار کو دیکھیں اور پھر ان صحابہ کرام کے عمل و کردار کو بھی دیکھیں پھر اپنے دل سے فتویٰ لیں کہ آج ہم کیا کررہے ہیں اور وہ صحابہ کرام کیا کرتے تھے۔ میں عرض

کررہا تھا کہ آج الحمدللہ وہ صحابہ کی محنت و کوشش سے دنیا کے ہر خطے میں مسلمان موجود ہیں۔ آج اگر کوئی سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے تو وہ اسلام ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کے باشندے جو کروڑوں اربوں ڈالر کے مالک ہیں لیکن ان کو بھی معلوم ہوگیا ہے دل کا سکون ان چیزوں میں نہیں ہے۔ مال اور دولت سے دل لگانا اور اس کی جستجو میں اپنی زندگی کو گذارنا بے وقوفی اور نادانی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ آج وہ سمجھتے ہیں کہ روح کی راحت کے لیے کسی اور چیز کی ضرورت ہے اور وہ ہے روحانیت اور یہ روحانیت اسلام کے سوا اور کسی مذہب میں نہیں ملتی۔

تو میں عرض کررہا تھا کہ دنیا بھر میں مسلمان موجود ہیں اور دنیاکے کونے کونے میں ہر وقت درود و سلام کا ورد جاری ہے۔ کوئی نہ کوئی امتی اس حسین و دلنشین ورد میں مصروف ہے اور پورے روئے زمین پر خدا کے پیارے دوست کا نام جاری و ساری ہے۔ جس طرح خود خداتعالی نے فرمایاکہ وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔

(سورۃ الم نشرح 94، آیۃ4)

اے میرے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلم ان مکے کے چند سرداروں کو دیکھ کر جو آپ کی دشمنی پر اتر آئے ہیں آپ پریشان نہ ہوں۔ جو کبھی آپ کو جادوگر کہتے ہیں معاذ اللہ اور کبھی معاذ اللہ دیوانہ کہتے ہیں۔ پھر آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کے اوپر پتھر پھینکتے ہیں اور کبھی بے ادبی اور گستاخی کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا اے میرے حبیب تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں یہ چند نادان اور بے وقوف انسان جو اپنی کم عقلی کی وجہ سے جو اپنی ضد و عناد کی وجہ سے اسلام جیسے مذہب سے جو سورج کی طرح روشن ہے، انکار کرتے ہیں۔ تو یہ ان کی بدنصیبی اور بد قسمتی ہے اور وہ اپنے انجام کو پہنچیں گے۔ لیکن اے میرے حبیب تمہیں یقین کرنا چاہیے کہ تمہارے نام کو میں خود بلند کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی امت، اپنے بندوں کو حکم دیا کہ اگر تم مجھ رب سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو، اگر میرے حبیب کے امتی ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تو تمہارا فرض ہے کہ ہر وقت میرے حبیب پر درود و سلام پڑھتے رہو۔ درود و سلام پڑھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو بلند درجے عطا فرماتا ہے۔ یہ

درود و سلام والی عظیم نعمت جو پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئی۔ یہ میرے حبیب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز ہے، خصوصیت ہے، آپ کا امتیاز ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے حبیب و محبوب میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی رضا کا خواہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کی رضا کا طالب ہے۔ آپ کی مسرت چاہتا ہے۔ اسی طرح میرے حبیب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے عظیم ترین دوست یار غار آپ کے پسندیدہ خدمت گار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے خواہاں ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا آپ کے ساتھ ایسا عشق تھا کہ آپ کی دوسری کوئی تمنا نہیں تھی کہ میں جہاد کروں یا فلاں نیکی کروں۔ بلکہ آپ کی فقط تین خواہشیں تھیں جن کا تعلق حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میری پہلی خواہش یہ ہے کہ میری آنکھیں ہوں اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور ہو۔ میں دیکھتا رہوں اس کے علاوہ میری کوئی خواہش کوئی طلب اور جستجو نہیں ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کو ایسا عشق ایسی محبت تھی کہ ایک دفعہ آکر عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم آپ کے قدموں پر قربان جاؤں میری ایسی حالت ہوگئی ہے کہ جب میں آپ کی خدمت عالیہ سے باہر جاتا ہوں تو جس طرف دیکھتا ہوں آپ نظرآتے ہیں۔ مشرق کی طرف دیکھوں، مغرب، شمال یا جنوب، جس طرف دیکھوں آپ نظر آتے ہیں۔ آسمان میں دیکھوں تو آپکا چہرہ انور نظر آتا ہے۔ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم بشری تقاضائیں میری ہیں۔ بشری کمزوریاں بھی ہیں میری، اگر میں جنگل میں قضائے حاجت کے خیال سے جاتا ہوں تو تب بھی مجھے آپ کا چہرہ انور نظر آتا ہے۔ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم یہ بے ادبی تو نہیں ہے؟ میں بہت شرمندہ ہوں، بہت پریشان ہوں، میرے لیے کیا حکم ہے؟ آقا ومولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم اپنے جانثار عاشق کی بات سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا صدیق تم خوش نصیب ہو۔ ایسی نعمت تو لاکھوں میں سے کسی ایک کو نصیب ہوتی ہے۔ ہم سے ایسی محبت تمھیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے تمھیں مبارک ہو۔ حضرت صدیق اکبر کو جیسی محبت آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم سے تھی ایسی محبت، ایسی نعمت کسی دوسرے شخص کو حاصل نہیں ہوسکتی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی دوسری خواہش کیا

تھی؟ آپ فرماتے ہیں میری دوسری خواہش یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے زیادہ دولت دے انفاق مالی علیٰ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم۔

وہ تمام دولت میں اپنے حبیب، اپنے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم پر قربان کرتا جاؤں۔ اسکے علاوہ کہیں بھی خرچ نہ کروں۔ فرمایا کہ تیسری خواہش یہ ہے کہ میری بیٹی جوان ہوجائے میں اسے اپنے حبیب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو نکاح میں دوں تاکہ یہ قرب، یہ نیکی مجھے زیادہ عطا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ تینوں خواہشات پوری فرمائیں۔

حضرت صدیق اکبر کا جو تعلق حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اسکی مثال ملنا مشکل ہے اور ایسا ہی تعلق حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کا آپ کے ساتھ تھا۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو فرمایا دنیا میں جس نے مجھ پر احسان کیا، جس نے مجھ سے نیکی کی اس کا بدلہ بلکہ اس سے زیادہ میں نے دنیا میں اسے دے دیا، لیکن صدیق اکبر نے میری جو خدمت کی، میری غلامی دی، مجھ پر اپنی جانی و مالی قربانیاں دیں اس کا بدلہ میں محمد صلّی اللہ علیہ وسلم نہیں دے سکا ہوں۔ اسکا بدلہ میری طرف سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن صدیق اکبر کو عطا فرمائے گا۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس یار غار سے کتنی محبت تھی۔

میں عرض کررہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میرے حبیب میں تیرے ذکر کو ساری دنیا میں بلند کروں گا۔ آج پوری دنیا میں نہ صرف درود و سلام پڑھے جاتے ہیں بلکہ دن میں پانچ مرتبہ آذان کی آواز دنیا کے ہر خطے میں گونجتی ہے۔ جاپان میں چلے جائیں وہاں آذان کی آواز گونجتی ہے۔ چین میں چلے جائیں وہاں آذان کی آواز گونجتی ہے۔ ہندوستان، پاکستان، ایشیا، یورپ جہاں بھی چلے جائیں آذان کی آواز آئے گی۔ آذان میں جب اللہ کی وحدانیت کے الفاظ بیان کیے جاتے ہیں اسکے ساتھ ساتھ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا تذکرہ بھی ہوتا ہے۔ یہ امتیازی خصوصیات اپنے حبیب کو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں۔

میں عرض کررہا تھا کہ جتنی محبت اور تعلق اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلم سے ہے اتنا ہی تعلق آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو اپنے یار غار صدیق اکبر سے تھا۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اِنَّ اللّٰہ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو انتہائی ادب و پیار سے حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم میری یہ التجا ہے کہ جو خاص الخاص کرم اللہ نے آپ پر فرمایا ہے، جو یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اپنے حبیب پر درود و سلام بھیجتا رہتا ہے۔ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم جو بھی انعام آج تک آپ پر ہوئے ہیں ان میں سے کچھ حصہ ہم غلاموں کو، ہم امتیوں کو بھی ملے گا؟ حضور نے ابھی اس بات کا جواب نہیں دیا تھا کہ جبرئیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم اللہ نے آپ کی اور آپ کے دوست کی طرف سلام بھیجا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مجھے صدیق اکبر سے پوچھ کر بتائیں کہ میں (اللہ تعالیٰ) صدیق اکبر پر راضی ہوں، کیا صدیق مجھ اللہ جل شانہ سے راضی ہے؟ اندازہ لگائیں کیا مقام ہے حضور کے صحابہ کا اللہ تعالیٰ کی نظر میں۔ آپ کے خدمت گاروں کا، آپ کے غلاموں کا کیا مقام ہے؟ اللہ تعالیٰ نہ صرف اپنے حبیب کی رضا جوئی فرماتے ہیں بلکہ صحابہ کی رضا جوئی بھی فرما رہے ہیں۔ میں عرض کررہا تھا کہ صدیق اکبر نے خدمت عالیہ میں یہ سوال پیش کیا ابھی جواب عطا نہیں ہوا تھا کہ جبرئیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور یہ آیہ نازل ہوئی۔

یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا اذْکُرُوا اللهَ ذِکْرًا کَثِیرًا۔ وَسَبِّحُوهُ بُکْرَةً وَأَصِیلًا۔ هُوَالَّذِی یُصَلِّی عَلَیْکُمْ وَمَلَائِکَتُهُ لِیُخْرِجَکُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِینَ رَحِیمًا۔ (سورۃ الاحزاب 33، آیۃ 43، 42، 41)

حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم آپ کے یار غار نے سوال پوچھا ہے کہ ایسی خاص مہربانی، ایک رحمت کا وعدہ، ایک تجلی کا وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ

کیااس میں سے انہیں حصہ ملے گا یا نہیں؟ تو ان کو بتائیں اگر رحمت کی تجلی سے کچھ حصہ چاہتے ہیں تو انہیں دو کام کرنے ہوں گے

اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا۔ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا۔ (سورۃ الاحزاب 33، آیۃ 41،42)

یہ دنیا کے خیالات اور فکر دل سے باہر نکال دیں۔ دنیا کی یادوں اور تعلقات کو ختم کردیں۔ یہ سراپا ذکر بن جائیں یعنی کثیر ذکر کریں۔ صبح شام ذکر کریں اور اسکے ساتھ ساتھ جو فرائض نماز کی صورت میں ان پر عائد کیے گئے ہیں ان کو پابندی سے ادا کرتے رہیں۔ تو اس رحمت خاص میں سے، جو رحمت تجھ حبیب صلّی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہے ہم اس سے انہیں بھی حصہ عطا فرمائیں گے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ وہ رحمت خاص جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اس میں سے آپ کو بھی حصہ عطا ہو تو دل سے تمام فکر ختم کردیں۔ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہوجائیں۔ نماز کو بھی پابندی سے ادا کریں تو پھر وہ درود و سلام جو اللہ اور اسکے ملائکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم پر بھیجتے ہیں اس میں سے تجھے بھی حصہ عطا ہوتا رہے گا۔ صرف زندگی میں ہی نہیں بلکہ بعد از موت بھی حصہ عطا ہوتا رہے گا۔ ذکر ایسا عظیم عمل ہے کہ جب ذاکر بندہ اللہ کو دل سے یاد کرتا ہے اور ذکر میں ایسا محو ہوتا ہے کہ اس کے دل سے دنیا کی تمام یادیں مٹ جاتی ہیں۔ وہ بندہ جب اس دنیا کو چھوڑتا ہے اور قبر میں اتارا جاتاہے لوگ سمجھتے ہیں یہ مرگیا، فنا ہوگیا ہے۔ اسکے سب اعمال منقطع ہوجاتے ہیں۔ جو خیراتیں کیں، جو نمازیں پڑھیں سو پڑھ لیں۔ ابھی کسی خیرات یا نماز کا ثواب اسے نہیں ملے گا۔ تلاوت جو کی سو کی، ابھی کسی تلاوت کا ثواب اسے نہیں ملے گا۔ مگر ذکر ایک ایسا عظیم عمل ہے کہ جس نے دنیا میں اللہ کو دل سے یاد کیا وہ وفات کر جائے تو بھی اس کا دل ذکر سے بند نہیں ہوتا اور قبر میں بھی اس کا دل ذکر کرتا ہے اور اس عمل کا ثواب اسے قبر میں بھی ملتا ہے۔ اس لیے وہ ذاتی تجلی جو اللہ نے اپنے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہے ذاکر بندے کی قبر پر تاقیامت نازل ہوتی رہتی ہے۔

ایک عالم دین مکہ معظمہ میں رہتا تھا جب وہ قضائے الٰہی سے وفات کر گیا تو اسے حرم پاک کی حدود میں دفن کیا گیا۔ کافی عرصہ کے بعد جب حرم کو بڑھانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو قبر کو منتقل کرنے کے لیے اسے کھودا گیا اور سب لوگ جانتے تھے یہ عالم دین کی قبر ہے۔ جب قبر کھودی گئی تو سب لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے، تعجب میں پڑگئے کہ اس قبر میں ایک عورت کی لاش پڑی تھی۔ یورپ کی عورت تھی۔ جیسا کہ دیکھا گیا ہے کہ ہر ایک براعظم کے رہنے والوں کے نقوش کا طریقہ مختلف ہے۔ ایشیا کے رہنے والوں کے نقوش الگ ہیں، یورپ والوں کے الگ۔ سب لوگ حیران ہوگئے کہ یہ تو مشہور عالم کی قبر ہے تو پھر یہ عورت کہاں سے آئی جسکی لاش بھی صحیح سلامت ہے۔ بہرحال اسے جب دوسری جگہ منتقل کرنے لگے تو وہاں ایک ایسا شخص بھی تھا جس نے کہا میں اس عورت کو پہچانتا ہوں۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ بتاؤ تم اس عورت کو کیسے پہچانتے ہو اور یہ عورت کہاں کی ہے؟ اس شخص نے بتایا میں خود فرانس کا رہائشی مسلمان ہوں۔ میرے پڑوس میں یہ عورت رہتی تھی اور میں اسے اسلام کے احکام سے آگاہ کرتا رہتا تھا۔ اسے اسلام سے اتنی دلچسپی پیدا ہوگئی کہ یہ خود آہستہ آہستہ اسلام کے رکن اور احکام کو سیکھنے لگی۔ نماز بھی پڑھنے لگی۔ اپنے رشتہ داروں سے ڈرتی بھی تھی لیکن یہ دل و جان سے اسلامی احکاموں کو قبول کرکے مسلمان ہوگئی۔ کافی عرصہ تک یہ مجھ سے اسلام کی تعلیمات حاصل کرتی رہی پھر میں وہاں سے آگیا۔ مجھے اس سے زیادہ معلومات نہیں ہے۔ ادھر قبر کی کھدائی کرنے والوں نے اس عالم دین کے عزیز و اقارب کو تلاش کیا، معلوم ہوا کہ اس کا کوئی وارث زندہ نہیں ہے صرف بیوی ہے جو ضعیف ہے۔ اس سے پوچھا گیا کہ بتاؤ تمہارے شوہر کا کیا قصور تھا؟ کیا گناہ تھا؟ کونسی بدعملی تھی کہ اسے حرم پاک کے اندر اللہ تعالٰی نے قبول نہیں فرمایا۔ اسے کسی دوسری جگہ منتقل کردیا؟ وہ جیسے کہتے ہیں کہ ہندستان میں ایک اللہ والا تھا اس کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ بے دینی عام ہوگئی ہے ابھی تبلیغ کیا کرنی ہے۔ میں یہاں سے ہجرت کرتا ہوں مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کرتا ہوں۔ وہیں میری وفات ہوگی اور جنت البقیع میں تدفین ہوگی اس سے بڑی میرے لیے خوش قسمتی کیاہے۔ اپنا تمام سامان تیار کرلیا۔ صبح اسے جانا تھا۔ رات کو سوگیا۔ خواب میں دیکھتا ہے کہ مدینہ عالیہ پہنچ چکا ہے۔ مدینہ منورہ کی زیارت

کرتے ہوئے جنت البقیع میں پہنچ چکا ہے۔ وہاں پر کئی لوگ موجود ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو قبروں کو کھود کر مردوں کو لے کر دوسری طرف لے جارہے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو دور دور سے لاش اٹھاکر لارہے ہیں اور ان کو ان کی جگہ دفن کر رہے ہیں۔ حیران ہوکر آگے بڑھا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں۔ پھر پوچھا تم یہ کیا کررہے ہو؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو یہاں پر آئے، وفات پائی اور یہیں دفن کیے گئے حالانکہ یہ یہاں دفن ہونے کے لائق نہیں ہیں۔ ان کے اعمال، ان کے اخلاق، ان کا تقویٰ اس لائق نہیں ہے کہ انہیں یہاں پر دفن کیا جائے۔ اس لیے ہم انہیں منتقل کررہے ہیں۔ کہا کہ پھر باہر سے کسے لارہے ہیں ہو؟ ملائکہ نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا کے کسی خطے میں بھی وفات کرگئے لیکن ان کی محبت کامل، ان کا عشق کامل ہے۔ ان کے اعمال صالح اور یہ متقی پرہیز گار ہیں۔ خدا کے ولی اور نیک ہیں۔ ان کی لاشوں کو دنیا کے مختلف خطوں سے اٹھاکر یہاں دفن کیا جارہا ہے۔ جب اس بزرگ نے یہ خواب دیکھا تو اپنا ارادہ ملتوی کردیا، صبح کو اپنا سامان کھول کررکھ دیا اور کہا کہ مجھے حکم ہوگیا ہے کہ اگر میرے اعمال اچھے ہوئے، میری نیت سچی ہوئی، میرا عشق کامل ہوا تو میں مدینہ منورہ پہنچ جاؤں گا۔ تو میرے دوستو عزیزو اس بات کا دارومدار ہماری نیت اور محبت پر ہے کہ یہ کتنی سچی اور کامل ہے۔

میں عرض کررہا تھا کہ آخر اس عورت سے دریافت کیا گیا کہ تیرے شوہر کا کیا قصور تھا؟ اس نے کہا مجھے کوئی بات یاد نہیں فقط ایک بات یاد ہے، سردی کے موسم کی سرد راتیں ہوتی تھیں اور وہ مجھ سے ہم بستر ہوتا تھا اور اسے غسل کی ضرورت پڑتی تھی اور یہ کہتا تھا اتنی سردی میں غسل کرنا مشکل ہے، دین عیسوی میں بڑی سہولت ہے کیونکہ اس میں غسل جنابت فرض نہیں ہے۔ یہ بات وہ اپنی زبان پر لاتا تھا اس وجہ سے کہ اس نے دین عیسوی کو پسند کیا یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آئی اور اسے حرم میں جگہ نہ ملی اور عیسائیوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والی عیسوی مذہب کی پیروکار فرانس کی رہائشی عورت جسکے دل میں عشق ہے ایمان لاتی ہے اس محبت کی وجہ سے فرانس سے لاکر مدینہ طیبہ میں دفن کی جاتی ہے۔

میرے دوستو عزیزو! اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ جسے جس سے محبت ہوتی ہے وہ اس کے احکام کی پیروی کرتا ہے۔ اس کے حکموں کو دل سے پسند بھی کرتا ہے۔ پہلے تو ہم احکام پر عمل ہی نہیں کرتے اگر عمل کرتے بھی ہیں تو دل سے پسند نہیں کرتے۔ جس طرح شکم سیر شخص کے سامنے کتنا ہی لذیذ بعام رکھ دیں وہ نہیں کھائے گا مگر جسے بھوک ہوگی وہ اسے شوق سے کھائے گا۔ نماز تو ہم پڑھتے ہیں لیکن وہ لذت ہم نماز سے حاصل نہیں کرتے۔ نماز تو وہ عظیم ترین عمل ہے جس میں اللہ کی رضا اور دیدار پوشیدہ ہے۔ ان تعبد اللہ کانک تراہ

تو ایسے عبادت کر جیسے تو اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ ایک اللہ والے کا واقعہ ہے کہ اس نے ایک عالم دین سے پوچھا کہ حضور جنتی جب جنت میں جائیں گے تو کیا جنت میں بھی نماز پڑھی جائے گی؟ اس عالم دین نے جواب دیا کہ قبلہ عمل تو دنیا میں ہے، دنیا دار العمل ہے اور جنت دار الجزا ہے۔ یہاں پر جو عمل کیا سو کیا۔ نمازیں پڑھیں، صلوۃ التسبیح پڑھیں، روزے رکھے مگر قبلہ وہاں پر اللہ کی طرف سے عیش و آرام ہوگا۔ باغات، میوات اور ہر طرح کا سامان ہوگا۔ یہ سن کر بزرگ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ روکر کہنے لگا کہ عالم صاحب اگر جنت میں نماز نہیں ہوگی تو ہمارا وقت کیسے گذرے گا۔ اس بزرگ کی نظر جنت کی حور و غلمان پر نہیں تھی، جنت کے ثمرات پر نہیں تھی، وہ محل اسے پسند نہیں آئے جن کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنائی گئی ہیں۔ جن میں مشک و عنبر استعمال کیا گیا ہے۔ اس طرف توجہ نہیں کہ عالیشان باغ ہوں گے جو تاحد نگاہ نظر آئیں گے۔ دودھ اور شہد کی میٹھی اور ٹھنڈی نہروں کی طرف بزرگ کی توجہ نہیں گئی۔ اس کی توجہ صرف نماز کی طرف گئی کیونکہ اسے نماز میں وہ لطف اور مزہ آتا ہے جو جنت کی تمام چیزوں میں نظر نہیں آتا۔ اس لیے کہ بزرگ کو نماز میں اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوتا تھا۔ ابھی یہ اندازہ لگائیں کہ تمہاری اور ہماری نماز میں کتنی دل لگتی ہے۔ ہمارے ایک دوست نے ہمیں بتایا کہ حضور ایک مسجد میں خطیب سے میری ملاقات ہوئی تو اس نے کہا سائیں سچی بات بتاؤں؟ میں نے کہا بتاؤ۔ خطیب نے کہا اگر میں امام نہ ہوتا اور جو چار پیسے تنخواہ مجھے ملتی ہے اگر نہ ملتی تو شاید مجھے نماز نصیب نہ ہوتی۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ آج

ہماری حالت کیا ہے؟ کیا ایسے کاموں سے تم اللہ کے حبیب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی رضا کو حاصل کرو گے؟ یہ تمہارا عشق ہے؟ یہ تمہاری محبت ہے؟ احباب کے ساتھ گھنٹوں کے گھنٹوں باتیں کرتے ہو۔ بازاروں میں گھوم سکتے ہو۔ فلموں میں اور سینماؤں پر جاکر وقت برباد کرسکتے ہو حالانکہ وہ گناہ کبیرہ ہے اور تمہیں یہ توفیق نہیں ہوئی کہ مسجد میں جاکر خدا کا فرض ادا کریں۔ کیا یہ تمہاری محبت ہے اللہ تعالیٰ سے؟ یہ تمہاری محبت ہے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے؟ جبکہ ہمارے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی اپنے امتیوں سے کتنی محبت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چند صحابہ کرام ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور آپس میں گفتگو کررہے تھے۔ گفتگو کرتے کرتے انبیاء کرام کا تذکرہ آگیا۔ اتنے میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے۔ صحابہ کرام کی گفتگو جاری ہے۔ ایک صحابی نے کہا سیدنا آدم علیٰ نبینا علیہ السلام کتنے برگزیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء میں سے آپ کو پسند کیا اور امتیازی شان عطا فرمائی۔ دوسرے صحابی نے کہا سیدنا آدم علیٰ نبینا علیہ السلام کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بلند مرتبہ عطا ہوا اور اللہ نے آپ کو اپنا دوست کہہ کر بلایا۔ کیا مقام ہے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا کہ کافر آپ کو کہتے ہیں آپ اللہ کی تبلیغ سے رک جائیں، اسکی دعوت سے رک جائیں، ہمارے بتوں کو برا بھلا نہ کہیں، ان کی عبادت اور پوجا سے نہ روکیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے سامنے ہوجاتے ہیں۔ ان کا مقابلہ کرتے ہیں۔ وہ کافر نمرود، اپنے وقت کا بادشاہ آپ کو عذاب دینے کے لیے اپنی رعیت کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دیتاہے۔ لکڑیاں جمع کی گئیں آگ لگائی گئی ہے۔ قرآن مجید میں یہ واقعہ موجود ہے کہ آپ کو آگ کے الاؤ میں پھینکنے کے لیے منجنیق بنائی گئی۔ آگ اتنی گرم ہے کہ کوئی پرندہ اوپر سے اڑ نہیں سکتا، کوئی قریب نہیں جاسکتا۔ جب حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکنے کا وقت قریب آیا تو ملائکہ نے عرض کی یا رب العالمین یہ تیرا خلیل آگ میں ڈالا جارہا ہے کیا ہمیں اجازت ہے کہ ہم اس کی مدد کریں؟ اللہ تعالیٰ تو علیم خبیر ہے، دلوں کے رازوں کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تمہاری مدد قبول کرتا ہے تو کرو۔ جبرئیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے یا خلیل اللہ میں آپکا

خدمتگار دوست ہوں، یہ کافر آپ کو نہیں چھوڑیں گے۔ آپ کو آگ میں پھینکنے والے ہیں۔ مجھ کو حکم دیں ایک پر سے انہیں نیست و نابود کردوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت دے دی ہے مگر آپ کی اجازت سے مشروط ہے یا مجھے اجازت دیں تو آپ کو کسی محفوظ مقام پر لے جاؤں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے جبرئیل مجھے تیری مدد اور تعاون کی ضرورت نہیں ہے میرے لیے اللہ جلشانہ کافی ہے۔ تو دیکھتا ہے مگر تجھ سے زیادہ اس وقت مجھے اللہ دیکھ رہا ہے۔ تیری مجھ سے محبت ہے مگر تجھ سے زیادہ اللہ کی محبت میرے ساتھ ہے۔ جس نے مجھے خلیل بنایا۔ کیا وہ مجھے ضایع کریگا؟ اگر مجھے آگ میں پھینکنے میں اس کی رضا ہے تو میں راضی ہوں۔ حضرت میکائیل علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا یا رب العالمین یہ تیرا برگزیدہ بندہ ہے، تیرا خلیل ہے، مجھے اجازت دو میں اس کی خدمت میں حاضر ہوجاؤں۔ حضرت میکائیل کو اجازت مل گئی۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی یا حضرتا، اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر آپ کا خادم حاضر ہے۔ مجھے صرف حکم دیں میں ایک بادل کو حکم دیتا ہوں وہ اتنا پانی برسائے گا کہ آگ ختم ہوجائے گی اور کبھی بھی نہ جلے گی یا مجھے اجازت دیں تو میں آپ کو دوسری جگہ منتقل کردوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہی جواب دیا اے میکائیل کیا تجھے رب سے زیادہ میرے ساتھ محبت ہے؟ اگر خدا کی رضا اس میں ہے کہ میں آگ میں پھینکا جاؤں تو میں راضی ہوں۔ ایسے فرشتے آتے رہے سب لوٹتے رہے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے دوست کو آزما رہا تھا۔ پھر آپ کو اس آگ کے درمیان پھینکا گیا۔ ہم اور آپ اگر آگ میں انگلی لگائیں تو پتہ چلتا ہے کہ کیا اس کی تپش ہے لیکن اتنے بڑے الاؤ کے درمیان حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پھینکا گیا پھر بھی آپ کے ہونٹوں، چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ آپ مسکرارہے تھے کیونکہ آپ جانتے تھے کہ آگ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے۔ میں بھی خدا کا بندہ ہوں۔ اگر آگ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم ہے تو یہ مجھے جلائے گی۔ اگر خدا راضی ہے تو میں خوش ہوں۔ اگر آگ کو حکم نہیں ہے جلانے کا تو پھر اسے طاقت نہیں ہے کہ مجھے جلائے۔ اس آگ کے درمیان حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی رضا کو حاصل کیا۔

اے میرے بھائی! اے میرے دوست! تو تو تھوڑی سی مشکلات میں، تو تھوڑی سی تکلیف میں صبر چھوڑدیتا ہے اور کہتا ہے کہ ابھی میرے لیے راستہ ہی نہیں بچا۔ کبھی اس کی طرف بھاگتا ہے کبھی اس کی طرف بھاگتا ہے۔ پھر تیرے دل میں یہ خواہشات پیدا ہوتی ہیں کہ یہ تکلیفیں میرے مولٰی مجھ پر ہی کیوں؟ اے انسان تو یاد رکھ صرف تجھ پر ہی مصیبت نہیں آئی ہے تجھ سے زیادہ مصیبتیں ان پر آئی ہیں جو خدا تعالٰی کو زیادہ پسند ہیں، تجھ سے زیادہ خدا کے محبوب ہیں۔ جتنا زیادہ انہیں قرب عطا کیا گیا اتنا زیادہ ہی انہیں آزمایا گیا۔ آقا و مولٰی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنا مجھے آزمایا گیا، جتنی مجھے ایذا دی گئی اتنی دنیا میں کسی نبی کو ایذا نہیں دی گئی۔

میں عرض کررہا تھا ان صحابہ کرام نے اپنے تذکرے کو جاری رکھا۔ دوسرے نے کہا موسٰی علی نبینا علیہ السلام کو یہ مقام عطا ہوا کہ براہ راست اللہ سے ہمکلام ہوئے۔ تیسرے نے کہا حضرت عیسٰی علیہ السلام کو کلمۃ اللہ، روح اللہ کا مقام، اعزاز، شرف اور شان عطا ہوا۔ حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم یہ سب باتیں سنتے رہے اور مسکراتے رہے۔ آخر میں صحابہ کرام کو فرمایا جو کچھ تم نے کہا وہ برحق ہے۔ اللہ تعالٰی نے آدم علیہ السلام کو اپنا برگزیدہ بنایا اس میں شک نہیں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالٰی نے اپنا خلیل بنایا اس میں بھی شک نہیں ہے۔ موسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالٰی نے اپنا کلیم بنایا، اپنی ہم کلامی کا شرف بخشا اس میں بھی کوئی شک نہیں۔ عیسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالٰی نے کلمۃ اللہ اور روح اللہ کا شرف بخشا اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن اے صحابیو! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان سب سے زیادہ اللہ تعالٰی نے مجھ کو اعزاز عطا فرمایا ہے کہ مجھے اپنا حبیب اللہ بنایا ہے۔ اللہ تعالٰی نے مجھے یہ اعزاز عطا فرمایا ہے کہ قیامت کے دن جب تمام انبیاء محشر کے میدان میں ہوں گے، سب اللہ تعالٰی سے اپنی جان کی امان مانگ رہے ہوں گے۔ اس وقت میں اللہ تعالٰی مجھے حمد والا جھنڈا عطا فرمائے گا جو میں ہاتھ میں اٹھاؤں گا۔ اس جھنڈے کے سائے میں نہ صرف میرے امتی آئیں گے بلکہ تمام انبیاء بھی آئیں گے۔ تمام انبیاء کی امتیں بھی آئیں گی اور سب سے پہلے شفاعت کے لیے بارگاہ خداوندی میں عرض میں کروں گا اور اللہ تعالٰی میری التجاء کو قبول کرتے ہوئے شفاعت کا دروازہ کھول

دیں گے۔ میں اپنی امت کی قطاروں کو لے کر سب سے پہلے جنت کے دروازے پر پہنچوں گا۔ سب سے پہلے جنت دروازے کی زنجیر کو ہلانے والا میں ہوں گا۔ حضرت آدم علیہ السلام موجود ہوں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام موجود ہوں گے، موسیٰ علیہ السلام موجود ہوں گے، تما م انبیاء کرام موجود ہونگے لیکن یہ تمام اعزاز اللہ تعالیٰ مجھے عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ میری اس زنجیر کی آواز پر اپنی جنت کے دروازے کھول دے گا اور تمام انبیاء سے پہلے میرے پیچھے میرے غریب امتی ہوں گے، فقیر مسکین امتی ہوں گے۔

اے غریب مسکین تجھے اس بات کا دکھ نہیں ہونا چاہیے کہ تو غریب اور مسکین ہے۔ یہ تیرے لیے اعزاز ہے کیونکہ میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی تھی

اللّٰھم احیینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین۔

اے میرے مولیٰ مجھے مسکینوں میں ہی زندہ رکھ، مجھے موت آئے تو میں مسکینوں میں ہی ہوں اور قیامت کے دن مجھے مسکینوں کی جماعت کے ساتھ اٹھانا۔ آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں میری امت کے مسکین امیروں اور رئیسوں سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے۔ یہ امیر یہ رئیس انتظار میں ہوں گے اور میرے غریب امتی پہلے جنت میں پہنچ جائیں گے۔ اس سے تم اندازہ لگاؤ کہ غریبوں اور مسکینوں سے میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو کتنی محبت تھی۔ تو بھی سراپا محبت بن جا۔ سراپا شفقت بن جا۔ تجھے بھی اپنے ماں باپ سے پیار ہو۔ اپنے گھر والوں سے پیار ہو۔ پڑوسیوں سے اچھا سلوک کر۔ جمیع امت کے ساتھ محبت ہونی چاہیے۔ اگر کوئی گنہگار ہے اسے تو گنہگار سمجھتا ہے مگر اس سے بھی تجھے پیار ہونا چاہیے کیونکہ ممکن ہے جسے تو گنہگار سمجھتا ہے، اس سے نفرت کرتا ہے مستقبل میں وہ نیک بن جائے۔ اللہ تعالیٰ تو بڑا مہربان ہے وہ نیک اور پرہیزگار بن جائے۔ اور یہ بھی تو ممکن ہے معاذ اللہ تو اور میں شیطان کے جال میں آجائیں اس راہ سے ہٹ کر گناہ کے راستے پر آجائیں۔ اس لیے گنہگاروں سے تمہیں کبھی بھی نفرت نہیں کرنی چاہیے۔

الخلق عیال اللہ

جمیع مخلوق خدا کا کنبہ ہے۔ میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی ہے کہ جمیع مخلوق سے محبت کرو۔ چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ہو۔ ایک صحابی فرماتا ہے کہ ہم مدینہ منورہ میں ایک جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم رونق افروز تھے۔ اچانک چند لوگ جنازہ لے کر گذرتے ہیں۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کی نظر جب پڑی تو آپ کھڑے ہوجاتے ہیں۔ ہم آپ کی اطاعت میں کھڑے ہوجاتے ہیں اور حیران ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم یہ یہودی وہ ہے جسکا جنازہ جارہاہے جو آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے، جو دین اسلام کا مخالف ہے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ یہودی ہے تو کیا ہوا، انسان تو ہے۔ اور انسان ہونے کے ناطے ہمارا حق بنتا ہے۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کو مخلوق کے پیار سے اللہ تعالیٰ نے کتنا لبریز کردیا تھا۔ وہ طائف کے انسان جنہوں نے آپ پر پتھر برسائے۔ جنہوں نے آپ پر کتے چھوڑے۔ جنہوں نے آپ کو تکلیف اور ایذا دیں۔ اپنے لوفر لڑکوں کو بھیجا جو آپ کے پیچھے سیٹیاں بجاتے ہیں، تالیاں بجاتے ہیں مذاق اڑاتے ہیں، اتنی تکلیف اور ایذا کسی دوسری جگہ تبلیغ کی وجہ سے نہیں ملی تھی جتنی طائف کے میدان میں آپ کو دی گئی۔ لیکن آپ کا حوصلہ دیکھیں، آپ کی محبت دیکھیں، آپ کی شفقت دیکھیں، فتح مکہ کے دن جب مکہ مکرمہ کے ارد گرد رہنے والے تمام قبیلے قطار در قطار اسلا م میں داخل ہورہے ہیں، طائف کے وہ لوگ جو آپ کے دشمن تھے، جنہوں نے آپ کو تکلیفیں دی تھیں۔ ان میں سے کچھ لوگ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ صحابہ کرام کا لشکر دس ہزار سے زیادہ فوج پر مشتمل ہے۔ اس سے بھی زیادہ فوج مسلم موجود ہے۔ کسی کو ہمت نہیں کہ آپ کے سامنے کچھ کہے۔ طائف والے ایک چھوٹے علاقے، ایک چھوٹے قبیلے کے رہنے والے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام باتوں کو بھلادیا کہ ان لوگوں نے طائف میں ہمارے ساتھ کیا کیا تھا۔ پینے کے لیے پانی نہیں دیا تھا بلکہ پتھر برسائے تھے۔ کتے چھوڑے تھے، ان آوارہ لڑکوں کو چھوڑا جو حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی دل آزاری کررہے تھے۔ آپ صلّی اللہ

علیہ وسلم نے دوسروں سے زیادہ طائف والوں کو پیار دیا۔ حرم کعبہ کے قریب صحن میں بڑا خیمہ لگاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ طائف والوں سے خاص ہے۔ وہ طائف والے جو آپ پر ظلم کرتے تھے اور پتھر برساتے تھے وہ اس خیمہ میں رہتے ہیں۔ ہر وقت اپنی نگرانی میں آپ کھانا بھیجتے ہیں۔ تحفے بھیجتے ہیں۔ کچھ دن رہنے کے بعد آپ کے اخلاق مبارک، محبت و شفقت دیکھ کر وہ اتنے متاثر ہوئے کہ دائرہ اسلام میں داخل ہوجاتے ہیں یہ اخلاق نبوی ہے۔

اے مسلمان تجھ میں وہ اخلاق پیدا ہونا چاہیے، تجھ میں وہ صبر و تحمل و بردباری پیدا ہونی چاہیے، اس کے سوا تو کبھی کامیابی اور کامرانی حاصل نہیں کرسکتا۔ جو تم دعویٰ کرتے ہو کہ فلاں ملک کو فتح کردیں گے، وہاں اسلام کا جھنڈا سربلند کردیں گے۔ یہ اسلحے اور بندوقوں سے نہیں ہوگا بلکہ یہ اخلاق نبوی سے ممکن ہے۔ جب تک تمہارے اندر وہ اخلاق پیدا نہیں ہوتا۔ جب تک تمہارے دل میں رحم والا مادہ پیدا نہیں ہوتا تب تک تم کامیاب نہیں ہوسکتے۔ ابوسفیان کی اہلیہ جسکا نام ہندہ ہے۔ جس نے میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے پیارے چچا حضرت امیر حمزہ کی وفات کے بعد آپ کے جسم اطہر کی بے حرمتی کی کہ آپ کے جسم اطہر کو چاک کرکے دل مبارک نکال کر چباتی ہے۔ اندازہ لگائیں کہ دشمنی کی انتہا کیا ہے؟ جب وہ ہندہ نامی عورت حرم کعبہ میں میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوتی ہے تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلم وہ تمام باتیں بھول کر اسے محبت و شفقت سے نوازتے ہیں۔ اس موقعہ پر آپ نے عورتوں کو مختلف طریقوں سے بیعت فرمایا جیسے کچھ روایتوں میں آتا ہے کہ بڑا برتن لایا گیا جس میں پانی رکھا گیا۔ اس موقعہ پر ہندہ نامی عورت بھی موجود تھی آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی میں اپنی انگلی مبارک ڈالی، دوسری عورتوں نے بھی اپنی انگلیاں ڈالیں اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کی دعائیں پڑھا کر انہیں دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے انسان ذات سے کتنی محبت و شفقت عطا کی۔ میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ آج اپنے بھی کرتے ہیں، غیر بھی کرتے ہیں۔ انگریز ہوں، یورپ میں رہنے والے عیسائی ہوں، امریکا کے رہائشی یہودی ہوں، ان کو میرے آقا و مولیٰ

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے نام کا پتہ ہے اورآپ کا نام لیتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اتنا اعزاز اور شان عطا فرمایا۔ آپ کو حسن اخلاق سے نوازا آپ کو خوب صورت اور خوب سیرت بنایا، یہ اوصاف تم اپنے اندر پیدا کرو تاکہ تم خدا کی رحمت کے حقدار بن جاؤ۔

جو آیت کریمہ میں نے تلاوت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ رحمت ذاتی میں اس وقت اپنے بندوں کو عطا کروں گا جب وہ کثرت سے ذکر کریں گے۔ اس ذکر کے طریقے کو دل و جاں سے تم حاصل کرو۔ بائیں طرف انسان کی دل ہے۔ یہ ذکر خفی ہے، حضرات نقشبند کا ذکر ہے جیسے اس عاجز نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا کہ آپ کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرتے ہیں حضور اس سے ہم کو حصہ عطا ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ذکر کرو، ذکر کثیر کرو،۔ذکر کثیر زبان سے ہروقت نہیں ہوسکتا۔ ذکر قلبی ہوسکتا ہے۔

جس طریقے کا بھی ہمارا دوست ہو جس بھی سلسلے سے وابستہ ہو ان کو اس وظیفے کی عام دعوت ہے۔ مرید جس کے بھی ہو اسی کے رہو۔ یہ ذکر اسم ذات کرتے رہیں انشاء اللہ آپ کا قلب روشن ہوجائے گا، دل باخدا ہوجائے گا، تحمل و بردباری کا مادہ پیدا ہوگا، محبت و پیار پیدا ہوگا، دل میں عجز و انکساری پیدا ہوگی، اپنے گناہوں کا احساس پیدا ہوگا پھر تم اللہ کی رحمت کو حاصل کرو گے اس کی مغفرت پاؤ گے۔

طریقہ ذکر یہ ہے کہ بائیں جانب انسان کا دل ہے، اس دل میں اسم ذات کا خیال رکھیں۔ اٹھنے بیٹھنے میں، چلنے پھرنے میں، کھانے میں، پینے میں، لینے دینے میں، کام کاج، میں وضو ہو یا نہ ہو یہ دل میں خیال رہے کہ دل کہہ رہا ہے اللہ اللہ اللہ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق ذکر بخشے۔

جشن عید میلاد النبی صلّی اللہ علیہ وسلم

بمقام: جامع مسجد جنت الفردوس فراز ولاز فیز 2 قاسم آباد حیدرآباد

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَیُزَکِّیۡھِمۡ وَیُعَلِّمُھُمُ الۡکِتَابَ وَالۡحِکۡمَۃَ۔ (سورۃ آل عمران3، آیۃ164)

صدق اللہ العظیم

فقال اللہ تبارک و تعالیٰ فی شان حبیبہ

اِنَّ اللہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ، یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا۔

(سورۃ الاحزاب33، آیۃ56)

اللّٰھم صلی علیٰ سیدنا و مولانا محمد وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین۔

یہاں اہل علم اور بہت بڑی تعداد میں اہل دل، صالح، متقی، پرہیزگار انسان موجود ہیں۔ ان کی معیت، ان کی ہم نشینی، یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ خطاب کی وہاں ضرورت نہیں ہوتی جہاں پر اہل دل موجود ہوں کیونکہ یہ فیضان نبوی صلّی اللہ علیہ وسلم ہے جو انسان کے سینہ سے تعلق رکھتا ہے، انسان کے قلب سے تعلق رکھتا ہے اور یہ دل کے تعلق سے حاصل ہوتا اور ایسی محفل کا مقام و مرتبہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی نظر میں کتنا

بلند ہوتا ہے۔ میرے آقا و مولی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تبارک و تعالٰی کے دائیں طرف نورانی منبر پر ہوں گے (جبکہ اللہ تبارک و تعالٰی کے دونوں طرف دائیں ہیں) اور ان پر نورانی شخص موجود ہوں گے، جن کے چہرے سے نور کی شعائیں نکل رہی ہوں گی اور لوگ حیران ہوکر ان کی طرف دیکھ رہے ہوں گے اور ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہوں گے کہ یہ کون ہیں؟ کیا یہ شہید ہیں؟ کیا عالم ہیں؟ کیا یہ فاضل ہیں؟ کیا یہ مجاہد ہیں؟ کیا یہ سخی ہیں؟ انکا عمل کونسا ہے کہ آج اللہ تبارک و تعالٰی کے قرب سے اور اللہ تبارک و تعالٰی کی معیت سے سرفراز ہورہے ہیں اور تمام لوگوں سے ممتاز نظر آرہے ہیں؟ اللہ تبارک و تعالٰی کی طرف سے جواب عنایت کیا جائے گا کہ یہ عالم، فاضل، مجاہد، سخی نہیں ہیں لیکن یہ میرے دوست ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں میرے لیے ایک دوسرے سے محبت کیا کرتے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو میرے لیے ایک دوسرے سے مل کر بیٹھتے تھے، یہ وہ لوگ ہیں جو میرے لیے ایک دوسرے سے جدا ہوتے تھے۔ اس لیے آج میں نے ان کو یہ مرتبہ عطا کیا ہے۔

اسی طرح آج اس محفل کے انعقاد پر جب ہم غور کرتے ہیں تو اور کوئی مقصد نہیں سوائے اس کے لایریدون الا وجھه کہ ہمیں اللہ تبارک و تعالٰی کی رضا حاصل ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور ارادہ نہیں، اس کے علاوہ اور کوئی تمنا نہیں اور کوئی جستجو نہیں۔ اللہ تبارک و تعالٰی ہر ایک انسان کی نیت سے واقف ہے اور ان کے دلوں کی باتوں کو جانتا ہے۔ اگر ہمارے اور آپ کے دل میں اخلاص ہے، نیت خالص ہے تو پھر یہ خوشخبری بھی سن لیں، یہ مرتبہ بھی سن لیں، یہ بشارت بھی سن لیں کہ جو لوگ اس نیت سے ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، ان پر اللہ تبارک و تعالٰی کا کتنا کرم ہوتا ہے۔ احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کچھ لوگ ایسے ہوں جو مختلف گروہوں سے تعلق رکھتے ہوں، مختلف ذاتوں سے تعلق رکھتے ہوں، مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے ہوں، مختلف قبیلوں سے تعلق رکھتے ہوں، مختلف صورتوں والے ہوں، مختلف ناموں والے ہوں، ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بیٹھتے ہوں، ان کے اکٹھے ہونے کا مقصد ایک ہو، دوسری ہر چیز مختلف ہو،صورت مختلف، نام

مختلف، علاقے مختلف۔ جیسا کہ آج کے پرفتن دور میں جب انسان اپنی نفسانی خواہشات میں انتہائی حد تک محو مگن ہوگیا ہے کہ اسے اپنے نفس کے علاوہ، اپنی خواہش کے علاوہ اور کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ ایثار قربانی کا مادہ باقی نہیں رہا، سخاوت باقی نہیں رہی، صدق باقی نہیں رہا، محبت باقی نہیں رہی، خلوص باقی نہیں رہا۔ انسان آج انسانیت سے گر گیا ہے بلکہ حیوانوں سے بھی بدتر ہوگیا ہے۔ کیونکہ حیوانوں کو بھی اپنے ہم جنسوں کا کچھ نہ کچھ تو خیال ہوتا ہے۔ آج انسان انسان کا قاتل بن گیا ہے، انسان کی عزت کا لٹیرا بن گیاہے، انسان انسان کے مال کا لٹیرا بن گیا ہے۔ ایسے پرفتن دور میں میرے دوستو اس بات کا مقام اور بھی مزید بلند ہوجاتا ہے۔ جب ایسی حالت ہو، ایسی کیفیت ہو اور اس کے باوجود کچھ ایسے لوگ ہوں جن کی اس حدیث شریف کے مطابق ان کی محبت بھی خدا کے لیے، ان کی ملاقات بھی خدا کے لیے، ان کا مصافحہ بھی خدا کے لیے، ان کا وصال بھی خدا کے لیے، ان کا فصال بھی خدا کے لیے ہو، تو پھر میرے دوستو موجودہ دور میں ان کا مقام و مرتبہ کتنا بلند ہے۔ یقینا وہ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں۔ ان پر خدا کی رحمت ہے۔ ان پر خدا کی رضا ہے کہ ایسے پرفتن دور میں بھی ان کے اندر یہ عشق پیدا ہوا کہ اپنی ذات کو بھلادیں، اپنے ناموں کو بھلادیں، اپنے علاقوں کو بھلادیں، ان کی نظر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو اور جب یہ فکر پید ہوگا تو انسان انسانیت کے بلند مقام پر پہنچ سکتاہے۔ یہی وہ فکر تھی جو میرے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلّی اللہ علیہ وسلم لے کر اس دنیا میں مبعوث ہوئے۔ ارشاد فرمایا وَيُزَكِّيهِم محبوب کریم صلّی اللہ علیہ وسلم ان کو پاک کرنے آئے ہیں۔ حیوانوں کے سے حال تھے، افعال اور کردار برے تھے۔ جب آقا صلّی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں آئے، آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگاہ کرم سے ان کے دلوں کی صفائی فرمائی۔ ان کے نفسوں کو پاک فرمایا۔ ان کو انسانیت کی بلندیوں پر فائز فرمایا۔ وہ لوگ جو چرواہے تھے، بھیڑ بکریاں پالتے تھے، جنگل میں رہنے والے تھے، جن سے متمدن دنیا نفرت کرتی تھی، ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی تھی لیکن جب وہ آقا صلّی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں آئے اور آقا صلّی اللہ علیہ وسلم کی ہم نشینی اختیار کی، محبت سے زیارت اور تعلق قائم کیا تو ان کو اتنا بلند مقام حاصل ہوا کہ ان کے نام لے کر قرآن مجید میں تعریف کی گئی۔

میرے دوستو! یہ میلاد شریف کا مہینہ ہے۔ عاشقوں کے دلوں میں عشق کے اضافہ کا مہینہ ہے۔ آج حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے کا مہینہ ہے۔ لیکن میرے دوستو! افسوس ہے ہم پر کہ ہمارا عشق سال میں صرف ایک مہینہ چلتا ہے یا صرف ایک دن چلتا ہے، یا صرف ایک ہفتہ چلتا ہے، یا صرف ایک جلسے پر پورا ہوجاتا ہے۔ کیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عشق یہی تھا؟ کیا اولیاء اللہ کا عشق اسی طرح تھا کہ صرف ایک مہینہ میلاد منائیں اور باقی پورا سال خاموش بیٹھ جائیں؟ نہیں میرے دوستو۔ آپ اور ہم اگر عشق کا دعویٰ کرتے ہیں تو ان عاشقوں کو دیکھو جو میرے آقا کے اصحاب تھے، جو جانثار لوگ تھے، وہ میلاد صرف ربیع الاول میں نہیں منایا کرتے تھے بلکہ پورا سال میلاد مناتے تھے۔ ہر دن ان کے دل میں عشق کا اضافہ۔ ہر دن ان کی محبت میں اضافہ۔ ہر دن ان کا سنت پر عمل میں اضافہ تھا۔ کبھی جہاد کے لیے جارہے ہیں، کبھی آقا کی صحبت میں آرہے ہیں، کبھی سخاوت کررہے ہیں، کبھی ایثار سے کام لے رہے ہیں، کبھی پڑوسیوں کی خبر گیری کررہے ہیں۔ جیسا کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات یہ ناچیز پڑھ رہا تھا کہ لوگوں سے جب پوچھا جاتا تھا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہاں ملیں گے۔ تو تین جگہیں بتائی جاتی تھیں کہ یا تو مسجد میں ہوں گے یا غریب، بیوہ اور یتیموں کے دروازوں پر ہوں گے اور ان کو کچھ دے رہے ہوں گے یا بیماروں کے پاس ہوں گے اور ان کی طبع پرسی کررہے ہوں گے۔ یہ امام کا عمل تھا اور ان کا کردار تھا۔ آج ہم نے ان کی تقلید کو چھوڑدیا ہے، ان کے نقش پا کو چھوڑدیا ہے، ان کی پیروی کو چھوڑدیا ہے۔ ہم ان لوگوں کے پیچھے چل پڑے جو نفس کے غلام ہیں، جو دنیا کے غلام ہیں، جو اخلاق سے گرے ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ برائیاں ہمارے اندر پیدا ہوگئی ہیں۔ کہاوت ہے کہ جو کچھ کنویں میں ہوتا ہے وہی گڑھے میں ہوتا ہے۔ اگر کنویں میں پانی میٹھا ہے تو گڑھے کا پانی بھی میٹھا ہوگا لیکن اگر کنویں میں پانی کڑوا ہے تو باہر بھی کڑوا نکلے گا۔ آج جن کے پیچھے ہم لگے ہیں، انکے سینوں میں جو فیض ہے یا جو چیز ان کے سینوں میں موجود ہے، وہ ہمارے دلوں میں پیدا ہوجاتی ہے۔ ایسی سینکڑوں مثالیں آپ کے سامنے ہوں گی۔ اچھا خاصا نیک انسان برے لوگوں کی صحبت میں بیٹھا، آیا ان کی لپیٹ میں تو ان کے ساتھ جیل میں بند۔ ان کے ماں

باپ نے قسمیں کھائیں، قرآن سر پر اٹھایا کہ یہ تو بڑا صالح آدمی ہے لیکن اب کیسے جان چھوٹے گی۔ صحبت انسان کو عزت بھی دیتی ہے اور اسے ذلت سے بھی دوچار کردیتی ہے۔ تو میں عرض کررہا تھا کہ اے عاشقِ رسول! تیرا عشق اور محبت ایک جلسے تک محدود نہیں ہونا چاہیے، ایک ہفتے تک محدود نہیں ہونا چاہیے، ایک مہینے تک محدود نہیں ہونا چاہیے، بلکہ ہر روز تیری محبت میں اضافہ ہونا چاہیے۔ میرے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، غالباً ان کی حدیث ہے یا کسی بزرگ کا قول ہے واللہ اعلم بالصواب

من استویٰ یوماں فھو مغبون

جس کے دو دن برابر ہوجائیں تو وہ بھی ہلاکت میں ہے۔ جتنا عمل آج کیا، کل بھی اس کا وہی عمل ہے، پرسوں بھی اس کا وہی عمل ہے۔ اس کی نماز میں اضافہ نہیں ہوا، اس کی تقویٰ میں اضافہ نہیں ہوا، اس کی عبادت میں اضافہ نہیں ہوا۔ آقا فرماتے ہیں وہ بھی ہلاک ہوگیا۔ صاحب ایمان اور صاحب اسلام کا یہ مقام ہے کہ ہر دن اس کا پہلے دن سے بلند ہو۔

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ۔ (سورۃ الانشقاق 84، آیۃ 19)

جیسے میرے آقا کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر روز نیا مقام عطا فرمایا، نیا مرتبہ عطا فرمایا، نیا درجہ عطا فرمایا تو اس کے امتیوں میں بھی وہی شوق، وہی حرص وہی طمع اور وہی جذبہ ہونا چاہیے کہ ہر دن ان کے تقویٰ میں بلندی ہو، ان کے عشق میں بلندی ہو، ان کی محبت میں اضافہ ہو، ان کا شریعت پر عمل میں اضافہ ہو۔اور دنیادار کو دنیا کی فکر ہوتی ہے، اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ تم دیکھ رہے ہو ان حکمرانوں کو جن کو اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دیا لیکن دنیا کی محبت نے ان کے دلوں میں جگہ پیدا کرلی، ان کی بھوک ختم نہیں ہوتی، ان کی بھوک روز بروز بڑھتی جارہی ہے، ایک کروڑ آیا ہے تو دو کروڑ ہوجائیں، دس کروڑ ملیں تو ابھی بیس کروڑ ہوجائیں، یہ قدرت کی سزا ہے۔ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی بادشاہ سلطنت حاصل کرلیتا ہے تو اس سلطنت کے لینے کے بعد اسے دوسری سلطنت پر قبضہ کرنے کی فکر پیدا ہوتی ہے۔ یہی فکر

فرعون کو بھی تھی، یہی فکر قارون کو بھی تھی، یہی فکر ہامان کو بھی تھی۔ یہ کبھی ختم ہونے والی نہیں۔ مگر اللہ والوں کی مثال کونسی ہے؟

نیم نانے گر خورد مرد خدا
بذل درویشاں کند نیمِ دگر

یعنی اللہ والا اگر آدھی روٹی کھاتا ہے تو آدھی دوسرے کو دے دیتا ہے۔ یہ ہے اللہ والوں کی مثال۔ جن کے نفس کا تزکیہ ہوا۔ جن کو آقا کا فیض ملا۔ ان کے اخلاق عمدہ ہوئے، ان کے نفوس پاکیزہ بن گئے۔ ان کی مثال یوں ہے جیسے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:

ہفت درویش دریک کلیم بگنجند

یعنی سات درویش ایک گدڑی میں رات گذار لیتے ہیں مگر دو بادشاہ پوری سلطنت میں نہیں سماسکتے۔ انکا جھگڑا چلتا رہتا ہے۔

تو میرے دوستو یہ تزکیہ جو میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا فرمایا، ان کے نفوس کو پاکیزہ بنایا، ان کے آداب کو اچھا بنایا، ان کے اوصاف کو اعلیٰ بنایا، آج اسی تزکیہ نفس کی ضرورت ہے۔ میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم دنیا میں کونسا مقصد لے کر آئے؟ اپنی زندگی کس فکر میں گذاردی؟ کیا کچھ کرتے رہے اور صحابہ کرام سے کہتے رہے اور کہاں ان کو بھیجتے رہے؟ وہ چیز ہم نے بھلادی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ عشق بھی ہے، محبت بھی ہے لیکن چلیں گے اپنے ارادے کے مطابق۔ آقا کے ارادے پر نہیں چلیں گے۔ دیکھیے ان کی سیرت کو دیکھیے، انکی صورت، انکے اخلاق، ان کی سوانح کو پڑھیے کہ پوری زندگی انہوں نے کس فکر میں گذاردی؟ میرے مرشد و مربی فرماتے تھے کہ جو عاشق رسول صلّی اللہ علیہ وسلم ہے، جسے آقا کے ساتھ محبت ہے اسے آقا کی امت سے بھی پیار ہوگا۔ وہ میرے آقا کی امت کا خیر خواہ ہوگا۔ وہ یہ برداشت نہیں کرے گا کہ میرے آقا کا کوئی بھی امتی بے

نمازی رہ جائے، وہ یہ برداشت نہیں کرے گا کہ میرے آقا کا کوئی امتی جھوٹا ہو، وہ یہ برداشت نہیں کرے گا کہ میرے آقا کا کوئی امتی شرابی ہو، زانی ہو، رشوت خور ہو، کیونکہ اس کا تعلق آقا سے ہے اس کے ساتھ محبت ہے اور عشق ہے۔ وہ اس فکر میں رہے گا کہ میرے آقا کا غلام صحیح غلام بن جائے۔ میرے آقا کا عاشق صحیح عاشق بن جائے۔ صرف زبانی عشق نہ ہو بلکہ وہ حقیقی عشق دل میں پیدا ہوجائے۔ وہ فکر دل میں پیدا ہوجائے۔ اس فکر کو آج حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

طائف کا سفر ہے۔ زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساتھ ہیں۔ میں آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کی فکر بیان کررہا ہوں کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے کس فکر میں اپنی زندگی بسر کی۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے جاتے ہیں اور بنو ثقیف کا قبیلہ ہے، ان کے بڑوں سے ملاقات کرتے ہیں، تین یا چار بھائی ہیں انکو دعوت اسلام دیتے ہیں۔ وہ پورے غور کے ساتھ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کی بات سنتے ہیں، سننے کے بعد وہ گستاخی شروع کردیتے ہیں، کوئی کچھ کہتا ہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے۔ مگر آپ صلّی اللہ علیہ وسلم صبر و تحمل سے ان کی باتیں سنتے ہیں۔ آپ اپنا فرض ادا کرکے واپس روانہ ہوجاتے ہیں۔ وہ طائف کے لوگ، وہاں کے سردار طائف کے نوجوان لڑکوں کو حکم دیتے ہیں کہ آپ پر پتھر برساؤ، ان کو تکلیف دو، ان کو پریشان کرو، کتوں کو بھی پیچھے چھوڑدیتے ہیں۔ وہ آوارہ لڑکے اپنے سرداروں کے کہنے پر اپنے گھروں سے نکل آتے ہیں اور اپنے ہاتھوں میں بڑے بڑے پتھر لے کر آقا صلّی اللہ علیہ وسلم پر برسانا شروع کردیتے ہیں۔ حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جانثار سامنے ہیں۔ وہ کوشش کرتے ہیں کہ ہر پتھر میرے جسم پر لگے لیکن آقا کو تکلیف نہ پہنچنے پائے۔ کبھی آقا صلّی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوتے ہیں اور کبھی پیچھے ہوتے ہیں۔ کبھی دائیں ہوتے ہیں اور کبھی بائیں ہوتے ہیں۔ ان کو پتھر لگنے شروع ہوتے ہیں۔ لیکن اکیلا شخص کہاں تک خود کو ڈھال بنا کر حفاظت کرسکتا ہے۔ آخر آقا صلّی اللہ علیہ وسلم کو پتھر لگتے ہیں اور زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی پتھر لگتے ہیں۔ آپ کا سر مبارک زخمی ہوجاتا ہے۔ خون بہنے لگتا ہے۔ آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو اتنی تکلیف پہنچتی ہے کہ تکلیف کی وجہ سے کبھی آپ زمین پر بیٹھ جاتے ہیں اور کبھی اٹھ جاتے ہیں،

اس عالم میں ہیں مگر زبان مبارک پر کوئی شکایت نہیں ہے بلکہ آپ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہیں اور آپ اطمینان و سکون سے چلے جاتے ہیں جبکہ پتھر برس رہے ہیں، لوگ تالیاں بجارہے ہیں، سیٹیاں بجار رہے ہیں، پریشان کررہے ہیں۔ چلتے چلتے ایک باغ آجاتا ہے، اندر چلے جاتے ہیں اور وہاں بیٹھ جاتے تاکہ ان لوگوں سے اپنے آپ کو محفوظ کرسکیں۔ وہ نوجوان آپ کو ایک باغ میں محفوظ دیکھ کر واپس چلے جاتے ہیں۔ وہ دو بھائیوں کا باغ تھا، ان میں سے ایک دوسرے سے کہتا ہے یہ شخص بہت پریشان نظر آرہا ہے، بڑی تکلیف میں ہے، اس نے ہمارے باغ میں پناہ لی ہے، ہمیں چاہیے کہ اس کی خدمت کریں۔ اپنے غلام کو کہتے ہیں کہ انگوروں کے کچھ خوشے لے کر ان کے پاس جاؤ۔ وہ لے جاتا ہے۔ آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم زخموں سے نڈھال ہیں۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے خون بہہ رہا تھا، نعلین مبارک خون آلودہ ہے، وہ خادم آگے بڑھتا ہے اور انگور کے خوشے پیش کرتا ہے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم بیک نظر اسے دیکھتے ہیں اور بڑے اطمینان سے آپ خوشے لیتے ہیں، ان کو دھوتے ہیں اور بسم اللہ پڑھ کر ان کو کھانا شروع کردیتے ہیں۔ وہ غلام حیران ہے، بسم اللہ سن کر حیران ہوجاتا ہے کہ میں نے ایسا نام کبھی بھی نہیں سنا تھا اور آقا سے عرض کرتا ہے کہ آپ نے یہ کیا فرمایا؟ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے برحق معبود کا نام لیا ہے لیکن تم بتاؤ تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے نینوا شہر کے علائقے کا نام لیا جو حضرت یونس علیہ السلام کا علاقہ تھا۔ اس نے کہا میں اس علاقہ سے آیا ہوں۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا یونس علیہ السلام کے علاقے سے آئے ہو جو میرے بھائی ہیں اور اللہ جلشانہ کے برحق نبی ہیں۔ اس نے کہا کہ آپ کس طرح جانتے ہیں کہ اتنے دور دراز علاقے میں یونس علیہ السلام کے نام کا کوئی پیغمبر گذرا ہے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے میرے اللہ جلشانہ نے بتایا ہے کہ اس نام سے فلاں فلاں علاقہ میں پیغمبر گذرا ہے۔ یہاں یہ آدمی جو غلام تھا، خادم تھا، آپ کے ساتھ محبت پیدا ہوجاتی ہے۔ بخاری شریف میں یہ حدیث شریف موجود ہے کہ آپ کے اردگرد چکر لگانا شروع کردیتا ہے، کبھی ہاتھوں پر بوسہ دیتا ہے اور کبھی پاؤں پر گر پڑتا ہے اور جسم اطہر کو بوسہ دیتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ میں قربان جاؤں کہ اگر آپ اللہ جل شانہ کے نبی ہیں تو پھر مجھے

بھی اپنی غلامی میں قبول فرمالیں۔ وہ دونوں بھائی اسے دیکھ رہے ہیں کہ اسے کیا ہوگیاہے؟ ہم نے تو اسے انگور دیے تھے لیکن وہ تو ان کے اردگرد طواف کررہا ہے، گھوم رہا ہے، اسے کیا ہوگیا ہے؟ جب وہ آتا ہے تو اسے برا بھلا کہتے ہیں لیکن یہ ان کی باتیں سننے سے کافی آگے بڑھ چکا ہے۔ اب آپ اندازہ لگایئے کہ میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے سفر اختیار کیا، تکلیفیں برداشت کیں اور پھر باغ میں آکر بیٹھے ہیں۔ بخاری شریف کی حدیث شریف ہے کہ ایک بادل کا ٹکڑا نظر آتا ہے جبرئیل علیہ السلام اس میں موجود ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ مجھے اللہ جلشانہ نے بھیجا ہے ایک دوسرے فرشتے کو بھی بھیجا ہے جو پہاڑوں کی محافظت کرنے والا ہے اور اس کو اللہ جلشانہ نے حکم دیا ہے کہ وہ آپ کا فرمانبردار رہے اور جو حکم آپ دیں گے وہ کرے گا۔ طائف کے چاروں طرف پہاڑ ہیں وہ عرض کرتا ہے کہ آپ اجازت دیجیے کہ میں ان پہاڑوں کو آپس میں ملادوں تاکہ وہ لوگ جنھوں نے آپ پر پتھر برسائے، آپ کو تکلیف دی ہے، اذیت دی ہے وہ سب ہلاک اور برباد ہوجائیں۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہرگز نہیں، مجھے یقین ہے کہ ان لوگوں کی اولاد میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ایمان لائیں گے اور نیک بنیں گے۔ وہ اخلاق وہ کردار، وہ فکر آج ہمیں بھی اپنے دل میں پیدا کرنا چاہیے۔ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو بھی آپ نے یہی حکم فرمایا کہ اسلام کی سربلندی کے لیے نکل پڑو۔ دین کی اطاعت کے لیے نکل پڑو اور صحابہ کرام آپ کے حکم کے مطابق نکلے اور برسہا برس سفر کرتے رہے اور جانوں کا نذرانہ پیش کرتے رہے لیکن پھر بھی یہ کہتے رہے کہ حق سچ تو یہ ہے کہ حق ابھی ادا نہ ہوا۔ ہمارے مرشد و مربی فرماتے تھے کہ مدینہ عالیہ یا مکہ پاک میں آپ مجموعی طور حساب لگائیں گے تو صحابہ کرام کے مزارات کم و بیش بیس یا پچیس ہزار ہوں گے حالانکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہوچکی تھی، کم و بیش ایک لاکھ پچیس ہزار تعداد بتائی جاتی ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ دوسرے صحابہ کرام نے مکہ شریف کو بھی چھوڑا اور مدینہ شریف کو بھی چھوڑا اور دور دراز علاقوں کا سفر اختیار کیا محض اس غرض سے کہ اپنے آقا صلّی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دوسروں تک پہنچائیں مخلوق خدا کو اللہ تعالیٰ کے قریب تر کریں۔

میرے دوستو آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے اخلاق کو پاکیزہ بنائیں اور انسانیت کی معراج کو حاصل کریں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے کردار کو اختیار کریں، ان کے نقش قدم پر چلیں تاکہ ہمیں انسانیت کا کمال حاصل ہو۔ اور ہم بہترین مثال دوسروں کے آگے پیش کریں۔ پھر جب آپ بازار میں جاؤ گے، جب آپ گھر میں جاؤ گے، جب آپ شہر میں جاؤ گے تو آپ کے ساتھ رہنے والے، ساتھ گھومنے والے کو تقریر کی ضرورت نہیں رہے۔ ان کو وعظ کی ضرورت نہیں۔ آپ کے ساتھ چند لمحات گذار دیے تو انشاء اللہ تعالیٰ بغیر کہے، بغیر نصیحت کیے وہ خودبخود نیک بن جائیں گے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ محبت، وہ شوق، وہ جستجو، وہ ولولہ سینے میں پیدا ہوجائے جیسا کہ میرے آقا نے فرمایا کہ ایسے لوگ بھی ہیں، حدیث شریف کے الفاظ ہیں کہ کچھ لوگ اللہ جلشانہ کے ذکر کی چابیاں ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ وہ کون ہیں؟ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ ہیں جن کو دیکھنے سے آپ کو اللہ جلشانہ یاد آجائے گا۔

میں یہ عرض کررہا تھا کہ آج اس پرفتن دور میں جب انسان اتنے سخت فتنوں میں مبتلا ہے جب ایسے لوگ ہوں مختلف قوموں والے، مختلف قبیلوں والے ایک جگہ جمع ہوکر بیٹھیں تو اس بشارت کو سننے کے لیے یقینا آپ سب زیادہ حقدار ہیں کہ آج یہ حق آپ نے ادا کردیا ہے کہ کوئی کسی علاقے سے چل کر آیا ہے تو کوئی کسی علاقہ سے چل کر آیا ہے۔ محض اس فکر کے ماتحت کہ ہم آقا کے غلام ہیں اور امتی ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں، ہم آقا پر ایمان رکھتے ہیں، ہم آقا صلّی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے پیار کرتے ہیں۔ اس فکر کے ماتحت آپ ایک جگہ جمع ہوئے ہیں تو پھر احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگ ایک جگہ جمع ہوکر بیٹھیں، جب وہ محفل میں بیٹھے ہیں تو فرشتے پہنچ جاتے ہیں اور ان کو گھیر لیتے ہیں۔ فرشتوں کا اتنا ہجوم ہوتا ہے، مشکوۃ شریف کی حدیث شریف کے مطابق کہ زمین اور آسمان کے بیچ میں جو خلا ہے وہ فرشتوں سے بھر جاتا ہے۔ لوگ محفل سے اٹھتے بھی نہیں کہ وہ فرشتے ان کے بیچ میں آکر اعلان کرتے ہیں، اہل دل اور اہل نظر ان فرشتوں کو دیکھتے ہیں اور ان کے اعلان کو سنتے ہیں۔ قوموا مغفورا لکم

تم کو بشارت دی جاتی ہے کہ اس محفل سے تم اٹھو گے ہی نہیں تو تمہارے سب گناہ معاف کیے جائیں گے۔ وقد بدل سیاتکم حسنٰت

نہ صرف اتنا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت کشادہ ہے، وسیع ہے، بے انتہا ہے، جس کی کوئی حد و حساب نہیں ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہارے گناہ نیکیوں میں تبدیل کیے جاتے ہیں۔ لاکھ گناہ لے کر آئے ہو تو بھی اللہ تعالیٰ کی عنایت مہربانی اور سخا کی بدولت لاکھ نیکیاں ساتھ لے جاؤ گے۔ جتنا بڑا گنہگار تھا اتنا زیادہ اسے نوازا جاتا ہے۔ تو میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنی کشادہ ہے۔ ایسی رحمت کے موقعہ پر یہی تمنا کرنا کہ جتنا زیادہ گنہگار اتنی زیادہ نیکیاں، اتنی زیادہ نیکیاں! اگرچہ اس کے گناہ کتنے بھی زیادہ ہوں مگر اس محفل میں آئے، ذکر والوں کی معیت میں آئے تو پھر وہ اتنا ہی زیادہ نفع حاصل کرتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت سے دور مت بھاگو، اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت آپ کے قریب ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت نے آپ کو گھیر رکھا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ ہم بھی اپنے دل کی کھڑکی کھولیں۔ ٹھنڈی ہوا لگ رہی ہے۔ روح افزا باد نسیم چل رہی ہے۔ مگر کوئی اپنے کمرے کے دروازے اور کھڑکیاں بند کرکے کہے کہ بہت سخت گرمی ہے تو ہر ایک کہے گا تم تو بڑے بیوقوف ہو۔ صبح کی باد نسیم لگ رہی ہے، کتنی پیاری ٹھنڈک ہے اور تم اپنی کھڑکیاں بند کرکے بیٹھے ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت اتنی کشادہ وسیع ہے مگر ہم اپنے دل کی کھڑکی بند کرکے بیٹھیں اور پھر اپنی محرومی کا رونا روتے پھریں تو یہ ہماری اپنی بدقسمتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ دل کی کھڑکی کھولیں تاکہ وہ خدا کی رحمت ہمارے دل میں داخل ہو۔ ہمارے دل کے گلشن کو سرسبز و شاداب بنائے۔ جیسے کوئی باغ ہوتا ہے اسے پانی نہیں ملتا تو وہ ویران ہوجاتا ہے، اس میں کوئی پھول نہیں لگتے۔ اس میں پھل نہیں پیدا ہوتے۔ اچانک اسے پانی مل جاتا ہے یا بارش اس پر پڑتی ہے تو فورا وہ سرسبز و شاداب ہوجاتا ہے۔ جب ہمارے دل کی کھڑکی کھلے گی اور وہ فیضان نبوی صلّی اللہ علیہ وسلم سینے میں داخل ہوگا تو پھر وہ شریعت کے پھول ہمارے جسم پر ظاہر ہونا شروع ہوں گے۔ تو پھر وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت کا جذبہ سینہ

میں پیدا ہوجائے گا اور عشقِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلم سینہ میں پیدا ہوجائے گا۔ اس لیے میرے دوستو ہم کوشش کریں۔

باپردہ خواتین بھی موجود ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کا خلوص قبول فرمائے۔ جو کچھ بیان ہورہا ہے یہ صرف مردوں کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ آپ کے لیے بھی ہے۔ صحابیات کی سیرت کو یاد کریں۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس محبت اور جذبے کو یاد کرو۔ اس شوق کو یاد کرو اور ان کی قربانیوں کو یاد کرو۔ ان کی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کو یاد کرو۔ یہی جوہر اپنے اندر بھی پیدا کرو۔ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی تقویٰ کو یاد کرو۔ ان کے اخلاص و للہیت یاد کرو۔ ان کو آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنا پیار تھا اور ایک عورت کا مقام میرے آقا کے سامنے کتنا بلند تھا۔ حضرت بی بی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتی تھیں تو فوراً آپ صلّی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر ان کا استقبال فرمایا کرتے تھے۔ بیٹی ہیں آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کی۔ خاتون جنت ہیں لیکن ان کے ساتھ اتنا پیار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب اٹھ کر ان کا استقبال کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر عورت کی بلندی، اس سے بڑھ کر عورت کا اعلیٰ مقام اور کیا ہوسکتا ہے کہ ایک پیغمبر اٹھ کر ان کا استقبال کرے۔ اسے محبت اور پیار کے ساتھ اپنے پہلو میں بٹھائے۔ اگر آپ بھی چاہتی ہیں کہ ہمیں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل ہوجائے تو خاتون جنت کی سیرت کو اپناؤ۔ اس محبت کو اپنے اندر پیدا کرو۔ اس تقویٰ کو اپنے اندر پیدا کرو۔

تو میرے دوستو! حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تزکیہ یہ ہے کہ دل کو ماسوی للہ کی محبت سے مکمل نجات حاصل ہوجائے۔ دل کو اخلاق رذیلہ سے مکمل نجات حاصل ہوجائے۔ اس میں حرص نہ رہے، ہوس اس میں نہ رہے، تکبر اس میں نہ رہے، دنیا کی محبت اس میں نہ رہے، اسے تزکیہ کہا جاتا ہے۔ یہ تزکیہ والا کام اولیاء اللہ جو میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے صحیح جانشین، آپ کے پیروکار، آپ کے فیض کے حامل جاری رکھتے چلے آرہے ہیں۔ ان کی صحبت، ان کی محبت اور عقیدت سے

نفس کی صفائی اور پاکائی حاصل ہوتی ہے۔ صرف علم پڑھنے سے یا کتابوں کے مطالعہ سے نفس اور قلب کی صفائی اور پاکائی حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس لیے ہم پر لازم ہے کہ خواہ کیسا بھی ہو، عالم کیوں نہ ہو، فاضل کیوں نہ ہو اہل دل اور اہل نظر کی صحبت اور معیت ضرور اختیار کرے۔

اب طریقہ ذکر عرض کیا جاتا ہے۔ بائیں طرف انسان کا دل ہے۔ اس دل میں اسم ذات کا خیال رکھیں۔ جس طرح پیاسا آدمی ہوتا ہے اس کی توجہ پانی کی طرف ہوجاتی ہے مگر وہ زبان سے پانی پانی نہیں کہتا۔ یہ خیال دل میں اٹھتے بیٹھے، گھومتے پھرتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، وضو ہویا نہ ہو ہر وقت خیال رہے کہ میرا دل ذکر کررہا ہے اللہ اللہ اللہ اللہ۔ یہ وہ ذکر ہے جس کے دائمی کرنے کا آقا صلّی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے۔ اتنا ذکر کثرت سے کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی یہی کیفیت ہوا کرتی تھی۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ جو مشہور تابعین میں سے ہیں، آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کوکس طرح پایا؟ آپ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی صحابہ کرام کو دیکھتا تو فوراً کہہ دیتا کہ یہ دیوانے ہیں۔ اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ لوگوں کو دیکھتے تو وہ کہتے کہ یہ منافق ہیں۔ ہماری زبان پر کچھ ہوتا ہے اور دل میں کچھ اور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نفاق سے بچائے۔ صحابہ کرام کے طفیل ہم پر رحم فرمائے۔ ہمیں ایمان کامل عطا فرمائے۔ صحابہ کرام والا ایثار ہمارے اندر پیدا فرمائے۔ آپ فقیروں کو چاہیے کہ آپس میں بلکہ سب سے خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم اس سے محبت اور مواخات قائم کریں۔ ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کریں۔ ایک دوسرے سے محبت کریں۔ ایک دوسرے سے اخلاق سے پیش آئیں۔ کسی پر ظلم نہ کریں۔ کسی کو تکلیف نہ دیں۔ البتہ یہ ضرور ہو کہ بیشک مجھے تکلیف پہنچے لیکن میرے بھائی کو تکلیف نہ پہنچے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو وہ لوگ تھے کہ فوت ہوتے وقت سکرات کے عالم میں بھی ایثار سے دریغ نہیں فرماتے تھے۔ ایسے بے شمار واقعات آپ سن چکے ہیں۔ کاش آج عملی ثبوت ملنا شروع ہوجائے۔ ایک بھائی ہے وہ پیاسا ہے، وہ بھوکا ہے لیکن وہ یہ کہے کہ میں نہیں میرا بھائی پہلے کھائے۔ میرا بھائی پہلے پہنے۔ میرا بھائی پہلے استعمال کرے بعد میں میں کروں گا۔ مشکواۃ

شریف کی حدیث شریف ہے کچھ لوگ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں قیامت کے دن پیش کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو یوں خطاب فرمائیگا۔ ''اے میرے بندو دنیا میں میں پیاسا تھا تونے مجھے پانی نہیں پلایا'' حالانکہ اللہ تعالیٰ پانی پینے سے پاک ہے۔ پھر دوسرے سے خطاب فرمائے گا کہ ''اے میرے بندے دنیا میں میں بھوکا تھا تونے مجھے کھانا نہیں کھلایا'' اللہ تبارک و تعالیٰ کسی اور سے یوں خطاب فرمائے گا کہ ''اے میرے بندو دنیا میں مجھے لباس کی ضرورت تھی، (حالانکہ اللہ تعالیٰ لباس سے پاک ہے) لیکن تو نے مجھے لباس نہیں پہنایا'' درحقیقت حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ آقا صلّی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی تشریح فرمائی کہ دنیا میں کوئی آدمی ایسا ہوگا اس کے قریب رہتا ہوگا، وہ پیاسا ہوگا، اسے پانی کی ضرورت ہوگی اسے اس نے پانی نہیں دیا ہوگا۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے اس پیاسے بندے کی تکلیف کو اپنی تکلیف فرمائے گا۔ اور کوئی بھوکا ہوگا اسے کھانا نہیں کھلایا ہوگا تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی تکلیف کو اپنی ذاتی تکلیف فرمائے گا۔ میرے دوستو ایسا نہ ہو کہ ایسا خطاب ہمیں بھی ہو کہ ''اے میرے بندے تونے میرے بندے کو قتل کیا، اسے تکلیف پہنچائی، اس کا حق غصب کرلیا، اس کا جائز اور شرعی حق جو اسے دینا چاہیے وہ اسے نہیں دیا، اسے اذیت دی، اسے رسوا کیا، اس کی عزت اور آبرو پر ہاتھ ڈالا'' ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دیں گے۔ یہ کوئی دنیا کے جج کی کورٹ تو نہیں ہوگی کہ ہم کہیں کہ یہ جھوٹ ہے۔ وہاں زبان پر مہر لگ جائے گی اور وہاں تو تمہارے ہاتھ بولنا شروع کریں گے کہ اے میرے رب العالمین بیشک اس نے فلاں گناہ کیا تھا، یہ قتل کیا تھا، یہ ظلم کیا تھا، یہ زیادتی کی تھی، حق غصب کیا تھا۔ پھر ہم کیا جواب دیں گے؟ اس لیے اس دن سے ڈرو۔ قبر سے ڈرو۔ قیامت سے ڈرو۔ اس جہنم کے عذاب سے ڈرو۔ اس دن سے ڈرو جب فاسق و فاجر لوگوں سے یوں خطاب کیا جائے گا۔

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ۔ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ۔ (سورۃ الحاقۃ 69، آیۃ 30،31)

اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا کہ اس فاسق کو، اس ظالم کو، اس غاصب کو، اس قاتل کو، اس زانی کو پکڑو اور جہنم کا طوق اس کی گردن میں ڈالو اور منہ کے بل اسے گھسیٹ کر دوزخ میں پھینک دو۔ اوریہ حکم فرشتوں کو ہوگا۔ فرشتے جو کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی بے فرمانی نہیں کرتے۔ وہ بے دریغ اسے پکڑیں گے اور جہنم کا طوق اس کی گردن میں ڈالیں گے اور اسے دوزخ کا ایندھن بنائیں گے۔ اس قبر کے عذاب سے بچو اور ڈرو میرے دوستو اس جگہ، اس وقت سے جہاں کوئی دوست و رفیق ساتھ نہ ہوگا۔ خدا کا خوف اپنے دل میں پیدا کرو۔ یہ ذکر کمانے سے اس دل کی پاکائی اور صفائی حاصل ہوگی اس میں خشیت اور تقویٰ پیدا ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ جو باتیں آج ہمیں مشکل نظر آرہی ہیں وہ آسان سے آسان تر بن جائیں گی۔

حصول ولایت

بمقام: مدرسہ طاہریہ، لیاقت کالونی، حیدرآباد

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ۔(سورۃ یونس10، آیۃ62،63)

آمنت باللہ صدق اللہ العظیم

فقال اللہ تبارک و تعالیٰ فی شان حبیبہ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

(سورۃ الاحزاب33، آیۃ56)

اللّٰھم صلی علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

میرے محترم دوستو عزیزو! آیت کریمہ تلاوت کی گئی۔ مختصر وقت میں چند معروضات آپ کے سامنے پیش کیے جائیں گے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر عمل کا جذبہ بیدار فرمائے، اخلاص عطا فرمائے۔ ہمارے محترم مولانا صاحب نے بہت ہی پر اثر جامع خطاب فرمایا۔ آپ لوگوں نے وہ سنا ہوگا۔ یہ تو یہ عاجز بھی دیکھ رہا ہے کہ آپ سن رہے ہیں مگر سننے کا حق ادا کرنا وہ ایک مقصودی چیز ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ انسان اپنے دل

کے کانوں سے سنے۔ دل کی توجہ سے سنے۔ شوق اور محبت سے سنے۔ جس طرح کہ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

اهي ڪن وڪٽي گاڏهان، ٻيا ڪَن ڳِنهيج.

ظاہری کان جو ہم رکھتے ہیں اس طرح کے کان گدھوں کو بھی ہوتے ہیں۔ گدھوں کی طرح جو کان ہیں وہ کیوں تشبیہ دی کہ گدھے کو جو بھی تم حکم دو، کہو وہ تو سنے گا ہی نہیں۔ فرض محال اگر سمجھے بھی تو ہمیشہ اس کا کام ہے سرکشی کرنا۔ وہ ہمیشہ اس کی حکم عدولی کرے گا۔ اس کے برعکس کریگا۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص تھا وہ گدھے کو کشتی میں سوار کرنے پر بہت زور لگا رہا تھا۔ کبھی اس کو رسے سے کھینچتا، کبھی اس کی ٹانگوں کو پکڑتا لیکن گدھا کشتی پر سوار نہیں ہورہا تھا۔ ڈیڑھ دو گھنٹے وہ مسلسل کوشش میں لگا رہا۔ نیچے سے دو تین آدمیوں نے اس کو دھکے بھی دیے لیکن پھر بھی وہ پیچھے آرہا تھا۔ کوئی عقلمند انسان وہاں کھڑا تھا۔ وہ یہاں آگیا، ان بیچاروں کو جو اس نے دیکھا کہ پسینے میں شرابور ہیں۔ کشتی والا ناراض ہورہا ہے کہ مجھے جانا ہے کہ بھئی میں اور انتظار نہیں کرسکتا اور ان کی پریشانی بھی دیکھی۔ اس نے کہا یہ تم چھوڑو یہ ایسے نہیں چڑھے گا مجھے چڑھانے کا طریقہ آتا ہے۔ اس نے اس کے کانوں کو کھینچا۔ کشتی جس طرف کھڑی تھی اس کی طرف اس کی پیٹھ تھی اور دوسری طرف سے اس کے کانوں کو کھینچنے لگا۔ مزاج کے مطابق گدھے نے اور بھی زور لگایا۔ اس نے اور بھی کھینچا تو گدھے نے اور زور لگایا اچانک جو کانوں کو چھوڑا تو وہ کشتی میں جاگرا۔ اس نے کہا دیکھو بھئی گدھے کو اس طرح کشتی میں چڑھایا جاتا ہے۔ تو شاہ صاحب فرمارہے ہیں یہ جو گدھوں کی طرح ہمارے کان ہیں اسکا کوئی خاص فائدہ نہیں ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ اور تجھے کان چاہئیں جن کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔

تو اب ہم اس سوال پہ غور کریں کہ انسانیت کی معراج کیا ہے؟ ایک تو ظاہری صورت ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر ایک کو عطا فرمائی ہے۔ اعضاء عطا فرمائے ہیں، آنکھیں عطا فرمائی ہیں، ناک عطا فرمائی ہے اور طرح طرح کے خوبصورت اعضاء عطا فرمائے ہیں۔ یہ ایک انسان کی ظاہری صورت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس

کو عطا فرمائی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ظاہری صورت بنا کر چھوڑ نہیں دیا کہ تم حسین ہو، تمہارا چہرہ حسین، تمہاری آنکھیں حسین، تمہاری ناک خوبصورت، تمہارے پاؤں بھی اچھے ہیں، لباس جب تو پہنتا ہے تو بڑا چچتا ہے۔ اب تو بازاروں میں گھومتے پھرتے رہنا، اب تم لوگوں کو جاکے اپنے مرضی سے باتیں بنانا، مرضی سے مکرنا، اللہ تعالیٰ نے چھوڑ نہیں دیا بلکہ اس کے لیے ایک کتاب نازل فرمائی۔ پیغمبروں کو بھی اور آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کومبعوث فرمایا تاآنکہ یہ انسان اپنی ظاہری صورت میں ہی مشغول ہوکر نہ رہ جائے کہ مجھے صرف بال سنوارنے ہیں، لباس پہننا ہے، اچھے جوتے پہننے ہیں یا اور طرح کے کام خوبصورت گھر بنانا ہے۔ بہت بڑا دکان بنانا ہے، بہت جاگیر بنانی ہے۔ اس طرح کے کاموں میں صرف وہ الجھ کر نہ رہ جائے، صرف وہ اپنی ظاہری صورت میں ہی مشغول نہ رہے، اپنے اعضاء میں ہی مشغول نہ رہے اپنے اولاد میں ہی مشغول نہ رہے۔ اللہ نے اپنے کتاب کو نازل فرمایا اور اس میں قوانین بتائے۔ یہ وہ قانون ہے جو کہ جس پر تم چلتے ہوئے اپنے انسانیت کے معراج کو پاسکتے ہو۔ تم کامل مرد بن سکتے ہو۔ تم اللہ کا قرب حاصل کرسکتے ہو۔ یہاں تک کہ تمہیں اللہ کا قرب حاصل ہوگا۔ کان تو وہ ہیں جب ہم بات سنیں خدا کے لیے سنیں۔ جب ہم اس بات کو سنیں تو اللہ کی رضا کے لیے سنیں۔ بات سنیں تو عمل کرنے کے لیے سنیں۔ کیونکہ وہ خدا کی طرف سے آرہی ہے۔ اس کے حکم کے مطابق ہے اور اس کے شریعت کے مطابق ہے۔ اس کے قرآن کے مطابق ہے۔ بلکہ ہمیں اس طرح سننی چاہیے کہ گویا کہ ہم اپنے لیے نہیں بلکہ اللہ کے لیے سن رہے ہیں اور پھر جب یہ محبت بڑھ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پھر میں اس بندہ مومن کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ میں اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ تو میرے دوستو انسانیت کی معراج کو پانے کے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں راستے بتائے ہیں۔ پیغمبروں کو مبعوث کیا ہے۔ آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے۔ قرآن مجید کو نازل فرمایا ہے۔ تو ہم اسی چیز کو سمجھنے کے لیے یہاں پر اکٹھے ہوئے ہیں۔

جو آیت کریمہ تلاوت کی گئی اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اولیاء اللہ وہ ہیں جن کو کوئی خوف نہیں، جن کو کوئی غم نہیں۔ یہاں پر غم اور خوف سے مراد دنیاوی فکر، دنیاوی مشغولیات اور اس وجہ سے جو نقصانات

ہوتے ہیں یا اپنی جان کا غم ہوتا ہے، اپنے مال کا غم ہوتا ہے، اپنی اولاد کا غم ہوتا ہے، اپنے احباب کا غم ہوتا ہے وہ مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کو یہ غم نہیں۔ اس سے یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ یہ غم درپیش آتے ہیں مگر وہ اس میں ملوث نہیں ہوجاتے۔ حالانکہ اگر کوئی اور آدمی اس طرح کے غم میں ملوث ہو تو اس کا کلیجا پھٹ جائے یا وہ پاگل ہوجائے یا مایوس ہوجائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے شکوہ شکایات شاید کرنا شروع ہوجائے۔ جس طرح کہتے ہیں قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ بڑے تابعی بزرگ ہیں حضرت امیر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو منصب قضاۃ پر فائز فرمایا تھا۔ وہ ایک جگہ سے گذر رہے تھے تو ایک شخص کسی سے شکایت کررہا تھا مجھے یہ غم ہے، یہ تکلیف ہے، مجھے یہ پریشانی ہے، مجھے یہ مصیبت لاحق ہے، اس طرح کی باتیں کررہا تھا۔ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ اس کو بازو سے پکڑ کر کسی اور طرف لے گئے اور فرمایا او میرے بھائی کے بیٹے تم یہ کیا شکایتیں لے کر لوگوں کے سامنے کھڑے ہوگئے ہو۔ جس طرح کہ یہ ہماری عادت ہوتی ہے۔ کسی اللہ والے نے کسی شخص کو دیکھا کہ آنکھ پر پٹی باندھی ہوئی ہے اور وہ چل رہا ہے۔ پوچھا کہ کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ آنکھ پر پٹی میں نے اس لیے باندھی ہے کہ میری آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ یا ہوسکتا ہے اس کے بازو پر پٹی تھی یا کہیں اور۔ تو آپ نے فرمایا یہ شکایت کی پٹی تو تونے باندھ لی ہے کبھی شکر کی پٹی بھی باندھی ہے۔ اتنے دن تیری صحت ٹھیک رہی، تیری آنکھ صحیح تھی تو چلتا رہا، پھرتا رہا، کوئی تکلیف نہ تھی۔ اللہ نے تجھے صحت دی تھی۔ کبھی شکر کی پٹی بھی ہونی چاہیے تھی کہ میں خوش ہوں بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔ یہ اللہ کی نعمت ہے۔ ذرا سی تکلیف ہوئی تو نے شکایت کی پٹی باندھ لی۔ سب لوگ دیکھ رہے ہیں کہ اس کو بھئی تکلیف ہے۔ تو یہ اللہ والوں کی سوچ اور فکر کا محور ہوتا ہے۔ تو قاضی شریح اس کو لے کر گئے اے میرے بھائی کے بیٹے تونے یہ کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟ اب اگر تو کسی کے سامنے شکایت کرتا ہے تو وہ تمہارا یا تو دوست ہوگا اور یا تو دشمن ہوگا۔ اگر تمہارا دوست ہے تو اس طرح تمہاری شکایت کرنا ہی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس طرح تمہاری تکلیفیں سن کر، تمہاری پریشانیاں سنکر اس کا بھی دل دکھے گا۔ اور کون چاہے گا کہ کوئی اپنے دوست کو دکھی کردے۔ اگر وہ تمہارا دشمن ہے تو اس کے سامنے اپنی شکایتیں بیان کررہے ہو، اپنی تکلیفیں بیان کررہے ہو۔

فرمایا تمہارے دشمن کا دل تو خوش ہوگا کہ اچھا ہوا کہ یہ پھنسا ہے۔ اور بھی مصیبت میں پڑجائے۔ تو انسان کے سامنے شکایت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ چلا جا تنہائیوں میں اور اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوجا۔ اپنی شکایتیں اور تکلیفیں اس کے سامنے بیان کر تو وہ تمہاری شکایتیں اور تکلیفیں دور کرسکتا ہے۔ وہ تمہیں اس مشکل سے رہائی بھی دے سکتا ہے۔ لوگوں کے سامنے بیان کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

میں عرض کررہا تھا کہ جو اللہ والے ہیں وہ صالحین اور پرہیزگار لوگ ہوتے ہیں تو یہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کو غم آتا ہی نہیں۔ فکر آتا ہی نہیں۔ تکلیف آتی ہی نہیں۔ مصیبت لاحق ہوتی ہی نہیں۔ ہرگز نہیں۔ ان کو بھی تکلیفیں لاحق ہوتی ہیں۔ ان کو بھی غم آتے ہیں۔ ان کو بھی پریشانیاں پہنچتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان پریشانیوں سے وہ غمگیں نہیں ہوتے۔ ان پریشانیوں سے وہ مایوس نہیں ہوتے۔ ان پریشانیوں سے وہ شکایت نہیں کرتے۔ بلکہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہیں۔ جس طرح حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو میرے محبوب نے جو بھی مجھے عطا کیا، چاہے وہ خوشیاں تھیں، مسرتیں تھیں یا غم اور دکھ تھے۔ محبوب نے جو بھی مجھے عطا کیا وہ میں نے اپنے جھولی میں لے لیا اور سینے سے لگالیا۔ کیونکہ وہ جو کچھ بھی ہے وہ میرے محبوب کی دَین ہے۔ تو میرے دوستو تکلیفیں ان کو بھی لاحق ہوسکتی ہیں لیکن وہ ان غم اور فکرات میں الجھ نہیں جاتے۔ صرف اسی فکر میں کہ اس کو میں سلجھاؤں اور اس سے میں نجات حاصل کروں۔ اور ہم مشکل آنے پر سمجھتے ہیں کہ میں بڑا معتبر ہوں یا میرے بڑے معتبر ہیں اور اسکو میں اچھی طرح سلجھالوں گا اور پھر وہ اس میں لنگوٹا کس کے لگ جاتے ہیں۔ اور کوئی اگر پوچھے کہ بھئی نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ جواب میں کہتے ہیں بھئی پہلے سے ہی یہ دکھڑے ہیں۔ اور اگر کوئی پوچھے اللہ کا ذکر کیوں نہیں کرتے؟ بھئی میں فارغ ہی نہیں ہوں۔ میں بالکل فارغ نہیں ہوں۔ میرا یہ کام ہے میرا یہ کام ہے۔ سمجھتے ہیں کہ یہ سارے کام ہم ہی کررہے ہیں یا سارا جہاں ہم ہی چلا رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مینڈک کی بچی نے اپنی ماں سے پوچھا کہ حور کس کو کہتے ہیں؟ حالانکہ مینڈک آپ نے دیکھا ہوگا۔ کیا اس کی صورت ہوتی ہے۔ ہر کوئی اس سے بھاگتا ہے۔ تو کہتے ہیں ایک مینڈکی مادہ تھی اس کے بچے تھے۔ وہ اس کے بچے کہیں نکل گئے تو

انہوں نے سنا کہ حور کی تعریف ہورہی تھی۔ حور خوبصورت ہوتی ہے۔ حور بڑی خوبصورت عالیشان وجیہہ ہوتی ہے۔ وہ انہوں نے سنی سنائی بات اپنی ماں سے کہی کہ باہر ہم سن رہے تھے، اور جانور حوروں کی بات کررہے تھے۔ یہ حور کس کو کہتے ہیں؟ کہ بڑی حسین خوبصورت جمیل ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنے چہرے سے ذرا سا بھی نقاب ہٹائے تو دنیا روشن ہوجائے۔ اگر وہ اپنا لعاب دہن سمندر میں پھینکے تو سمندر میٹھا ہوجائے۔ ایک بال زمین پر بھیجے تو ہر گھر روشن ہوجائے۔ اس طرح کی باتیں ہورہی تھیں۔ اس مینڈکی کے بچے کہنے لگے کہ وہ حور کیا ہوتی ہے؟ تو وہ مینڈکی شرماکر کہنے لگی کہ لوگ تو شک ہم میں رکھتے ہیں۔ تو اس طرح ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سارا جہاں ہم ہی چلارہے ہیں۔ اپنے بیٹوں کو بھی ہم چلا رہے ہیں، بیوی کو بھی ہم چلا رہے ہیں، گھروالوں کوبھی، ماں باپ کو بھی۔ بلکہ ماں باپ کو تو بوجھ سمجھتے ہیں۔ یہ ماں باپ تو ہمارے لیے بڑا مسئلہ ہوگیا۔ فلاں بھائی ان کی خدمت نہیں کرتا۔ فلاں ہمارے رشتیدار نے ان کوچھوڑدیا ہے۔ سائیں میں ہی خانصاحب ہوں جو یہ سب کررہا ہوں۔ لیکن یہ نہیں جانتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی دَین ہے۔ اس کی عنایتیں ہیں اس کی مہربانیاں ہیں کہ وہ ہمیں چلا رہا ہے اور ہمارے ماں باپ کو بھی اور ہماری اولاد کو بھی۔

تو میرے دوستو اللہ والوں کو بھی یہ تکالیف اور مشکلات درپیش آتی ہیں اور وہ ان کو خاطر میں نہیں لاتے۔ دوسرا اس آیت کا مفہوم یہ بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اولیاء اللہ کو اپنے فضل و کرم سے چونکہ وہ اس کے ذکر میں مستغرق ہوتے ہیں، اللہ کی عبادت میں، اس کی رضاجوئی میں، اس کی محبت میں تو ان کو ان دکھوں اور غموں سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھتا ہے۔ اور یہ بھی کہ اگر دنیا میں دکھ لاحق ہوں، دنیا میں آکر فکرات آبھی جائیں تو کوئی بھی بات نہیں۔ لیکن آخرت وہ محشر کا میدان ہوگا۔ جہاں ہر انسان کو جانا ہے اور اس کو وہاں پیش ہونا ہے اللہ کے سامنے۔ پیر ہو، فقیر، عالم ہو یا جاہل۔ مرد ہو یا خاتون۔ ہر شخص کو وہاں اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے اور کوئی اس سے بچے گا نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس دن سے میں ان کو بالکل فکرات سے محفوظ کردوں گا ان کو کوئی غم لاحق نہیں ہوگا۔

تو ہم نے اس محشر کے میدان کو بھلادیا ہے۔ اس قبر کی تنہائی کو بھلادیا ہے۔ سکرات کی سختی کو بھلادیا ہے۔ جب یہاں سے ہماری روانگی ہوگی وہ ہمیں کچھ یاد ہی نہیں ہے۔ لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ دنیا سے جارہے ہیں۔ ان پر وہ موت کا مرحلہ آرہا ہے۔ سخت تکلیف کے عالم میں ہیں۔ جان کنی کا وقت کیا عجیب وقت ہوتا ہے۔ کیا تکلیف اور اذیت کا وقت ہوتا ہے لیکن ہمیں کچھ احساس ہی نہیں ہوتا۔ تو اللہ والوں کو فکر اور غم لاحق نہیں ہوتا اور ان کا کام کیا ہوتا ہے ان کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ تقویٰ کرتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ۔ (سورۃ یونس 10، آیۃ 63)

ایمان کامل پھر ان کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ، پورا یقین کہ وہ ہر لمحہ اپنے رب سے اپنی لو لگائے رہتے ہیں۔ جہاں کہیں بھی ہوتے ہیں وہ سمجھتے ہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ گھر میں بھی ہوتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ شہر میں، وہ بازار میں وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پہاڑوں میں ہوتے ہیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ایک لمحہ کے لیے بھی وہ اپنے آپ کو تنہا نہیں سمجھتے۔ جس طرح ہمارے اوپر جوانی کا جب عالم ہوتا ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ ہم سا کوئی نہیں ہے۔ ہم بڑے زور آور ہیں۔ طاقتور ہیں۔ کچھ پرواہ نہیں ہوتی اور جب وہ جوانی جانے لگی اور بڑھاپا اوپر آنے لگا۔ صحت نے جواب دے دیا جو کالے بال تھے وہ سفید ہوگئے۔ وہ ہاتھ میں لاٹھی آگئی۔ اب وہ لرزتا کانپتا چل رہا ہے۔ اب وہ اس سے ''میں وہ میں'' بھول جاتی ہے۔ اب وہ مایوسیوں کا شکار ہوجاتا ہے۔ اب اپنے بیٹوں کی طرف دیکھ رہا ہے کہ کب میرے پاس آکر بیٹھتے ہیں۔ دو میٹھے بول بولیں۔ حالانکہ اس کو یاد نہیں ہے کہ جب وہ جوان تھا تو اس نے اپنے والدین کے ساتھ کیا رویہ اختیار کیا تھا۔ تو اے انسانو یہ تمہیں درس ہے کہ جب اب جوانی کے عالم میں ہو ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ تم اپنے والدین کو بھلادو۔ انکی خدمت کو بھلادو۔ جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔ کیونکہ یہ مرحلے تمہارے اوپر بھی آنے والے ہیں۔ ہمارے مرشد و مربی حضور قبلہ عالم قلبی و روحی فداہ فرماتے تھے کہ ایک شخص تھا وہ اپنے

والد کی خدمت کرتا تھا۔ دن رات اس کی خدمت میں۔ اس کا باپ ہمیشہ کہتا تھا کہ بیٹے شادی کرلو۔ وہ کہتا تھا کہ اے ابا جان شادی کروں تو اس میں مشغول ہوجاؤں گا آپ کی خدمت مجھ سے چھوٹ جائے گی۔ وہ کہتا تھا کہ نہیں میرے بیٹے میری تمنا ہے۔ کافی دن اس طرح لڑتے جھگڑتے گذر گئے۔ آخر باپ کے اصرار کرنے پر اس نے شادی کرلی۔ جب اس کی شادی ہوگئی وہ اپنی نئی نویلی دلہن کو گھر میں لے آیا تو چند دن تو اپنے والد کی خدمت اور ملازمت کرتا رہا۔ اس کے پاؤں دباتا رہا۔ اس کے بلغم کو جو بار بار تھوکتا تھا اس کو اٹھاتا رہا۔ پھر اس نے بیوی کو کہا۔ مگر بیوی کہاں کرنے والی تھی۔ اس نے خود تو کیا نہیں بلکہ اپنے شوہر کو بھی ورغلا دیا۔ اس بوڑھے کھوسٹ سے ہم پھنس گئے ہیں اس کو کہیں نکالو۔ کسی اور بھائی کے پاس چھوڑ آؤ کیا ہم ہی نے اس کا ٹھیکہ لے کر رکھا ہے۔ اس طرح اکثر و بیشتر لوگ توازن کو کھودیتے ہیں۔ بعض لوگ تو وہ ہیں جو اپنے بیویوں کے کہنے میں آکے اپنے ماں باپ سے زیادتی کرتے ہیں اور بعض لوگ وہ ہیں جو اپنے ماں باپ کے کہنے میں آکے اپنی بیویوں سے زیادتی کرتے ہیں۔ اس میں توازن کو قائم رکھنا بہت ضروری ہے۔ تو یہ ناچیز اپنے موضوع پر آتا ہے۔ اس قدر اس کو بیوی نے پریشان کیا کہ مجبورا اس نے سوچا اس کوئی رکھے گا نہیں۔ اس کو جنگل میں لے جاتا ہوں کہیں جنگل میں چھوڑ کر آتا ہوں۔ اس نے اپنے والد کو کندھوں پر بٹھایا ہمارے حضرت فرماتے تھے جنگل میں چلاگیا جنگل میں جاکر اس کو اس نے بٹھایا اور جانے لگا اور کہنے لگا ابا جان مجھے تھوڑا کام ہے اور میں ابھی آتا ہوں۔ جیسے ہی اس نے اپنے نابینا باپ کو بٹھایا تو اس کا باپ ہاتھ لگا کر کوئی چیز ڈھونڈنے لگا۔ ادھر ہاتھ ماررہا ہے ادھر ہاتھ ماررہا ہے۔ بیٹا کھڑا ہوگیا اس کو دیکھنے لگا یہ کیا کررہا ہے۔ پوچھا اباجان یہاں تو جنگل ہے کیا ڈھونڈ رہے ہو؟ اس نے کہا کہ ہاں بیٹے تم جاؤ مجھے کوئی چیز ڈھونڈنی ہے۔ بتاؤ بابا تم کیا دیکھ رہے ہو اور کیا ڈھونڈ رہے ہو یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ باپ رو رو کر کہنے لگا کہ میں اپنے باپ کی ہڈیاں ڈھونڈ رہا ہوں کیونکہ میں بھی اس کو ایسے ہی چھوڑ کے گیا تھا، دیکھ رہا ہوں اس کی ہڈیاں سلامت ہیں یا اس کی ہڈیاں گل سڑ گئی ہیں۔

تو میرے دوستو اوپر میں عرض کر رہا تھا کہ یہ جوانی کا عالم ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم ہی سب کچھ ہیں۔ جب بڑھاپا آتا ہے تو پھر مایوسیوں کا شکار ہوجاتے ہیں۔ لیکن جن کا تعلق اللہ سے ہوتا ہے اور اللہ کی ذات کے ساتھ محبت ہوتی ہے، اور اس کے ذکر میں شاغل رہتے ہیں، وہ جوانی کے عالم میں بھی اللہ کی طرف دیکھتے ہیں، بڑھاپے کے عالم میں بھی وہ اللہ کی طرف دیکھتے ہیں۔ کوئی ان کی خدمت کرے یا نہ کرے پرواہ نہیں۔ کوئی ان کے پاس آئے یا نہ آئے، ان کو کوئی پرواہ نہیں۔ ان کے دل کا رابطہ ہر وقت خدا کے ساتھ قائم ہے۔ ان کی آس بندھی رہتی ہے۔ ان کے لیے ہر وقت رحمت خدا کی برستی رہتی ہے۔ تو ایسا نہ ہو کہ جوانی کے عالم میں گناہوں میں ملوث ہوجائیں اور بڑھاپے میں مایوسیوں کا شکار ہوجائیں۔ ہم اپنے بیٹوں کے ساتھ بات کرنے کے لیے بھی ترسیں پھر ہم کو خدا یاد آئے۔ پھر ہم داڑھیاں رکھیں پھر نمازیں پڑھیں۔

میرے دوستو! اس طرح کی عبادت بھی الحمد اللہ یہ بھی اللہ کی نعمت ہے لیکن جب انسان کی ہر صلاحیت اور قوت برقرار ہو۔ اس وقت اپنے نفس کو لگام دے اور اپنے رب کی عبادت کرے اور اس کا ذکر کرے۔ وہ جوانی کی ایک رکعت بڑھاپے کے لاکھ رکعتوں سے بہتر ہے۔ افضل اور اکمل ہے۔

تو میرے دوستو! میں عرض کررہا تھا کہ اللہ نے صرف ان کے لیے یہ نہیں فرمایا کہ ان کو غم اور حزن نہیں ہوتا بلکہ اللہ نے فرمایا ان کو ایمان بھی ہوتا ہے۔ ان کے پاس تقویٰ بھی ہوتی ہے۔ جس کے پاس تقویٰ ہوتی ہے اس کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ کے حقوق پوری طرح بجا لاتا ہے۔ ان میں کوئی کمی نہیں کرتا اور اس کے ساتھ جو بندوں کے حقوق ان پر عائد ہوتے ہیں انکی ادائیگی کے لیے شب و روز کوشاں رہتا ہے۔ ایسا نہیں کہ وہ مسجد میں بیٹھا رہے، نوافل بھی ادا کرے لیکن اپنے ماں باپ کی خدمت نہ کرے۔ اپنے پڑوسیوں کے حقوق کا خیال نہ کرے۔ اپنے اہل و عیال کا خیال نہ کرے یا لوگوں کو تکلیفیں دیتا پھرے۔ لوگوں کو ایذاء پہنچائے۔ تو وہ ولی نہیں ہوسکتا۔ ولی وہی ہے جو اللہ کے حقوق کو بھی پوری طرح ادا کرے۔ نماز کو اپنے وقت میں ادا کرے۔ زکوٰۃ جو اللہ نے اس کے اوپر فرض قرار دی ہے۔ اس کے مال میں وہ حصہ جو غریبوں کا حصہ ہے، ناداروں کا حصہ ہے، مسکینوں کا حصہ جو اس کے مال میں اللہ نے اس پر لازم قرار دیا ہے،

وہ اپنے وقت مقرر پر ان لوگوں تک پہنچا کر آجاتا ہے اور وہ اپنا احسان بھی نہیں جتلاتا کہ میں نے ان کے اوپر احسان کیا ہے۔ مال کے بدلے ان سے کوئی فائدہ بھی نہیں لیتا۔ خالصتاً وہ رمضان کے روزے پوری پابندی کے ساتھ ادا کرتا ہے۔ حج اگر اس پر فرض ہے تو اس کی ادائیگی میں تاخیر نہیں کرتا ہے۔ اسی طرح سے اللہ کا ذکر کرتا ہے بلکہ نوافل اور استحبابی چیزیں بھی ادا کرتا ہے اور ساتھ میں بندوں کے حقوق کا بھی پورا خیال کرتا ہے۔ کیونکہ جتنے بھی ماسلف اولیاء اللہ گذرے ہیں بلکہ ہمارے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو آپ پڑھیں۔ نہ صرف آپ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے تھے۔ جہاد میں شامل رہتے تھے۔ نمازیں ادا فرماتے تھے بلکہ جس طرح سے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد فرائض ادا کرتے تھے اسی طرح وہ بندوں کے جو حقوق ہوتے ہیں ان کی ادائیگی میں بھی پیش پیش ہوتے تھے۔ حالانکہ اگر پڑوس میں رہنے والا کافر اور مشرک ہے تو اس کی خبر گیری کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ وہ مشہور بوڑھی عورت کا قصہ آپ نے سنا ہوگا جو ہمیشہ آپ کے راستے میں کانٹے بچھایا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ خلاف معمول آپ کو وہ کانٹے نظر نہیں آئے یا گندگی جو وہ پھینکا کرتی تھی، وہ گندگی نظر نہیں آئی تو اپنے صحابہ سے پوچھا وہ آج بوڑھی نظر نہیں آرہی ہے۔ وہ گندگی نظر نہیں آرہی ہے۔ وہ کانٹے نظر نہیں آرہے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم جو گستاخ بے ادب بوڑھی جو آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کو تکلیفیں پہنچایا کرتی تھی وہ بیمار ہوگئی ہے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم مغموم ہوگئے اور کھڑے ہوگئے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بیمار ہوگئی ہے؟ ہمیں اس کے پاس جانا ہے۔ اس کی طبع پرسی کرنی ہے۔ وہ تو اتنی مہربان تھی کہ وہ تو ہمیں ایک دن کے لیے بھی نہیں بھلاتی تھی۔ ہر روز ہمیں یاد رکھا کرتی تھی۔ کسی بھی صورت میں لیکن ہمیں بھلاتی نہیں تھی۔ یقینا یہ بھی اس کا تعلق تھا ہمارے ساتھ۔ تو ہمیں بھی چاہیے کہ جب وہ بیمار ہووے تو ہم بھی اس سے نہ بھولیں۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم چل کر گئے اس بوڑھی عورت کے پاس جس کے پاس کوئی اس کا عزیز، رشتیدار قریب نہیں آرہا تھا۔ وہ نہایت کسمپرسی کے عالم میں پڑی ہوئی تھی۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے سوچا میرا کوئی رشتیدار آیا ہے۔ یا اس نے سوچا ہوگا کہ میرا کوئی بیٹا بھائی آیا ہوگا جو میری طبع پرسی کرے گا یا مجھے اپنے گھر لے جائے گا اور میری خدمت

کرے گا۔ اس کے تو تصور میں بھی نہیں تھا کہ جس کو میں اپنا دشمن سمجھتی ہوں جس کو میں نے زندگی بھر ایذاء پہنچائے ہیں کیا وہ بھی چل کر آسکتاہے۔ اس نے کہا کہ آجاؤ۔ جب آگئے تو دیکھا تو کالی کملی والے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف لارہے ہیں۔ صحابہ کی معیت میں آرہے ہیں۔ آپ اس کے سرہانے بیٹھتے ہیں۔ اس کی طبع پرسی کرتے ہیں۔ وہ حیران رہ جاتی ہے۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہیں کہ میں نے جن کو تکلیف پہنچائی وہ آج مجھے دعا دینے کے لیے آیاہے۔ آج مجھے شفا دینے کے لیے آیا ہے۔ آج میری طبع پرسی کے لیے آیاہے۔ وہ حیران رہ گئی اور قدموں میں گر پڑی یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم اگر یہ آپ کا مذہب ہے، یہ آپ کا دین ہے، یہ آپ کی تعلیم ہے تو خدا کے لیے مجھے اس مذہب میں داخل فرما دیجیے۔ تو یہ تعلیم سیکھنی ہے تو ان نائب رسول صلّی اللہ علیہ وسلم یعنی اللہ والوں سے سیکھیں۔ کیونکہ وہی ان علوم کے وارث اور مالک ہیں۔ جو وہاں سے ان کو سلسلہ بسلسلہ ملے ہیں اور اس لیے ملے کہ تقسیم کرتے چلیں۔ اسلام کا پھیلانا اور عام ہونا یہ اولیاء اللہ کی تعلیمات کی وجہ سے تھا۔ موجودہ معاشرے میں ہم دیکھتے ہیں الحمد اللہ اس مملکت پاکستان میں، برصغیر پاک و ہند میں جو ایمان والے ہیں، اسلام والے ہیں۔ ان کو یہ ساری دولت اولیاء اللہ کی محنتوں اور مجاہدوں سے ملی ہے۔ لیکن ایمان کے ملنے کے بعد ہم نے اس کی قدر نہیں کی ہے۔ اس کے حق کو ہم نے ادا نہیں کیا ہے۔ اس ایمان کی جو تقاضائیں ہیں اس کو ہم نے پورا نہیں کیا ہے۔ آج اگر ہم چاہتے ہیں کہ ان تقاضاؤں کو پورا کریں تو اولیاء اللہ کی معیت اور صحبت میں رہ کر ہی ہوسکتا ہے۔ اور یقین جانئے کہ اب تک ہمارا ایمان کمزور ایمان ہے۔ جس طرح کہ آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

الایمان عریان و لباسه التقویٰ وزینتها الحیا۔

آپ صلّی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایمان جب کسی کو عطا ہو اللہ کی طرف سے ایک عظیم نعمت کی صورت میں، فرمایا کہ یہ ننگا ہے۔ جس طرح ماں کے پیٹ سے بچے کی ولادت ہوتی ہے۔ وہ حسین جمیل بچہ بڑی آس اور امیدوں اور دعاؤں کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو عطا فرماتا ہے۔ اپنی قدرت کاملہ سے ایک ماں کے

پیٹ میں جہاں ہوا کا گذر نہیں۔ جہاں کوئی روشنی نہیں۔ حالانکہ انسان ہوا و روشنی کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایسی تنگ و تاریک جگہ میں اللہ نے ان ماں باپ کی دعاؤں کو قبول کیا اور ان کے دو ناپاک قطروں سے انسانی وجود تخلیق فرمادیا۔ یہ اس کی قدرت کاملہ ہے اور اس جگہ پر کس طرح اس کا رزق اور اس کی روزی کا بندوبست کرتا ہے کہ کوئی کر بھی نہیں سکتا اور مسلسل وہ روزی اس کو ملتی ہی رہتی ہے۔ منہ سے اسے روزی نہیں ملتی بلکہ اس کو ناف سے اس کو روزی ملتی رہتی ہے۔ کیا ایسا کوئی کرسکتا ہے کہ ناف سے اس کو روزی پہنچائے۔ یہ اللہ کی قدرت کاملہ ہے اور اس کی عنایتیں ہیں اور جب بیٹا باہر آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی یہ بھی ایک بہت بڑی نعمت ہوتی ہے۔ تو ان انعام اور احسانات کو ہم بھلادیتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس پر انعام فرمایا۔ اس کو یہ نعمتیں عطا فرمائیں۔ تو بات یہ چل رہی تھی کہ ایمان جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا آپ نے فرمایا وہ ننگا ہے۔ جس طرح ماں کے پیٹ سے وہ بچہ آتا ہے تو اس کو لباس نہیں ہوتا۔ فوراً اس کو نہلاتے ہیں دہلاتے ہیں اس کو اچھے اچھے کپڑے پہناتے ہیں اور پھر اس کو کوئی اٹھانے والا اٹھاتاہے۔ تو آپ نے فرمایا اگر ایمان تمہیں ملا ہے تو اب اس ایمان کو لباس کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا اس کا لباس کچھ اور نہیں ہے تقویٰ ہے۔ تقویٰ اسی چیز کا نام ہے کہ اللہ کے حقوق کو بھی پوری طرح ادا کرتا رہے اور بندوں کے حقوق کو بھی پورا کرتا رہے۔ پوری شریعت ان دو چیزوں میں بند ہے۔ ان دونوں چیزوں کو پوری طرح کامل طریقے سے ادا نہیں کریں گے تو ایمان کے کمال کو بھی نہیں پاسکیں گے۔ اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لباس اس کا تقویٰ ہے۔ وزینتها الحیا۔ اور اس بچے کو پھر خوبصورت بھی بنایا جاتا ہے۔ سرمہ آنکھوں میں لگاتے ہیں۔ خوشبوء دار تیل لگاتے ہیں۔ عالیشان پاؤڈر اس کے جسم پر چھڑکتے ہیں تاکہ اس کے حسن و جمال میں اضافہ ہو۔ اٹھانے والا اس کو اور بھی محبت اور پیار سے دیکھے۔ تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح ایمان کو بھی زینت اور خوبصورتی کی ضرورت ہے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ خوبصورتی حیا ہے۔ حیا اللہ سے آنی چاہیے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے میں چوری کیوں کروں۔ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، میں زنا کیوں کروں۔، اللہ مجھے دیکھ رہا ہے میں بدنظری کیوں کروں۔ غیر عورتوں کو کیوں تکوں۔ جھوٹ کیوں بولوں اور گالیاں کیوں نکالوں۔ اس طرح کی حیا انسان کو

جنت کی طرف پہنچا دیتی ہے۔ اور ہمارا یہ حال ہے کہ لوگوں سے تو حیا آتی ہے لوگ دیکھ رہے ہیں تو ہم بڑے نیک اور صالح بن جاتے ہیں لیکن جب تنہائیوں میں جاتے ہیں تو پھر ہمیں حیا نہیں آتی۔ لیکن جس کو خدا سے حیا ہوگی تو وہ لوگوں کے درمیان بھی اور تنہائیوں میں بھی اسکو آتی رہے گی۔ آج تو بندوں کے بندوں کے اوپر جو حقوق ہوتے ہیں ان کو بری طرح پامال کیا جارہا ہے۔ ایک دوسرے کو قتل کیا جارہاہے۔ ایک دوسرے کا خون بہایا جارہا ہے۔ ایک دوسرے کے جان کے درپے مسلمان ہیں۔ کیا اس طرح ہم اسلام کی ترویج کرسکتے ہیں۔ کیا اس طرح ہم تبلیغ کرسکتے ہیں۔ اے میرے مسلمان بھائیو نمازیں جب تم ادا کرتے ہو تو اس بات کو بھی مت بھلاؤ کہ بندوں کے حقوق بھی تم پر عائد ہوتے ہیں۔ بلکہ میں نے عرض کیا کہ کفار اور مشرکین اگر پڑوس میں ہوں تو آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم ان کو بھی نظر انداز نہیں فرماتے تھے بلکہ ان کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ اب تم خود اندازہ لگاؤ کہ ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کے اوپر کتنی بڑی ذمیداریاں اور کتنے بڑے حقوق ہوتے ہیں۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ عبادت گذار تھے۔ مسجدوں میں جاکر سجدہ ریز ہوتے تھے اور طویل ترین سجدے کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فرائض بلکہ نوافل ادا کرتے۔ کثرت نماز ادائیگی کی وجہ سے لوگوں نے آپ کو زین العابدین کہنا شروع کردیا۔ بنو امیہ میں سے کوئی بادشاہ تھا عبدالملک یا اس کا بیٹا واللہ اعلم بالصواب۔ طواف بیت اللہ کے لیے حج کے ایام میں وہ حرم کعبہ میں داخل ہوگیا اور بڑی فوج اس کے ساتھ ہے۔ ہٹو بچو کی صدائیں بلند ہورہی ہیں جس طرح آجکل کے حکمرانوں کے آنے جانے کے لیے بہت بڑا بکھیڑا کیا جاتا ہے۔ حالانکہ آج ہی ایک دوست بتا رہا تھا کہ سائیں ہم بیرون ملک بھی گئے ہیں بڑے بڑے ترقی یافتہ ملکوں میں۔ ہالینڈ گئے ہیں، برطانیہ گئے ہیں، فرانس میں گئے ہیں۔ وہ بتا رہا تھا کہ ہالینڈ کا وزیراعظم وہ سائیکل پر سوار ہوکر ایسے گذر جاتا ہے کسی کو اندازہ نہیں ہوتا اور ہم پوچھتے ہیں کہ یہ کون گذر گیا؟ لوگ بتاتے ہیں کہ یہ وزیر اعظم صاحب تھا۔ کوئی اور ایسے پیدل چلتا جارہا ہے فٹ پاتھ پر۔ پوچھا گیا یہ کون ہے؟ بتایا گیا کہ یہ پریزیڈنٹ صاحب ہے۔ کوئی آگے فوجی نہیں، کوئی باڈی گارڈ نہیں۔ کوئی لشکر سپاہ نہیں ایسے ہی موٹر کار میں جارہا ہے۔ کہیں ٹریفک کی خلاف ورزی ہوگئی تو

اس کا چالان ہوگیا۔ کوئی سفارش نہیں چلتی۔ تو یہ تعلیمات انہوں نے ہمارے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی ہیں۔ خلفاء راشدین کی تعلیمات سے حاصل کی ہیں۔ یہ ہمارا ورثہ تھا۔ ہم نے اس کو چھوڑ دیا۔ اب جو کوئی بھی کرسی پر ہو شاید ہمارا بھی یہی حال ہو اللہ معاف فرمائے۔ اگر ہم میں سے بھی کوئی کرسی پر بیٹھ جائے تو ہم بھی ان چیزوں میں مشغول ہوجائیں کہ بھائی ہمیں بھی بہت باڈی گارڈ چاہییں۔ پولیس چاہیے۔ فوج چاہیے۔ یہ ہمارے ذہنی پستی اور پسماندگی کی علامت ہے۔ تو میں عرض کررہا تھا کہ اس وقت میں جو خلفاء راشدین ہوتے تھے ان کی کس قدر سادگی کس قدر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ توکل ہوا کرتا تھا۔ لیکن وہ عبدالملک یا اس کا کوئی رشتہ دار ایک روایتی حکمران تھا۔ جب وہ بیت اللہ شریف میں آیا تو بڑے لوگ ان کے ساتھ ہیں۔ تو ان میں وہ دیکھتاہے کہ وجیہہ خوبصورت دبلے پتلے جسامت کا مالک دراز قامت نوجوان آرہا ہے۔ جی بڑی سرخ و سفید رنگت ہے۔ حسن و جمال کے ایک نور کا عکس اس کے چہرے پر چمک رہا ہے۔ لوگ اس کی طرف بھاگ رہے تھے۔ ہر کوئی اس کو دیکھنا چاہتاہے، اس کو چھونا چاہتا ہے، وہ جو بادشاہ تھا عبدالملک کا بیٹا یا واللہ اعلم بالصواب اس کے ساتھ مہمان بھی تھے تو ان میں سے کسی نے کہا کہ یہ کون ہے؟ لوگ آپ کی طرف نہیں آرہے اس طرف بھاگے چلے جارہے ہیں یہ کون ہے؟ اس نے ایسی ہی رعونت میں کہہ دیا کہ میں اس کو نہیں جانتا۔ حالانکہ وہ نوجوان کوئی اور نہیں تھا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تھے۔ تو کہتے ہیں کہ فرزدک مشہور شاعر وہ بھی وہاں موجود تھا۔ جب یہ بات مشہور ہوگئی کہ بھئی عبدالملک کے بیٹے نے کہا ہے کہ میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو نہیں جانتا تو فرزدک ایک شاعر تھا۔ اس کے دل میں عشق رسول صلّی اللہ علیہ وسلم تھا۔ اس کے دل میں حب اہل بیت تھی۔ اس نے بڑا ایک لمبا قصیدہ کہا۔ اس نے اپنے قصیدے میں کہا کہ اے وقت کے بادشاہ اگر تو اس کو نہیں جانتا تو کچھ پرواہ نہیں۔ اس کو حرم کعبہ جانتا ہے۔ اس کو مشرق والے بھی جانتے ہیں اور مغرب والے بھی جانتے ہیں۔ اس کو شمال والے بھی جانتے ہیں اس کو جنوب والے بھی جانتے ہیں۔ اے بادشاہ اگر تو اس کو نہیں جانتا تو کچھ پرواہ نہیں اس کو زمین والے بھی جانتے ہیں آسمان والے بھی جانتے ہیں۔ اس کو امیر بھی جانتے ہیں غریب بھی جانتے ہیں۔ گنہگار بھی جانتے ہیں

پرہیزگار بھی جانتے ہیں۔ اگر تجھے معلوم نہیں تو تجھے جان لینا چاہیے یہ نواسہ رسول ہے۔ یہ جگر گوشہ فاطمۃ الزہریٰ رضی اللہ عنہا ہے۔ جن کے پاس لوگ جاتے ہیں تو وہ ظاہری جھولیاں بھی بھر لاتے ہیں اور اپنے سینے میں فیض کا سمندر بھرپور کرکے لے آتے ہیں۔ میں عرض کررہا تھا کہ اس طرح ان کی زندگیاں ہوتی تھیں لوگ ان کے پاس جاتے تھے لیکن وہ لوگوں کو اپنے ارد گرد اکٹھے کرنے کے طالب نہیں تھے۔ کہاں وہ وقت کا بادشاہ تھا جو چاہتا تھا لوگ میرے اردگرد اکٹھے ہوں۔ اور وہ ایک اللہ کا کامل ولی، وقت کا امام تھا۔ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ تھا۔ جو لوگوں کو طلب نہیں کررہا تھا لیکن لوگ خودبخود اس کے طرف اکٹھے ہورہے ہیں۔ کیونکہ اللہ کا حکم ہورہا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ (سورۃ مریم 19، آیۃ 96)

جو لوگ ایمان لائے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں اللہ تعالیٰ خود لوگوں میں ان کے لیے محبت پیدا کر دیتا ہے۔ جیسے آج چند فقیر ذکر والے اکٹھے ہوئے ہیں۔ ہم کہاں کہاں سے چل کر یہاں پہنچ گئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہاں پیسے دولت نہیں ملے گی۔ یہاں کوئی آٹا تقسیم نہیں ہوگا۔ یہاں کوئی چینی نہیں ملے گی۔ یہاں کتنے احباب ہونگے جو اپنے کاروبار کو بند کرکے یہاں کھڑے ہوگئے۔ آخر کیوں کھڑے ہوئے؟ یہ اللہ نے ان کے دلوں میں خود بخود محبت پیدا کردی ہے بلکہ مامور من اللہ ہوکر یہاں آئے ہیں۔ اللہ کا امر ہوگیا بھئی کتنی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کو خود معلوم نہیں ہوتا کہ میں یہ کیا کررہا ہوں، کیوں کررہا ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی منشاء ہوتی ہے، جو اسے پرواہ نہیں ہوتی۔

تو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ وہ نماز کثرت سے ادا کرتے تھے اس وجہ سے لوگ آپ کو زین العابدین کہتے تھے۔ ہمارا حال تو نماز کے دوران یہ ہوتا ہے کہیں مکھی بیٹھی تو خیال ادھر ہوتا ہے۔ کہیں مچھر بیٹھ گیا خیال اس طرف ہوتا ہے اور کوئی پیچھے سے بات کر رہا ہے تو ہم وہ سننے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ قرآن مجید کی طرف توجہ نہیں۔ نماز کی طرف توجہ نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بلوچیوں کو کسی نے

نماز سکھائی کہ نماز اس طرح ہوتی ہے وہ بیچارے جنگل کے رہنے والے ان کو کچھ علم نہیں تھا۔ بھئی تم ایسے نماز پڑھو کہ بات نہ کرنا نماز پڑھتے جانا۔ تو نماز انہوں نے شروع کردی۔ باہر سے کوئی دوسرا بلوچ آیا وہ بھی کچھ ایسا ہی تھا حالانکہ نماز پڑھتے ہوئے خیال کرنا چاہیے کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں تو بات نہیں کی جاتی۔ اس نے آکر کہا السلام علیکم۔ نماز پڑھنے والا جو کھڑا تھا اس نے کہا وعلیکم السلام۔ جو ساتھ میں کھڑا تھا اس نے کہا بھئی عالم نے کہا ہے کہ نماز میں بات نہیں کرنی ہے۔ حالانکہ وہ بھی خود نماز پڑھ رہا تھا۔ وہ تیسرا جو ساتھ میں کھڑا تھا اس نے کہا چلو الحمد اللہ میں نے تو بات نہیں کی۔ اورہم حقیقتاً زبان سے تو کچھ نہیں کہتے لیکن ہمارا حال بھی بالکل ایسا ہوتا ہے کہ خیال اس طرف ہے، توجہ اس طرف۔ مسجد میں کھڑا ہے اللہ کے حضور میں۔ تو امام زین العابدین کے بارے میں آتا ہے کہ جب آپ وضو کررہے تھے تو آپ کا جسم کانپتا تھا لرزتا تھا۔ وضو ختم ہوجاتا تو آپ کے اوپر نیم بیہوشی کا عالم طاری ہوجاتا۔ لوگ کہتے کہ یا حضرت یہ آپ کیوں کررہے ہیں۔ آپ نے کہا بیوقوف میں کہاں جارہا ہوں؟ احکم الحاکمین کی دربار میں جارہا ہوں۔ رب العالمین کے سامنے پیش ہونے کے لیے جارہا ہوں جس کے ہاتھ میں ہر چیز ہے۔ وہ جنت بھی عطا فرما سکتا ہے اور دوزخ میں بھی پھینک سکتا ہے۔ اس بے پرواہ بادشاہ کی دربار میں جارہا ہوں میں کانپوں نہیں تو اور کیا کروں۔ خدا کے لیے ہم اپنے اوپر تصور کریں کہ کیا ایک مرتبہ بھی ایسا ہوا ہے کہ جب ہم نماز کے لیے جارہے ہیں تو ہماری کیفیت یہ ہو۔ ہمارے اندر ایسا خوف اور خشیت کی کیفیت طاری ہو۔ تو امام زین العابدین ایسے عبادت گذار تھے۔ آپ تاریخ کے کتابوں کو پڑھ کر تو دیکھیں۔ موجودہ دور کے جو نوجوان لڑکے ہوتے ہیں پتہ نہیں کس کس کو آئیڈیل بنالیتے ہیں۔ کوئی سیاستدان ہے۔ کسی کا آئیڈیل کوئی اداکار ہے۔ صد افسوس اگر ہمارے مسلمان بھائی اپنے گھروں میں ایسی کتابیں رکھیں جن میں ان عظیم المرتبت ہستیوں کی سوانح حیات ہو اور نوجوان ان کو پڑھیں تاکہ ان کو معلوم ہو کہ حقیقی آئیڈیل کون ہوتا ہے۔

تو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نہ صرف عبادت گذار تھے بلکہ کتابیں لکھتی ہیں کہ اللہ تعالی نے آپ کو کافی مقدار میں دولت سے نوازا تھا۔ تاریخی کتابوں میں اس ناچیزنے پڑھا کہ اگر زراعت کا کام کرتے

اتنی زراعت میں برکت ہوتی کہ لوگ حیران رہ جاتے۔ سینکڑوں غلام ہیں جو اس کام میں مشغول ہیں۔ تجارت کا کام ہوتا اتنی برکت ہوتی کہ لاکھوں کے حساب سے اللہ تعالٰی ان کو برکتیں عطا فرماتا۔ سینکڑوں غلام وہاں مصروف ہیں مشغول ہیں اور آپ عبادت میں، اللہ تعالٰی کے ذکر و فکر میں مشغول ہیں لیکن ایک کام وہ خود کیا کرتے تھے۔ روایت میں آیا ہے کہ رات کو اٹھ کر وہ حقوق العباد کا خیال کرتے تھے۔ عبادت کے ذریعے اللہ کے حقوق ادا ہورہے ہیں اور بندوں کے حقوق کے لیے رات کو اٹھ کے آٹے کے تھیلے اپنی پشت پر رکھ کے اندھیرے میں نکل جاتے۔ کسی کو معلوم نہ ہوتا کہ غریبوں کے گھروں میں وہ تھیلے پہنچا کر آجاتے۔ ان غریبوں کو خود کو معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ تھیلے کہاں سے آرہے ہیں۔ راوی لکھتا ہے کہ مدینے کے غریب لوگ اس قدر سیر ہوکے کھاتے کہ لوگ کہتے یہ تو امیر ہیں۔ یہ تو غریب ہی نہیں ہیں۔ ساری زندگی آپ کا یہ معمول رہا کہ اپنے پشت پر وہ تھیلے لالاکر غریبوں کے گھروں میں پہنچاکے آتے تاوقتیکہ آپ کا انتقال ہوگیا۔ غسل دیتے وقت راوی لکھتا ہے کہ جب آپکی پشت کو دیکھا گیا وہ پشت مبارک کثرت سے تھیلوں کو اٹھانے کی وجہ سے سیاہ ہوچکی تھی۔ جس طرح کوئی مسلسل بوجھ اٹھاتا ہے تو اس کی پشت پر اس کے نشان سے بن جاتے ہیں۔ تو تھیلوں کے اٹھانے کی وجہ سے ان کی پشت پر بھی نشان بن گئے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے اچانک دیکھا کہ وہ غریبوں کا آٹا جو ان کو ملتا تھا وہ ختم ہوگیا اور پریشان ہوگئے کہ یہ کیوں ہورہا ہے کیونکہ ان کو معلوم نہیں تھا کہ یہ آٹا کہاں سے آرہا ہے۔ تو اگر ہم بھی کسی کو دیتے نہیں، کسی کو آرام نہیں پہنچاتے تو خدا کے لیے کسی کو دکھ تو نہ پہنچائیں۔ وہ کہتے ہیں "اے زنبور اگر اصل نے دہی تو نیش مزن۔" کہتے ہیں اے بھڑ فارسی میں اس کو زنبور کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں اگر تو شہد ہمیں نہیں دے سکتا تو خدا کے لیے ڈنگ تو نہ مار۔ تو اس طرح نہیں ہونا چاہیے۔

اسی لیے موجودہ وقت میں اولیاء اللہ کی محبت و اخوت کی تعلیمات کو اپنانے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ جس طرح حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا لنگر دن رات چلتا تھا۔ ہندو بھی کھاتے تھے، غیر مسلم بھی کھاتے، مسلمان بھی کھاتے تھے۔ آپ کے ہاں جتنے مسلمان حاضر ہوتے تھے اتنے ہی ہندو بھی

حاضر ہوتے تھے۔ تو موجودہ دور میں ان اولیاء اللہ کی محبت ان کا طریقہ اپنے سینے میں پیدا کرو اپنے قلب کو کشادہ کرو۔ انسانیت کے لیے کھول دو۔ سب انسانوں سے پیار کرو ان کی زندگیوں کو محفوظ بناؤ۔ ان کو آرام پہنچاؤ تاکہ اللہ تعالیٰ بھی آپ کے اوپر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ تمہاری تکلیفوں کو دور کرے تمہاری مشقتوں کو دور کرے۔ دین کبھی بھی یہ نہیں سکھاتا کہ تم کسی کا خون بہاؤ۔ کسی سے لڑو۔ کسی کو مارو۔ کسی کو پیٹو۔ دین تو یہ سکھاتا ہے محبت کے ساتھ، پیار اور امن کے ساتھ، باہمی اتفاق کے ساتھ مل جل کے رہو بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی محبت اور امن کے ساتھ رہو۔ بلکہ ان کی جان، عزت اور مال کی حفاظت کرنا یہ تو اسلام نے سکھایا تھا۔ پہلے تو یہ طریقہ تھا کہ ایک فوج آتی تھی اور اپنے دشمنوں کو روندکر چلی جاتی تھی انکو ختم کردیتی تھی۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، خلفائے راشدین کے زمانے میں دیکھیں کہ جس علائقہ میں گئے وہ فتح کیا تو اس علائقہ کے لوگ جو مفتوح ہیں وہ اپنے مذہب پر عمل جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اگر وہ اپنی عبادت کرنا چاہتے ہیں تو اپنی عبادت کررہے ہیں۔ اپنا کاروبار چلارہے ہیں اور ان کو مکمل تحفظ مل رہا ہے۔ اور یہی ایک مسلم مملکت کا طریقہ کار ہے۔ آج اسی چیز ہی کی ضرورت ہے اور جب کہ آج ہماری یہ حالت ہوچکی ہے کہ ایک کے ہاتھوں دوسرا قتل ہورہا ہے اور دوسرے لوگ خوشیاں منارہے ہیں۔ اور یہ قتل کبھی مذہب کے نام پر۔ کبھی قومیت کے نام پر۔ تو کبھی خدا کے نام پر۔ خدا کے لیے ان چیزوں سے اپنے آپ کو نکالیے، علیحدہ کیجیے۔

تو آپ پر لازم ہے اولیاء اللہ کی تعلیمات کو ضرور پڑھیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ، حضرت قلندر شہباز علیہ الرحمۃ، حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی علیہ الرحمۃ، حضرت بابا بلھے شاہ۔ ان کی تعلیمات کو پڑھیں وہ ہمیں کیا سکھاتے ہیں۔ کیا وہ ہمیں درس دیتے ہیں۔ جب تک ہم دوسری عبادات کے ساتھ حقوق العباد کا خیال نہیں رکھیں گے تب تک ہمیں ولایت، اللہ کی دوستی کبھی حاصل نہیں ہوسکتی۔ جب اللہ کی دوستی وہ ولایت مل جاتی ہے تو غم بھی ختم ہوجاتے ہیں دکھ بھی ختم ہوجاتے ہیں۔ خوف بھی ختم ہوجاتا ہے۔ پریشانیاں بھی ختم ہوجاتی ہیں۔ جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (سورۃ یونس 10، آیۃ 62)

اور جب ولایت مل جائے گی پھر اللہ کی رضا، عنایت، مہربانیاں، کشادگی، فراخ دلی، وسعت قلبی غرضیکہ ہر طرح کی نعمتیں ملنا شروع ہو جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عمل عطا فرمائے۔

حقیقی زندگی

بمقام: درگاہ فقیر پور شریف

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد

فاعوذ با اللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فَانۡظُرۡ اِلٰۤی اٰثٰرِ رَحۡمَتِ اللّٰہِ کَیۡفَ یُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا۔ (سورۃ الروم 30، آیۃ 50)

صدق اللہ العظیم

فقال اللہ تبارک و تعالیٰ فی شان حبیبہ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا۔

(سورۃ الاحزاب 33، آیۃ 56)

اللّٰھم صلی علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

معزز سامعین کرام! ماشاء اللہ آپ سب احباب ایک دو دن سے یہاں موجود ہیں اور محبت والے علماء کی گفتگو اور ان کے کلام کو سماعت فرمارہے ہیں۔

دوستو ہمارے جیسے ہزاروں لاکھوں بلکہ کئی گنا اس سے بڑھ کرہم سے بہتر لوگ اس دنیا میں موجود ہیں۔ مگر یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا کرم ہے جس نے اپنے پیارے کے صدقے میں، اپنے ولی کامل کے صدقے میں ایسی اچھی محفل، ایسی اچھی جماعت، ایسی اچھی مجلس میں آنے کی توفیق بخشی۔

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ۔ (سورۃ آل عمران3، آیۃ26)

جس کو چاہے اللہ تعالیٰ عزت بخشے۔ ہم دولت کو عزت سمجھتے ہیں، ہم مان، مرتبہ، شان و شوکت کو عزت سمجھتے ہیں لیکن وہ عزت کون سی ہے جو اللہ کی نظر میں عزت کہلاتی ہے۔ بلکہ وہ عزت، وہ صورت، وہ شکل، وہ کیفیت جس کی وجہ سے ہم اور آپ خدا تعالیٰ کی نظر میں پیارے بن جائیں وہ کونسی ہے؟ میں اچھے کپڑوں پہنوں تو میں سمجھوں گا کہ میں خوبصورت ہوگیا یا میں کسی اچھی کرسی پہ بیٹھ گیا تو میں سمجھوں گا کہ میں عزت والا ہوگیا۔ اسی کو ہم اس معاشرے میں بلندی کہتے ہیں کہ بڑا نام، بڑی شوکت، بہت دولت، بہت سارے لوگ آگے پیچھے، ا سی کو ہم بلندی کہتے ہیں۔ ایسی رفعت جب ملتی ہے تو شیطان خوش ہوتا ہے۔ اور رحمان کیسے خوش ہوتا ہے؟ رحمان خوش ہوتا ہے انکساری سے۔ اپنے آپ کو نیچا سمجھنے سے۔ اپنے آپ کو کمتر سمجھنے سے رحمان خوش ہوتا ہے۔ ویسے اگر ہم اور آپ اپنے جسم پر غور کریں تو اس سے بھی ہمیں سبق مل سکتے ہیں۔ ہمارے سندھ میں یہ ہماری ثقافت کا حصہ ہے کہ کسی کو ہم عزت، مرتبہ اور شان دینا چاہتے ہیں تو اس کے قدم چومتے ہیں۔ بھائی سر بھی تو موجود ہے سر کو بھی چوم سکتے ہو لیکن کسی کو زیادہ عزت دینا چاہتے ہیں تو اس کے قدم چومتے ہیں۔ بھئی قدم تو ایک ایسا جسم کا حصہ ہے جس پر کسی کی نظر نہیں پڑتی۔ ہم اگر ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں تو آنکھوں میں دیکھتے ہیں۔ اگر ہم ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں تو پیشانی کو دیکھتے ہیں۔ اگر ہم ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں تو اس کے ہونٹوں کو دیکھتے ہیں۔ اس کی ناک کو دیکھتے ہیں۔ اس کے چہرے کو دیکھتے ہیں۔ پاؤں پر کسی کی نظر نہیں جاتی۔ لیکن وقار اور عزت دینے کا جب ٹائم آتا ہے تو سر کو نہیں چوما جاتا پاؤں کو چوما جاتا ہے۔ تو دوستو اوپر بیٹھنے سے، سر کی طرح اونچا رہنے سے میری نظر میں کوئی فائدہ نہیں

ہے۔ جیسا کہ ہم بڑے ابتلا اور آزمائش میں ہیں کہ ہمیں معتبر بناکر اوپر بیٹھا دیا گیا ہے اور اگر ہم بے وقوفی سے یہ سمجھیں کہ ہم واقعی ایسے ہیں تو ہم جیسا کوئی نادان دنیا میں نہیں ہوگا اورحق بات یہ کہ آپ چومنے کے قابل ہیں۔ آپ کے پاؤں جو ہیں وہ ہماری آنکھوں پر ہیں۔ کیونکہ آپ ایسے ارادہ سے آئے ہیں کہ میں آپ کے ارادے پر قربان جاؤں۔ آپ ایسے جذبے سے آئے ہیں کہ میں آپ کے جذبے پر قربان جاؤں۔ آپ تو ایک ایسے قافلے کی صورت میں آئے ہیں جو میرے یار کا قافلہ ہے۔ آپ ایسے انداز سے آئے ہیں، ایسی کیفیت سے آئے ہیں جو کیفیت، جو انداز میرے یار کو پسند ہے۔ حالانکہ مجھے اپنا پتا نہیں ہے کہ میں بھی اپنے یار کی نظر میں معتبر ٹھہرایا گیا ہوں یا نہیں۔ لیکن آپ کے اطوار، آپ کے انداز، آپ کا طریقہ مجھے یہ کہتا کہ یہی وہ طریقہ ہے، یہی وہ طرف ہے، یہی وہ درد ہے، یہی وہ فکر ہے جو میرے یار کو پسند تھا۔ میرے پیر کو پسند تھا۔ تو میں آپ کے درد پر قربان جاؤں، آپ کی اس قربانی پر قربان۔ جو آپ نے قدم اٹھائے ان قدموں پر قربان۔

کيچان آيو قافلو، پليرو پانيان،
چنبيلي چائيان، جي مون نِيَن پاڻ سين.

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو میرے یار کا قافلہ آیا ہے، ان کے ساتھ میں جو آئے ہیں۔ تو ان کا مقام میں کیا بتاؤں۔ ان کے پاؤں کی جو مٹی ہے وہ مٹی میں اپنے جسم پر ملنا چاہتا ہوں۔

چنبيلي چائيان، جي مون نِين پاڻ سين.

پہلے وقت میں بڑے رئیس سردار اپنے ساتھ لونڈیاں رکھتے تھے۔ خدمت گار عورتیں۔ اور وہ ان کے پیار کے نام رکھتے تھے۔ کسی کا گلاب رکھتے تھے، کسی کا چنبیلی رکھتے تھے۔ شاہ صاحب سسئی کے کردار میں گفتگو کررہے ہیں کہ چنبيلي چائيان۔ یعنی میں بھی اپنا نام جو بھی ہے صاحبزادہ، مولوی، عالم، مفکر، دانشور وہ نام پھینک دوں اور میں تو چنبیلی کہلواؤں۔ جس طرح ایک لونڈی کانام رکھا جاتا ہے میں اپنے محبوب کی لونڈی بن جاؤں۔ میں بھی چنبیلی کہلواؤں اگر صرف ساتھ لے کے چلے۔

تو دوستو ایسے سفر پر آپ کا نکلنا اور ایسے قافلے کی صورت میں آپ کا آنا اور ایسی منزل پر آنا جو کہ میرے مشائخ کی خانقاہ ہے، میرے پیر کی درگاہ ہے، جہاں ان کے قدم لگے ہیں۔ یہی وہ میدان ہے جہاں آپ بیٹھتے تھے۔ مجھے یاد ہے یہی وہ جگہ ہے جہاں یہ چبوترا بنایا گیا ہے۔ میں تو بہت چھوٹا تھا۔ ہمارے حضرت خود اپنے سر پر مٹی ڈھوتے تھے۔ یہی وہ چبوترا ہے جس پر ہم بیٹھے ہیں۔ تو دوستو یہ وہ جگہ ہے جو بظاہر سادہ ہے کیونکہ ہمارے مشائخ، صوفیاء کرام فطرت سے پیار کرتے ہیں۔ بہت سارے لوگ مجھے کہتے ہیں اور میں خود بھی سوچتا ہوں کہ سائیں مرکز کراچی میں ہونا چاہیے، مرکز حیدرآباد میں ہونا چاہیے، لاہور میں ہونا چاہیے۔ وہاں پر بڑے لوگ آئیں گے۔ لیکن جو صوفیاء ہیں ان کا فطرت سے پیار ہوتا ہے۔ ان کو سادگی سے پیار ہوتا ہے۔ جس طرح بیدار صاحب آپ کو بتارہے تھے۔ میں اسی بات پر غور کررہا تھا کہ حضور پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہم چاہتے ہیں کہ ایسی جگہ درگاہ ہو جہاں پر ایک طرف تو آبادی ہو دوسری طرف جنگل۔ یہاں پر ہمارے حضرت تشریف لائے تو ایک طرف یہ قبرستان تھا جہاں سے لوگ بھاگ کر چلے جاتے تھے، ڈرتے تھے اور ویرانی تھی۔ غیر آباد علائقہ تھا بالکل ہی ویران۔ لیکن سکون تھا، آرام تھا۔ تو دوستو وہی بات آجاتی ہے بظاہر یہ سادہ سا مقام ہے جہاں آپ آگئے ہیں لیکن یہ مقام اس لیے معتبر ہے کہ اس کا جو مکین ہے وہ بڑے بلند شان والا ہے۔ اس پر اللہ کا پیار ہے۔ اس کے ساتھیوں پر اللہ کی نظر ہے۔ ان پر آقائے نامدار آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی نظر ہے۔

تو میں کہہ رہا تھا کہ میرا دل چاہتا ہے وہ جس طرح جسم سر اور پاؤں کی بات کررہا تھا کہ پاؤں کو اتنا اعزاز، مقام و مرتبہ دیا جاتا ہے کہ پاؤں کو چومتے ہیں اور پھر نتیجہ کیا ہوتا ہے اگر لڑائی اور جھگڑا شروع ہوجائے تو ڈنڈے پاؤں پر نہیں مارے جاتے سر پر مارے جاتے ہیں۔ تو بس ہم جیسے لوگ ہر وقت ڈنڈوں کی زد میں ہیں کیونکہ ہم اونچا رہتے ہیں اور جو نیچے ہوتے ہیں وہ ہمیشہ پرسکون اور محفوظ ہوتے ہیں۔ ان کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ ان کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ تو اس طرح ہمارے معاشرے میں یہ کشمکش لگی ہوئی ہے کہ میں اور اوپر جاؤں، میں اور اوپر جاؤں، میں اور اوپر جاؤں۔ دوستو ہم کتنا اوپر جانا چاہتے ہیں۔ بھلے علم میں اوپر

جاؤ، عمل میں جاؤ، اخلاص میں اوپر جاؤ۔ محبت، پیار اور اللہ اور اس کے رسول کے عشق میں اوپر جاؤ۔ یہ اور بات ہے۔ لیکن جو ہم اپنے معاشرے جس رنگ ڈھنگ کو دیکھ رہے ہیں کہ نہیں نام ہمارا اونچا ہو۔ چوہدری، وڈیرا، صاحبزادہ، پیر صاحب یا اور القاب۔ کتنا اوپر جانا چاہتے ہو؟ اس کی کوئی انتہا نہیں۔ جتنا اوپر جاؤگے اور جب پھر گرو گے تو ہڈی پسلی ایک ہوجائے گی۔ اگر اتنا اونچا نہیں اڑے، زیادہ اونچائی پر نہیں تو شاید تکلیف بھی کم آئے لیکن آدمی جتنا اونچا جانے کی کوشش کرے گا اپنے نفس کے لیے، اپنی شہرت کے لیے، اپنے مقاصدکے لیے تو پھر اس کے گرنے کا موقعہ بھی ضرور آتا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک اللہ والا بیٹھا تھا کہ گرنے کی آواز آئی۔ پوچھا کہ بھائی کیا ہوا؟ کہا کہ فلاں شخص گر گیاہے۔ آپ نے فرمایا کہ خیر تو ہوا کچھ بچ بچاؤ ہوا؟ انہوں نے کہا کہ بچاؤ ہوا۔ آپ نے فرمایا شکر ہے چلتے ہوئے گرا ہے، زمین پر گرا ہے، یا ر کی نظر سے نہیں گرا ہے۔ اگر یار کی نظر سے گرتا تو تباہ و برباد ہوجاتا۔ یہ جو گرا ہے، ظاہری گرا ہے تو جسم پر جو تکلیف پہنچی ہے وہ ٹھیک ہوجائے گی۔ لیکن یار کی نظر سے گرتا تو نہ ادھر کا رہتا نہ ادھر کا رہتا۔ بھلے اپنے آپ کومعتبر سمجھے، بھلے اس کے پاس دولت کے انبار ہوں، کچھ بھی کرے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے اللہ کی نظر میں۔ ایسے ہزاروں بادشاہ، سلطان، امیر، وزیر آئے اور دنیا کو چھوڑ کر چلے گئے۔ ان کا کوئی نام لیوا دنیا میں نظر نہیں آئے گا۔ بے شک ہم کم علم ہیں، کم عقل ہیں، ہم میں اتنا بھی علم نہیں۔ میں تو شکر کرتا ہوں جو تھوڑا بہت علم پڑھا ہے وہ مجھ سے بھول گیا ہے۔ میں شکر کرتا ہوں، میں اس بات پر خوش ہوں شاید گنجائش ہو کہ مجھے محبت کا تھوڑا ذرا اور بھی مل جائے۔ اسی محبت عشق اور اس تعلق کو بذات خود کتاب والے علموں سے کئی گنا زیادہ بہتر سمجھتا ہوں۔

صد کتاب و صد ورق در نار کن
روئے دل را جانب دلدار کن

ہزار کتاب، ہزاروں ورق، ان کو آگ میں پھینک بس ایک کام کر۔ اپنے دل کے رخ کو اپنے یار کی طرف کرلے۔

میں عرض کررہا تھا کہ کوئی فرق نہیں پڑتا آپ کا تعلق کس قوم سے ہے، کس قبیلے سے ہے، آپ کی شکل کیسی ہے، اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ گورا ہے، کالاہے، امیر ہے، غریب ہے، بڑے خاندان سے تعلق رکھتا ہے، یا بڑے خاندان سے تعلق نہیں رکھتا، فرد واحد سے ہے یا ایک بڑے کنبے سے اس کاتعلق ہے۔ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور پیر فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کو میں پڑھ رہا تھا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم ختم شریف کے لیے گٹھلیاں جمع کررہے تھے۔ جس طرح پہلے چھوٹے ہوتے تھے جب بھی کھجور کھاتے تھے وہ گٹھلیاں جمع کرتے جاتے تھے۔ خصوصاً حرمین شریفین کی جو کھجور ہوتی تھی اس کی گٹھلیاں جمع کرتے تھے۔ پھر وہ گٹھلیاں جمع کرکے صاف کرتے تھے، دھوتے تھے، پھر ختم شریف کی جو کنکریاں ہوتی تھیں اس میں ڈال دیتے تھے۔ تو وہ فرماتے ہیں وہ کرتے کرتے ہم ان میں پھر انتخاب کرنے لگے جو گٹھلیاں ہیں وہ اچھی ہونی چاہئیں۔ ان میں ایک گٹھلی ایسی نظر آئی جو صاف نہیں تھی اور اس کی جو شکل اور صورت تھی وہ اتنی بہتر نہ تھی، وہ پیچیدہ اور بدنما نظر آرہی تھی تو ہم نے اس گٹھلی کو یوں اٹھایا تو فرماتے ہیں کہ وہ گٹھلی ہم سے گفتگو کرنے لگی۔ اللہ والوں کی نظر دیکھو۔ ہم ایسے ہزاروں کام کرتے ہیں سوچتے بھی نہیں ہیں۔ تو فرماتے ہیں کہ وہ گٹھلی مجھ سے کہنے لگی اے خوبصورت اگر میں بدصورت ہوں تو کیا ہوا؟ کیوں تم مجھے الگ کرکے رکھ رہے ہو؟ اگر تمہیں میری صورت اچھی نہیں لگتی تو پھر میری صورت کو تم ہی خوبصورت بنادو۔ اگر تم نہیں بناسکتے تو پھر تمہیں یہ تو سوچنا چاہیے کہ میری یہ شکل کس نے بنائی ہے؟ میں نے خود تو نہیں بنائی۔ تو وہ فرماتے ہیں کہ گٹھلی کی گفتگو سن کر ہماری آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ رونے لگے سبق ملا، ایک سبق ملا، ایک نکتہ ملا جو زندگی میں رہنمائی کا کام کرسکتا ہے۔ جو رہنمائی چاہتے ہیں تو انکو اس طرح بھی رہنمائی مل سکتی ہے اور جو نہیں چاہتے تو وہ دلائل سن سن کر بہرے ہوگئے ان کو کچھ ہدایت نہیں ملتی۔ وہ کہتے ہیں کہ اس گٹھلی کو ہم نے آنکھوں پر لگایا چوما اور اس کو ختم شریف کی گٹھلیوں کے

ساتھ رکھ دیا۔ فرماتے ہیں کہ جب کبھی ہم ختم شریف پڑھتے تو وہ گٹھلی آتی تو اس کو چومنا نہیں بھولتے تھے۔ اس نے ہمیں سبق دیا تھا، اس سے ہمیں رہنمائی ملی تھی۔

تو دوستو شکل اور صورت اس گٹھلی کی کیسی بھی تھی لیکن اس میں جو ایک طلب اور جستجو تھی، اس نے حضور پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ کو متاثر کیا کہ وہ بھی چاہتی تھی میں بھی ان گٹھلیوں، ان کنکریوں کے ساتھ رہوں جن پر درودوسلام پڑھا جاتا ہے۔ تو دوستو محبت اگر آپ کے دل میں ہے شکل اور صورت کیسی بھی ہو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا شکل اور صورت لباس کو سنوارنے اور سجانے کے بجائے ہم اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں۔ یہاں آپ دیکھ رہے تھے بہت سارے لوگ اپنی محبت میں اپنے شوق میں وجد کررہے تھے۔ کچھ وجد میں تھے اور کچھ تو جذب میں تھے۔ کوئی چیز تو تھی جس نے اتنے سارے لوگوں کو متحرک کردیا تھا۔ جس نے ان کے اندر ایک درد بھردیا تھا۔ میرا کلام اگر درد سے پر ہوتا میرے آنسو بھی نہ تھمتے اور آپ کے آنسو بھی نہ تھمتے۔ لیکن میں افسوس سے کہتا ہوں کہ میرا دل درد سے خالی ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ درد میرے دل میں آجائے۔ اور زیاہ آجائے۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

یہ درد کے لیے اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ وہ درد یہ ہوتا ہے کہ بھائی کا بھی درد ہو، اپنے دوست کا بھی درد ہو، اپنے پڑوسی کا بھی درد ہو، اپنی قوم کا بھی درد ہو، اپنے ملک کا بھی درد ہو، مسلمانوں کا بھی درد ہو، جو غیر مسلمان ہیں ان کا بھی درد ہو، اور یہ درد کسی مفاد، حرص، طمع کے بنیاد پر نہ ہو۔ یہ خاص لوجہ اللہ ہونا چاہیے۔ کسی اللہ والے کا واقعہ آپ نے سنا ہوگا۔ ان کے فرزند ارجمند مدرسہ سے فارغ ہوکر تشریف لائے۔ تو مریدین نے مبارک باد دی۔ آپ نے محفل منعقد کی، اپنے مریدین کو بٹھایا اور اپنے صاحبزادے کو فرمایا ان کو نصیحت کرو۔ وہ کھڑے ہوگئے، بڑے منطقی انداز میں بڑے فلسفیانہ انداز میں بڑے عمدہ دلائل کے انبار

لگادیے۔ سارا مجمع خاموش بیٹھا رہا کوئی ان پر اثر ظاہر نہیں ہورہا تھا۔ تو اللہ والے کھڑے ہوگئے اور انہوں نے فرمایا، سادہ سے جملے تھے کہ رات ہم نے دودھ رکھا تھا کہ سحری کے ٹائم وہ استعمال کرکے روزہ رکھیں گے لیکن رات بلی آئی اس نے دودھ خراب کردیا۔ ہم سحری کے ٹائم جب اٹھے تو وہ دودھ تھا ہی نہیں۔ یہ جملہ سننا تھا کہ سارے مجمعے پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ وہ سارے وجد میں آگئے۔ آپ چلے گئے۔ فرزند بھی آیا۔ اس کو بٹھایا آپ نے فرمایا بیٹے تم نے تقریر کی؟ اس نے کہا جی حضرت۔ فرمایا دیکھا تم نے لوگوں کو؟ اس نے کہا جی۔ پھر فرمایا میں نے بھی کلام کیا سنا تم نے؟ اس نے کہا میں نے سنا۔ نتیجہ کیا مرتب ہوا اس کا لوگوں پر؟ میں نے دیکھا بڑا ان میں وجد پیدا ہوگیا۔ بہت جوش آگیا۔ انہوں نے فرمایا تمہارے کلام میں تو بڑی ترتیب تھی، ہمارا کلام تو بے ربط اورکوئی سیاق و سباق بھی نہیں تھا۔ کیوں ہوا اس طرح تم بتاؤ؟ کہنے لگا مجھے کچھ پتا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بھئی دیکھو میرا کلام سادہ تھا لیکن میرے دل میں درد ہے۔ اس درد کا اثر تھا الفاظ کا اثر نہیں تھا۔ تمہارا کلام ترتیب اور بہت عمدہ نفیس طریقے سے بیاں کیا گیا لیکن تمہارا دل درد سے خالی ہے۔ اس لیے کچھ اس کا اثر نہیں ہورہا تھا۔

اے سوختائے جاں کیا پھوک دیا میرے دل میں
ہے ایک آگ کا دریا موجزن میرے دل میں

ہمارے شیخ بھی یہ پڑھتے تھے کہ اے سوختاں جاں تم تو خود جل کر محبت اور عشق میں کباب بن چکے ہو۔ مجھے کیا پھونک ماری ہے تم نے کہ میرے دل میں بھی آگ سی لگ گئی ہے۔ ہم پھونک اور دم کروانے کی شوقین ہیں لیکن وہ کسی اور پھونک کی بات کررہا ہے۔ اس پھونک کی طلب کرنے والے بالکل ناپید ہیں۔

تو میں عرض کررہا تھا کہ لوگ اس طرح کیوں کررہے ہیں کوئی تو ایسی چیز تھی۔ جو میں نے آیت کریمہ تلاوت کی اس میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک زمین کا تذکرہ فرمایا ہے فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ۔

دیکھو اللہ کی رحمت کے نشانیوں کی طرف۔ دنیا میں ہر طرف اللہ کی رحمت کی نشانیاں بکھری پڑی ہوئی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان سب نشانیوں سے ایک نشانی اللہ تعالیٰ آگے بیان فرمارہا ہے

كَيْفَ يُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

اللہ کی نشانیاں تو ہزارہا لاکھوں ہیں۔ قدم قدم پر خدا کی نشانیاں تم کو ملیں گی۔ یہ سامنے کھیت ہے۔ گندم کو تم لے لو۔ دیکھو یہ کس طرح گندم کا فصل ہمارے سامنے بالکل تیار ہے۔ اس کو کاٹا جائے گا اور پھر اس میں سے بھوسا الگ کیا جائے گا۔ دانے الگ کیے جائیں گے۔ اس کو پھر پیسا جائے گا۔ آٹا بنایا جائے گا۔ پھر اس کو گوندھا جائے گا اور پھر اس سے روٹی پکائی جائے گی۔ وہ کھانے والے کے سامنے آئے گی۔ میرے خیال میں لاکھوں میں کوئی ایک بھی نہیں ہوگا کہ وہ سوچے کہ کتنے مرحلوں سے گذر کر یہ روٹی میرے سامنے آئی ہے۔ اس میں کسی خاتون کا عمل دخل ہے۔ جس نے آٹے کو گوندھا۔ روٹی پکائی۔ جلتی ہوئی آگ پر، توے پر اس کو رکھا۔ اس سے پہلے کسی کاشتکار نے خون پسینہ ایک کرکے فصل کو لگایا۔ اس کی حفاظت کی پھر اس کو تیار کیا۔ پھر وہ ایک دانہ جس کو اس نے زمین پہ ڈالا تھا اس سے ایک خوشہ پیدا ہوا۔ اس میں سے کتنے دانے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے۔ تو یہ بھی ایک اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ بھی ایک نشانی دیکھ لو۔ یہی زمین ویران اور بنجر پڑی ہوئی تھی۔ کچھ اس میں آبادی نہیں ہورہی تھی۔ وہ برباد، ویران اور بنجر تھی۔ اس میں کوئی انسان تو کیا درند پرند بھی آنا پسند نہیں کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے رحم آگیا

كَيْفَ يُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

میں نے بارش برسادی اوراس مردہ زمین میں جیسے جان سی پڑ گئی۔ وہ زندہ ہوگئی اور زندگی کیا ظاہر ہوئی اس میں سے سٹے پیدا ہونا شروع ہوگئے۔ اس میں گھاس اگ آئی۔ اس میں پودے اگ آئے۔ اس میں

گندم پیدا ہوگئی۔ اب جو لوگوں نے دیکھا، اب جو جانوروں نے دیکھا، اب جو پرندوں دیکھا کہ واہ یہ زمین ہری بھری ہے تو سب نے ادھر دوڑ لگادی۔ انسان بھی اپنا رزق اس میں سے تلاش کررہا ہے۔ پرندے بھی اس میں سے رزق لے رہے ہیں۔ درندے بھی وہاں اپنا رزق تلاش کررہے ہیں۔ تو ہمارے دل بھی ویران اور بنجر تھے۔ کوئی وہاں آنا پسند نہیں کرتا تھا لیکن یہاں جب ہم پہنچے فَانۡظُرۡ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحۡمَتِ اللّٰهِ، اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانیوں کی طرف دیکھو كَيۡفَ يُحۡىِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ہمارے دل بھی مردہ تھے۔ بالکل بنجر اور ویران تھے۔ جب یہاں آئے تو خدا کی رحمت کو جوش آیا۔ ہمارے پیر کے صدقے میں، ہمارے مرشد کامل کے صدقے میں اس نے بھی اپنی رحمت کی بارش برسادی اور جو ویران دل تھا، جو مردہ تھا وہ زندہ ہوگیا۔ اسمیں محبت کے پھول پیدا ہوئے۔ اس میں اخوت کے پھول پیدا ہوئے۔ اس میں ذکر کا اثر ہوا۔ اس میں تقویٰ پیدا ہوئی۔ اس میں خشیت الٰہی پیدا ہوئی۔ تو اس کا نتیجہ کیا نکلا فرشتے بھی آنا شروع ہوگئے۔ رحمت جہاں ہوتی ہے تو فرشتے بھی وہاں پہنچنا شروع ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ فرشتے تو رحمت کے پیاسے ہوتے ہیں اور پھر رحمت کی ایک نسبت اللہ تعالیٰ کے پیاروں سے بھی ہوتی ہے۔ خدا کے محبوبین ہمارے مشائخ ان کے ارواح قدسین بھی یہاں پہنچتے ہیں۔ ہمارے مرشد کامل حضرت خواجہ خواجگان قطب دوران حضور پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کا روح پرتو پہنچ گیا۔ حضور سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کا روح پرفتوں پہنچ گیا۔ جہاں رحمت ہوئی ہے وہاں ارواح قدسیہ پہنچ جاتے ہیں۔ تو اتنی عظیم ہستیوں کی ہم نشینی کا شرف حاصل ہوگیا۔ بھئی کیا یہ کم بات ہے؟

چوں شہ مرا برداشت از خاک

سزد گر سر بگذارائم ز افلاک

میں مٹی میں پڑا ہوا تھا۔ میں تو حقیر سا انسان تھا۔ بادشاہ جب وہاں سے گذرا تو اس نے یوں اٹھایا اور مجھے چھاتی سے لگایا۔ مجھے کوئی نہیں جانتا تھا۔ میرے منہ پر کوئی تھوکتا بھی نہیں تھا۔ میں تو مٹی میں پڑا ہوا تھا۔ بادشاہ گذرا اس نے دیکھا یہ پڑا ہوا ہے تو اس نے اٹھا کر گلے سے لگادیا۔ اب تو سب کے آنکھوں کا تارا

بن گیا ہوں۔ اب تو میرا وہ شان ہوگیا ہے کہ میرا سر آسمانوں سے بھی اونچا ہوگیا ہے لیکن یہ میرا کمال نہیں میری حیثیت نہیں ہے۔ ایاز بقدرے خود بشناس

میں اپنی قدر جانتا ہوں۔ میں تو حقیر، نااہل، بیکار، انتہائی کمزور ترین انسان ہوں لیکن اگر کچھ بھی خوبی ہے تو یہ میری ذاتی محنت کا ثمر نہیں ہے۔ یہ میری ذاتی علم کا کوئی اثر نہیں ہے۔ میری ذاتی کوشش اور جدوجہد کا ثمر نہیں ہے۔ یہ میرے پیر کی نظر کرم کا اثر ہے کہ مجھ جیسا نااہل آدمی اب آپ کے سامنے کھڑا ہے اور آپ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ سندھی میں کہتے ہیں

جيءُ تَنِين کي، جَن جيءَ سيکاريو.

جنھوں نے ''جی ہاں'' سکھایا ان کے قدموں پہ قربان۔ جب وہ مجھ جیسے نااہل سے کام لے سکتے ہیں تو ماشاء اللہ آپ سب گوہر ہیں۔ آپ سب تو موتی ہیں۔ آپ سب تو ہیرے ہیں۔ میں تو ایسا بے وقوف اور احمق جو مجھے تو اس چیز کی شناس ہی نہیں ہے۔ ایسے بے شناس آدمی پر جب مہربانی ہوئی ہے تو جو تلاش میں آتے ہیں، جو گھروں کو چھوڑ آئے ہیں، جو اپنے کاموں کو چھوڑ آئے ہیں، جو اپنے اہل و عیال کو چھوڑ آئے ہیں وہ کیسے محروم ہوسکتے ہیں۔

دوستاں را کجا کنی محروم
توکہ بادشمناں نظرداری

تو دوستوں کو کیسے محروم کرے گا۔ تو تو اتنا مہربان ہے کہ دشمنوں پر بھی شفقت کردیتا ہے۔ تو آپ تو اتنے پیارے ہیں۔ آپ اتنے مخلص ہیں۔ اتنے اچھے ہیں۔ میں کیا کہوں میرا تو دل چاہتا ہے اگر میں شاعر ہوتا تو آپ کے شان میں شعر کہتا اور میں فیض حاصل کرتا اپنے مرشد کا۔ تو جو یہ شعر و شاعری ہورہی تھی وہ بات نہیں ہے۔ مجھے اپنی حیثیت کی خبر ہے۔ جیسے کہتے ہیں مینڈک سے پوچھا اس کے بچوں نے کہ حور کسے کہتے ہیں۔ اس کے بچے جب باہر نکلے تو انہوں نے جب حور کا نام سنا تو ماں سے آکر پوچھا کہ حور کسے کہتے

ہیں؟ مینڈکی بھی مجھ جیسے خوش فہمی میں مبتلا تھی۔ سو شرما کر اپنے منہ کو ادھر ادھر کرکے کہا کہ زیادہ پتا نہیں لوگ تو مجھ میں شک کرتے ہیں۔

تو دوستو میرا حال بھی وہ نہیں ہونا چاہیے کہ میں سمجھوں کہ واقعی یہ میری تعریف کررہے ہیں، واللہ باللہ اگر میں سمجھوں تو میں اسی ٹائم تباہ و برباد ہوجاؤں، اگر میں یہ سمجھوں تعریف ان کی ہے جن کا یہ سلسلہ ہے، مجھ جیسے ہزاروں آئیں گے چلے جائیں گے۔ کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ یہ سلسلہ تا قیامت تک جاری ہے

چہ غم دیوار امت را چوں باشد چوں تو پشتی بان
چہ غم از موج بحر آرا چوں باشد نوح کشتی بان

اس امت کو کیا غم؟ کچھ غم نہیں ہے۔ جب میرے آقا جیسا کشتی بان موجود ہے۔ اس امت کی دیوار کو کوئی ہلا بھی نہیں سکتا جس کشتی کا ملاح نوح ہو اس کشتی کو سمندر، دریاؤں کی موجوں سے کوئی غم نہیں ہے۔ طوفان اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ تو یہ میرے آقا کی امت ہے، یہ دن بدن بڑھے گی اور ان میں دن بدن ترقی اور استحکام آئے گا یہ اور بات ہے کہ ہم ابھی تک فرقوں میں اور جماعتوں میں اور ٹولوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ہم ابھی تک اپنی نسبت اس طرح قائم نہیں کرسکے آقائے نامدار آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ جس طرح قائم کرنے کا حق ہے۔ ہم دعوت نہیں دے سکے لوگوں کو آقائے نامدار آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی طرف، اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف۔ مجھے اس بات کا فخر ہے کہ ہمارا تعلق صوفیائے کرام کے ساتھ ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے امت کے بیشمار خدمتگار ان میں سے ایک صوفیاء کرام کا ایک ٹولا ہے۔ تو مجھے فخر ہے کہ ہم ان سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ ان کا زور اس پر ہوتا ہے کہ اوروں کی عیب جوئی کرنے کی بجائے، اوروں کی غلطیاں اور کوتاہیاں تلاش کرنے کی بجائے اپنے اندر جھانک کر دیکھتے ہیں تم کتنے پانی میں ہو اورتم نے اپنا حال کیا بنا رکھا ہے؟ وہ تو نہیں ہے کہ اوروں کو عیب ڈھونڈتے ڈھونڈتے اپنے چہرے کی بدصورتی، کم تری، اپنے باطن کی سیاہی کو تم بالکل بھلا بیٹھے اور یہاں تو کسی نے تمہیں نہیں ٹوکا

کیونکہ لوگ یہاں تمہارے پیسوں کو دیکھ رہے تھے، لوگ تمہارے کپڑوں کو دیکھ رہے تھے، لوگ تمہاری زمینوں کو دیکھ رہے تھے، لوگ تمہاری گاڑیوں کو دیکھ رہے تھے۔ تمہارے اندر کو نہیں دیکھ رہے تھے۔ لیکن یاد رکھو شاہ صاحب فرماتا ہے۔

سُونهن وڃايم سُومرا، منهنجو ميرو مُنهن ٿِيوم،
وڃڻ اُت پيوم، جِت هلڻ ناهي حُسن ري.

اے دوست یہاں تو تجھے حسین حسین کہتے ہیں۔ ماروی کو عمر کہہ رہا تھا تجھ جیسی حسین دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ تجھ جیسی عورت کہیں بھی ہوتی تو میں اس کو لے آتا۔ تو سب سے زیادہ حسین ہے میں تمہیں لے کر آیا ہوں اور ماروی کہہ رہی ہے نہیں نہیں، میں نے تو اپنا حسن کھودیا ہے۔ اس نے زیورات کا ڈھیرسامنے لگادیا۔ اس نے پوشاکوں کا ڈھیرسامنے لگادیا۔ عمر کوٹ اب بھی موجود ہے، وہ محل اب بھی واقع ہے میں دیکھ کر آیا ہوں۔ یہ پہن لو یہ زیور پہن لو۔ اور اچھی لگو گی۔ تم نہالو۔ وہ نہ محل میں جاتی ہے، نہ پلنگوں پر بیٹھتی ہے، نہ زیورات پہنتی ہے، نہ لباس تبدیل کرتی ہے، وہ پھٹے پرانے کپڑے جو اس کے ماں باپ نے اس کو پہنائے تھے، وہ پہن کر ایک درخت کے سائے میں بیٹھتی ہے۔ کہہ رہی ہے میں کہاں ہوں حسین؟ میرا حسن تو کھوگیا۔ اب مجھے جانا ہے وہاں جہاں حسن کے بغیر آدمی کی عزت نہیں ہوتی۔ وہ کیونکہ وہ اپنے گھر والوں کو یاد کررہی ہے، پھر بھی مجھے ان کے پاس جانا ہے، جب ان کے پاس جاؤں گی جو میں اپنا حسن جمال گم کر بیٹھی ہوں میں کونسا منہ لے کر ان کے پاس جاؤں گی۔

سو دوستو ہم تو یہاں چوہدری بھی ہیں وڈیرے بھی ہیں عقلمند بھی، ہوشیار بھی ہیں، ذہین بھی ہیں لیکن

وڃڻ ات پيوم، جِت هلڻ ناهي حُسن ري.

کیا قیامت کے دن ہم میں سے کوئی جائے وہاں جاکر فرشتے اس کو پکڑلیں اور وہ کہے کہ نہیں نہیں میں تو ایم۔پی۔اے تھا یا میں پیر صاحب تھا یا صاحبزادہ تھا یا میری زمین تھی یا میری جائداد تھی اس لیے مجھے

چھوڑدو، چھوڑدو۔ کیا فرشتے اس کو چھوڑدیں گے اس وجہ سے؟ یا بارگاہ الٰہی میں اس وجہ سے اس کو راست داری ملے گی یا اس وجہ سے ملے گی کہ وہ کتنا اللہ سے پیار کرتا تھا اور کس قدر میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرتا تھا اور کس قدر اللہ سے ڈرتا تھا اور کس قدر مخلوق خدا انسانوں سے اس کارویہ ہوتا تھا۔ اس بنیاد پر نجات ہوگی؟ تو وہ حسن کہاں ہے۔ ہم سب جھانک کر دیکھیں، اپنے دل میں دیکھیں کہاں ہے وہ حسن؟ دنیا میں ہوگیا جو ہوا سو ہوا۔ اب آگے کیا ہوگا حضور تو یہی ہمیں فلسفہ سکھانے اور سمجھانے آئے تھے کہ دنیا بہت کم ہے اور تھوڑی ہے اور آگے کے لیے تمہیں سوچنا چاہیے۔ تو میں عرض کررہاتھا کہ صوفیائے کرام کہتے ہیں اوروں کو دیکھنے کی بجائے، اوروں کے عیب ڈھونڈنے کے بجائے، اوروں کی خرابیاں دیکھنے کی بجائے اپنی خرابیاں دیکھو۔

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آپ کا ایک خادم آیا اس کو اجازت مرحمت فرمائی یا اس کو نیابت عطا فرمائی یا اس کو دعا دی یا وہ خود اجازت لینے آیا تھا تو اس نے کہا کہ حضور مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ تو حضور نے فرمایا خواجہ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ نے جن کی ملفوظات میں کل ہی دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا مجھے دعوت الی اللہ کی اجازت دیں۔ آپ نے فرمایا کہ بھئی دیکھو اگر تم مخلوق کو دعوت دینا چاہتے ہو تو پہلے اپنے آپ کو دعوت دو۔ اس نے کہا کہ حضور اپنے آپ کو بھی دعوت دی جاتی ہے کیا؟ آپ نے فرمایا ہاں جب تم بیان کرتے ہو، اوروں کو کہتے ہو، اوروں کو دعوت سناتے ہو، کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ جب کوئی اور تمہیں دعوت دے رہا ہوتا ہے تو تمہیں اچھا نہیں لگتا۔ اس کی بات تمہیں پسند نہیں آتی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں سناؤں۔ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو دعوت نہیں دے رہے ہو۔ تو دوستو اس میں بڑی معنٰی پوشیدہ ہے۔ مبلغین تبلیغ کے لیے نکلتے ہیں اوروں کو، مخلوق خدا کو دعوت دیں لیکن کبھی بھی یہ بات مت بھولیں کہ ایسا تو نہیں کہ اوروں کے عیبوں میں مشغول ہوکر اپنی جو خرابیاں ہیں جو کوتاہیاں ہیں اور بیماریاں ہیں ان کو ہم بھلا ہی دیں۔ نصیحت اوروں کو ہورہی ہے حالانکہ ہونا تو یہی چاہیے کہ خطاب اپنے نفس کو ہونا چاہیے۔

تو یہ چند باتیں تھیں جو میں نے آپ کے سامنے رکھی ہیں۔ حضور پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے سندھ کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ سے روشناس کروایا۔ جو ان کی محنتیں، انکی شفقتیں سندھ والوں پر رہیں ہم ساری عمر اگر غلامی دیں ان کی اور ان کے خاندان کی تو ہم ان کی شکر ادائیگی نہیں کرسکتے۔

الحمد اللہ ہمارے حضور پیر مٹھا سائیں رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ تعالٰی نے جو ان پر ذمہ داری لگائی تھی وہ انہوں نے پوری کرکے دکھائی۔ وہ لوگوں کو بٹھا کر فرماتے تھے لوگو کیا میں نے تم کو اللہ کا پیغام نہیں سنایا؟ تین تین چار چار مرتبہ۔ پھر ان سے پوچھتے تھے اگر سنایا ہے تو کہو ہاں۔ وہ گویا کہ اللہ کے سامنے اپنے ہجت پوری کررہے تھے۔ انہوں نے بے شمار گمراہیوں سے نکالا، بے شمار خرابیوں سے نکالا، انہوں نے شریعت کی راہ دکھائی، انہوں نے نماز سکھائی، انہوں نے دین اسلام کی حقیقت سے روشناس کرایا۔ انہوں نے ہمیں اپنے اندر کی خرابیوں سے روشناس کرایا۔ انہوں نے ہمیں دل میں اخلاص کی دولت پیدا کرنے کی تلقین فرمائی۔ تو ہم دعاگو ہیں ان کا خانوادہ رحمت پور شریف قیامت تک آباد اور شاد رہے اور ان کے نواسہ صاحبزادہ دیدہ دل اور ان کی والدہ محترمہ مخدومہ جو حضور پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر مخدومہ محترمہ کو خدا سدا شاد و آباد رکھے اور آپ کے خانوادہ کو قیامت تک عزت و فضل سے نوازے آمین۔

نماز

بمقام: قصور۔ بتاریخ:30-10-1998

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد

فاعوذ باﷲ من الشیطٰن الرجیم۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ۔ (سورۃ النور 24، آیۃ 37)

صدق اللہ العظیم

فقال اللہ تبارک و تعالیٰ فی شان حبیبہ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

(سورۃ الاحزاب 33، آیۃ 56)

اللّٰھم صلی علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ اٰلہ و اصحابہ اجمعین۔

میرے عزیزو دوستو! نصیحت وعظ آپ سن چکے ہیں مزید ضرورت محسوس نہیں کی جارہی کہ یہ عاجز وعظ نصیحت کرے۔ لیکن دوستوں کے فرمان ارشاد اور اسرار کی وجہ سے یہ عاجز یہاں بیٹھ کر چند کلمات عرض کرے گا۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ خلوص دل سے بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ان سب باتوں

پر جو اس کی رضا کے لیے، خوشنودی کے لیے، اس کی معرفت اور اس کے حصول کے لیے بیان کی جائیں ان پر عمل کی توفیق حاصل ہو۔

یہ عاجز ناچیز کوئی بڑا پیر فاضل یا کچھ بھی نہیں۔ دوستوں نے محبت کی وجہ سے یہ سب کلمات کہے۔ یہ عاجز اہل دل اور ان صالحین جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر اور اس کی یاد کے لیے دور دراز علاقوں سے سفر کرکے پہنچے ہیں حقیقتاً ان کی جوتیوں میں بیٹھنے کے بھی قابل نہیں۔ بلکہ جو اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے ذکر اور محبت میں اپنے گھر کو، اپنے اہل کو، اپنے وطن کو چھوڑ کر نکلتے ہیں ان کا مقام اتنا تو بلند ہے۔ اتنا تو اعلیٰ ہے۔ اتنا تو ارفع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نوری فرشتے ان کے قدموں کے نیچے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ ان کی زیارت اور دیدار کے لیے امر ربی سے آسمانوں سے اتر کر زمینوں پر آجاتے ہیں تاکہ ان کے چہرہ انور کو دیکھیں ان کی زیارت کریں۔ ان کی حرکات اور سکنات کو نوٹ کرتے ہیں محفوظ کرتے ہیں اور ساری رپورٹ تیار کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ جو اللہ تعالیٰ کی محبت جو ان بندوں کے ساتھ ہے اس وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لیے تو کسی بزرگ نے کہا

ہر کسے کہ مائلِ یادِ خدا است
خاک پایش توتیائے چشم ما است

جس کے دل میں فقط یہ شوق پیدا ہو کہ میں اللہ کا ذکر کروں۔ اس نے ابھی کیا نہیں ہے۔ ذاکر نہیں بنا ہے۔ اس کے دل میں یہ تڑپ پیدا ہوئی ہے۔ یہ شوق پیدا ہوا ہے۔ یہ تمنا پیدا ہوئی ہے فرماتے ہیں کہ اس کے پاؤں کی مٹی میرے آنکھوں کا سرمہ ہے۔ اگر وہ ذکر کرنا شروع کردے، اللہ پاک کی محبت میں مست ہوجائے، اس کی ذات میں فنا ہوجائے، سراپا ذکر بن جائے، اس کے وجود کا ایک ایک حصہ اللہ پاک کے ذکر میں شاغل ہوجائے، اس کا گوشت پوست، بال بال میں اللہ پاک کا ذکر سماجائے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں کتنا بلند ہوگا۔ کتنا اعلیٰ اور ارفع ہوگا۔ یہی وہ مقام تھا جو دینے کے لیے میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ

وسلم اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوکر زمین کے خطے پر آئے تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت نہیں تھی۔ جن کے دلوں میں دنیا کی زندگی حیوانوں سے بدتر ہوچکی تھی۔ اپنے نگاہ کرم سے، اپنی توجہ باطنی سے، اپنے خصوصی کرم اور مہربانی سے ان کے قلوب کا تزکیہ کریں۔ ان کے نفوس کا تزکیہ کریں۔ ان کے قلوب کی صفائی کریں تاکہ ان کے دلوں میں غیر کی جو محبت ہے، ان کے دل میں جو حسد ہے، ان کے دل میں جو عناد ہے، ان کے دل میں جو ریا ہے وہ سب چیزیں زائل ہوجائیں اور اگر کوئی چیز ان کے دل میں باقی رہے یا پیدا ہو تو وہ اللہ کی محبت ہو۔ اس کے علاوہ کوئی چیز ان کے دل میں باقی نہ رہے۔ یہی وہ کام تھا جو میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ آپ نے دیکھا جو دن رات قتل اور خون ریزی کے پیاسے ہوتے تھے، جن کے لیے کسی آدمی کا ماردینا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ آپ کی خدمت اقدس میں آئے، آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کی محبت پاک میں رہے، ان کے دلوں میں ایسا انقلاب برپا ہوا کہ وہ محبت کرنے والے بن گئے۔ وہ ان کو جو کچھ ملتا تھا۔ وہ اپنے اوپر نہیں خرچ کرتے تھے، اپنی ضروریات کو بھلا کر اپنے دوست پر خرچ کردیتے تھے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتاہے

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔ (سورۃ الحشر59، آیۃ9)

میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تعریف اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے والے ان کے ارشادات سننے والے، ان کے فرمان پر چلنے والے کی خصوصیات یہ ہے کہ جو کچھ ان کو ملتا ہے وہ اپنے بھائیوں پر قربان کردیتے ہیں۔ اگرچہ وہ خود ضرورتمند ہوتے ہیں، خود بھوکے ہوتے ہیں، خود پیاسے ہوتے ہیں لیکن وہ گوارا نہیں کرتے کہ میرا بھائی موجود ہو اور میں کھالوں۔ در حقیقت ان کے اندر یہ جذبہ موجزن کیا تھا تو میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور نگاہ کرم نے کیا ہے۔ ایک شخص آتاہے مسجد نبوی میں آپ صلّی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں۔ صحابہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کی نظریں آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کے چہرے انور پر ہوتی تھیں کیونکہ ان کے لیے اس سے

بڑھ کر کوئی مسرت والا لمحہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ جب بھی کوئی ملتا تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلم چہرہ انور کو دیکھتا۔ اس کا دل چاہتا تھا میرے جسم اور جان کاش آپ صلّی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوجائیں۔ میں دیکھتے ہی دیکھتے میری زندگی کا خاتمہ یہیں ہوجائے۔ اس سے بڑھ کر میری کوئی کامیابی نہیں ہے۔ تو ایک شخص آتا ہے عرض کرتاہے یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم میں بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلادیجیے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جو بھی مہمان آتا یا تو اپنے گھر مبارک سے اس کے لیے کھانا بھیجتے یا کسی صحابی کے ذمہ لگاتے تھے کہ یہ تمہارے ذمہ ہے ان کی خدمت کرو۔ اتفاق کی بات ہے کہ وہ مہمان تو آچکا تھا لیکن آپ کے گھر مبارک میں حویلی مبارک میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں تھی کہ جو اس مہمان کو عطا فرماتے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مہمان تو ہمارا ہے۔ ہے کوئی آپ میں سے جو آج ہمارے مہمان کو اپنے گھر میں رکھے۔ اس کی خدمت کرے۔ اس کو کھانا کھلائے۔ ایک صحابی اٹھ کر خدمت میں کھڑا ہوگیا۔ انصاری صحابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم یہ عنایت مجھ پر کردیجیے یہ اپنا مہمان مجھے عطا کیجیے میں اس کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس کو گھر میں لے جا۔ یہ صحابی کوئی امیر نہیں تھا آج ہمارا حال کیا ہوچکا ہے کھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے وافر مقدار میں اناج عطا فرمادیا۔ کھانے کے لیے سبزیاں عطا فرمادیں۔ گوشت موجود ہے۔ دودھ موجود ہے۔ کوئی بھی الحمد اللہ میرے آقا و مولی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں بھوکا پیاسا نہیں ہے لیکن پھر بھی زبان پر شکر کے کلمات نہیں ہوتے۔ کہتے ہیں کہ مجھ جیسا تو غریب مسکین ہے ہی نہیں۔ بھئی میرے پاس یہ بھی نہیں ہے میرے پاس وہ بھی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم بے جا حرص و ہوس میں مبتلا ہوکر اپنے زندگی کا سکون برباد کرچکے ہیں۔ جو چیز موجود ہوتی ہے، جو اللہ نے عطا فرمائی ہے اس پر نظر نہیں ہوتی نظر اس چیز پر ہوتی ہے جو ہمارے پاس نہیں ہوتی۔ وہ ہمیں مل جائے۔ یہ تو بچوں والا ضد ہے۔ یہ تو بیوقوفی کی انتہا ہے۔ جو اللہ نے نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان پر بھی نظر ہونی چاہیے کہ اللہ نے میرے اوپر کیا کرم فرمایا ہے۔ شیخ سعدی شیرازیؒ فرماتے ہیں کہ میں دمشق کے علاقے سے باہر نکلا میرے پاؤں میں جوتی نہیں تھی۔ میرے پاؤں دھوپ کی شدت کی وجہ سے جل رہے تھے تو میرے

دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یا اللہ تونے مجھے جوتی بھی نہیں دی کہ میں اس گرمی کی تپش سے اپنے پاؤں کو محفوظ رکھتا۔ اس خیال کا آنا تھا میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کے دونوں ہاتھ بھی کٹے ہوئے تھے دونوں پاؤں بھی کٹے ہوئے تھے۔ گرمی کی شدت کی وجہ سے اس کی ننگی پیٹھ جل رہی تھی۔ کبھی پیٹ کے بل لیٹ جاتا تھا کبھی پشت کے بل لیٹ جاتا تھا۔ اس طرح الٹ پلٹ ہورہا تھا۔ جب میں نے اسکی یہ کیفیت دیکھی تو فوراً میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا کہ یا رب العالمین تیرا لاکھ احسان ہے تو نے مجھے جوتی نہیں دی تو پاؤں تو عطا فرمائے ہیں جن پر میں چل کر اپنے باقی جسم کو اس گرمی کی شدت سے بچا سکتا ہوں۔ کسی سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ سکتا ہوں۔ کسی چھت کے نیچے بیٹھ سکتا ہوں۔ اے میرے مولیٰ تیرا لاکھ احسان ہے۔ تو وہ شیخ سعدی والی نظر ہمارے ہاں رہی ہی نہیں ہے۔ اللہ والوں کی جو نظر ہوتی ہے وہ عبرت کی نظر ہوتی ہے۔ اسی لیے تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ بار بار ارشاد فرماتا ہے

فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ۔ (سورۃالحشر59، آیۃ2)

اے عقل والو عبرت حاصل کرو۔ ہماری نظر تو ایسے فضول اور خواہ مخواہ ہوتی ہے۔ بلکہ گناہ کی نظر ہوتی ہے۔ اللہ والے اگر کسی جانور کو دیکھتے ہیں کسی کتے کو دیکھتے ہیں تواس سے بھی عبرت اور نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ اسی لیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کامیاب وہی شخص ہے جس نے اپنے قلب کو، اپنی روح کو، اپنے باطن کو پاک بنالیا۔ اور جس نے یہ پاکی حاصل نہیں کی، جس نے تن کو تو صابن سے صاف کیا، لباس کو تو صاف کیا، اچھے لباس کو زیب تن کرلیا، خوشبوء لگالی سب کچھ کرلیا لیکن کبھی اپنے دل کو جھانک نہیں دیکھا اس میں کتنی گندگی اور غلاظت موجود ہے۔ اس قلب پر غور نہیں کیا کہ اس قلب میں محبت کسی چیز کی پائی جاتی ہے؟ کیا اس دل میں اللہ کی محبت پائی جاتی ہے یا غیر کی محبت پائی جاتی ہے؟ وہ کامیابی حاصل نہیں کرسکتا۔ ہمارے سندھ میں ایک وتایو فقیر اہل دل بزرگ صوفی انسان گذرے ہیں۔ ٹنڈوالہیار کے قریب ان کی مزار ہے۔ ان کے لطیفے مشہور ہیں۔ لوگ ان کے لطیفے سن کر ہنستے ہیں لیکن یہ ناچیز کہتا ہے کہ ان کے ایک

ایک لطیفے میں اتنا بڑا سبق پایا جاتا ہے کہ اگر ہم میں سے کوئی بڑا مفتی ایک بڑی کتاب لکھ لے تو بھی جو اس لطیفے میں سبق ملتا ہے اس بڑی کتاب سے ہم نہیں سمجھ سکتے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بازار سے گذرتے ہوئے وتایو فقیر نے دیکھا کہ ایک شخص خربوزے بیچ رہا ہے۔ جاکر خربوزے والے کے اوپر کھڑے ہوگئے۔ اپنے جیب میں ہاتھ ڈالا تو ایک آنہ یا دو آنہ موجود تھے۔ اس نے کہا کہ بھئی مجھے خربوزہ دے دو۔ ایک آنہ یا دو آنہ کی اس وقت میں قدر منزلت ہوتی تھی۔ جب اس نے ایک آنہ یا دو آنہ لیا تو اس نے سب خربوزوں کو دیکھا جو بہترین خربوزہ تھا وہ اٹھاکر ان کو دے دیا۔ وتایو فقیر نے وہاں سوچا کہ بھئی ایک خربوزہ ہے اور میرا خاندان تو بڑا ہے بیوی بچے ہیں ماں بھی ہے بہت بھائی بھی ہیں اب اگر یہ خربوزہ فقط ایک لے جاؤں گا اور اس کو کاٹیں گے تو میرے گھر کے افراد کو ایک کاش بھی نہیں نصیب ہوگی۔ مجھے تو ایک اور بھی خربوزہ چاہیے۔ جیبوں کو ٹٹولا مگر ایک پیسہ بھی نہیں تھا۔ آگے بڑھ کر اس بیچنے والے کو کہا کہ بھائی آنے کا تو خربوزہ دیا ہے اب اللہ کے نام پر ایک اور خربوزہ دے دو۔ کیونکہ ایک خربوزہ میرے گھر کے لیے ناکافی ہے۔ مجھے تو کم از کم دو چاہییں۔ جب اس نے یہ بات سنی تو بہت سٹ پٹایا۔ بیچنے والا بڑا پریشان اس کو یوں گھور کر دیکھنے لگا ابھی تو پیسے دے رہا تھا اب مفت میں مانگ رہا ہے یہ کیا بات ہے۔ بڑے تامل اور غور و فکر کے بعد اس نے خربوزوں کو ٹٹولنا شروع کردیا۔ پہلے بھی ٹٹولا تھا اور بہترین سے بہترین خربوزہ نکالا تھا۔ پھر اس نے ٹٹولنا شروع کردیا، جو خراب میں خراب خربوزہ تھا جس کو کوئی گاہک اٹھانا بھی گوارا نہیں کرتا وہ خربوزہ اٹھاکر وتایو فقیر کو دے دیا۔ وتایو فقیر نے دونوں خربوزے ہاتھ میں اٹھائے اور اللہ کے ساتھ مخاطب ہوکر کہنے لگا اے میرے رب العالمین یہ دیکھ تیرے نام کا بھی میرے ہاتھ میں خربوزہ ہے اور ایک آنے کا خربوزہ بھی میرے ہاتھ میں ہے۔ تیرے نام کا خربوزہ اس نے خراب دیا ہے، لوگوں کے پاس تیرے نام کی قدر یہ ہے۔ تو یہ حقیقت ہے میرے دوست! کہ اللہ تعالٰی کے اس عظیم ذکر، اس کے نام کی حقیقت سے ہم ناآشنا ہیں۔ ایک روپیہ ہم سے گم ہوجائے تو دس میل واپس آکر اس کو ڈھونڈتے ہیں کہ وہ کہاں گرگیا۔ دس روپے خدانخواستہ کسی بیوپاری کے گم ہوجائیں تو اس کو ساری رات نیند نہیں آئے گی۔ لیکن دس سانس، دس دم جو ہمارے بیکار

اللہ کے ذکر کے سوا غفلت میں بسر ہوگئے اس کا کوئی ہمیں فکر نہیں ہے۔ جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ۔ (سورۃ التکاثر102، آیۃ8)

پس قیامت کے دن تم سے ایک ایک نعمت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اب آپ خود ہی انصاف کرکے بتائیں کہ جو سانس یہ جو لمحے قیمتی اوقات اللہ تعالیٰ نے عطا کیے ہیں کیا یہ کم نعمت ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نہیں پوچھے گا؟ یقینا پوچھے گا۔ اب ہم اور آپ خود ذرا غور کریں کہ اتنی زندگی بسر ہوگئی یہ کہاں بسر ہوگئی۔ کیسے بسر ہوگئی اور آپ کو شاید یاد نہ ہو ہم نے بھلادیا ہو لیکن یہ تمہارے ذہن میں بات رہنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے کندھوں پر فرشتے بٹھادیے ہیں۔ داہنے کندھے پر ایک فرشتہ بیٹھا ہوا ہے جو ہر وقت تیری نیکیاں تیرے اچھے اعمال نوٹ کرتا رہتا ہے۔ اور بائیں کندھے پر ایک فرشتہ بیٹھا ہوا ہے جو تمہاری بداعمالیوں، بدگفتاریوں کو، بدکلامی کو پوری طرح محفوظ کرتا رہتا ہے۔ تو اگر بھول بھی جائے لیکن وہ کبھی بھی نہیں بھولتا۔ قیامت کے دن جب ہم اور آپ کی اللہ کے بارگاہ اقدس میں حاضری ہوگی تو اس وقت وہ نامہ اعمال فرشتے پیش کریں گے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اس دن جس شخص کو منہ کے سامنے اعمال داہنے ہاتھ میں دیے جائیں گے کہ وہ مسرور اور مطمئن ہوگا۔ کامیاب اور کامران ہوگا۔ اور اس کا چہرہ پھول کی طرح کھل اٹھے گا لیکن جس بد نصیب انسان کو پیٹھ کے پیچھے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیے گئے وہ بڑا ہی ذلیل اور رسوا ہوگا۔ پشیمان اور نادم ہوگا اور وہ کہے گا یہ میں نے کیا کیا ہے۔ آج میں ناکام ہوگیا۔ سامنے جہنم کو دیکھ رہا ہوگا۔ اس کی شدت کی تپش کو محسوس کرے گا۔ اس کے اس زور آزمائی کو یوں دیکھ رہا ہوگا کہ جس طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ فرشتے اس جہنمی کو پکڑ کر اللہ کی بارگاہ میں لائیں گے تو وہ کہے گا کہ کیوں میں نے فلاں شخص دوست بنایا تھا جو مجھے غلط کاموں کی طرف لے جاتا تھا۔ جو مجھے نماز سے دور لے گیا۔ جو مجھے ذکر سے دور لے گیا۔ جس نے مجھے شراب میں مبتلا کردیا۔ زنا کاری میں مبتلا

کردیا۔ بے حیائی کے کاموں میں پھنسادیا۔ کاش میں اس شخص کو دوست نہ بناتا۔ میں اچھے لوگوں کے ساتھ بیٹھتا تو آج میرا حشر یہ نہ ہوتا۔ اس لیے آج ہم اور آپ کو قدر کرنا چاہیے۔ ایک ایک بات سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ یہ نہ ہو کہ کل قیامت کے دن ہمیں بھی شرمندگی اٹھانی پڑے۔

وَاَمَّامَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰىؕ۔ (سورۃ النازعات79، آیۃ 40،41)

جو خدا کے سامنے پیش ہونے والے دن اس لمحے سے ڈر گیا کہ بھئی مجھے اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہے ایک ایک سانس کا حساب دینا ہے اس ڈر کی وجہ سے اس نے گناہ کو چھوڑدیا، نماز میں مشغول ہوگیا، اللہ کے ذکر میں مشغول ہوگیا، اسکی عبادت میں مشغول ہوگیا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جنت تو میں نے اس کے لیے بنائی ہے۔ جنت اس کا ہی ٹھکانہ ہے۔ وہی جنت میں جائے گا۔ اب ہم اور آپ اپنے اوپر غور کریں کہ کتنے لمحے ہم ضایع کرچکے ہیں۔ وہ بھی اللہ کے بندے تھے جب نماز میں ان کا توجہ اللہ کی ذات سے ہٹ جاتا کسی اور طرف ہوجاتا تھا تو اس قدر پریشان اور پشیمان ہوتے تھے کہ ان کی آنکھوں کے آنسو بند نہیں ہوتے تھے۔ حضرت طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ یہ مشہور اور معروف صحابی جو ایک عورت کی تبلیغ سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ ابھی میرے آقا و مولی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے ہجرت نہیں فرمائی تھی۔ صحابہ کے وفود وقتاًفوقتاً مکہ معظمہ سے مدینے عالیہ آتے تھے تبلیغ کرتے تھے تاکہ لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل کریں۔ مدینہ کے لوگوں میں بڑی محبت تھی بڑا شوق تھا۔ ان کے دلوں میں بڑی الفت تھی۔ تو ایسا ہی ایک وفد غالباً حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مدینہ عالیہ پہنچتا ہے تبلیغ دین کی غرض سے۔ تو انہی کی تبلیغ سے بنونجار قبیلے کی ایک بڑی جلیل القدر عاقلہ، فاضلہ پروقار مشہور عورت ام سلیم نامی وہ اسلام میں داخل ہوئیں۔ اتفاقاً انہی دنوں میں اس کے شوہر کا انتقال ہوگیا۔ خواتین تو سمجھتی ہیں بلکہ ہم ایسے سمجھتے ہیں کہ یہ تو صرف کھانا پکانے کے لیے ہیں۔ یہ تو صرف کپڑے دھونے کے لیے ہیں یا بچے پیدا کرنے کے لیے ہیں۔ اس

کے بعد جو وقت بچتا ہے تو فضول اوقات کو ہماری عورتیں مائیں بہنیں ضایع کرتی ہیں۔ ذرا اندازہ لگایئے جو میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صحابیات کس قدر اسلام کی تبلیغ کے لیے باہمت طریقے سے آگے بڑھتی تھیں۔ سو اتفاق سے بی بی ام سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر کا انتقال ہوگیا۔ جب حضرت طلحہ جو مدینہ عالیہ میں بڑی پر آسائش زندگی بسر کررہے تھے۔ نہ صرف آپ بڑے حسین و جمیل باوقار مرد تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دولت بھی وافر مقدار میں عطا فرمائی تھی۔ ان کے باغات تھے۔ ان کی زمینیں تھیں جن کو آباد کرتے تھے۔ بڑی آپ کی شہرت اور رعب تاب تھا۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ ام سلیم کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے توانہوں نے سوچا یہ بڑی مشہور عورت ہے ہر طرح سے مکمل اور کامل۔ اب میں اسے دعوت نکاح دوں گا۔ ماشاء اللہ میرا وقار بہت بڑا ہے۔ میری عزت بہت زیادہ ہے۔ یہ عورت کبھی بھی میرے دعوت نکاح کو یا دعوت شادی کو رد نہیں کرے گی۔ دل میں سوچا ابھی جانا چاہیے یا بعد میں جانا چاہیے سوچا کہ ابھی چلتے ہیں فوراً چل پڑے۔ دروازا کھٹکھٹایا۔ اسی بی بی صاحبہ نے دروازہ کھولا وہ اندر چلے گئے باتوں میں اپنا مدعا بیان کردیا۔ ان کو گھمنڈ تھا کہ میرے پاس دولت ہے۔ میرے پاس باغات ہیں۔ میرے پاس دنیا کی ہر آسائش موجود ہے۔ یہ عورت میرے نکاح میں آنے سے کیوں کترائے گی۔ اپنا مقصد بیان کرلیا یہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ ام سلیم نے فوراً اس کو جواب دیا کہ میری ایک شرط ہے۔ اس نے دل میں سوچا کہ کوئی باغ یا کوئی دوسرا مطالبہ کرے گی کہ مجھے اتنی دولت مہر میں ملنی چاہیے یا باغ یا زمین کا ٹکڑا چاہیے۔ اس نے کہا کہ کیا مطالبہ ہے؟ ام سیلم نے فرمایا کہ میرا مطالبہ یہ ہے کہ اے طلحہ کہ تو اسلام میں داخل ہوجا۔ وہ حیران رہ گیا میں اسلام میں کیوں داخل ہوں۔ میں تو اپنے بت کو پوجتا ہوں۔ میں اپنے باپ دادا کے مذہب پر قائم ہوں۔ میری اپنی عزت اور وقار ہے میں کیونکہ اسلام میں داخل ہوجاؤں مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ میں ابھی اپنے گھر میں بت کی عبادت کرکے پوجا کرکے آرہا ہوں۔ میں نے بڑا خوبصورت بت بنایا ہے۔ اس کو بڑا میں نے سجایا ہے۔ اس کو میں نے ہیرے جواہر لعل یاقوت سے سجایا ہے۔ میں ایسے عظیم الشان بت کو کیوں چھوڑ سکتا ہوں۔ اس کا یہ جواب سن کر ام سلیم ہنسنے لگی۔ اور پھر طلحہ نے کہا کہ یہ تمہارا تو ایک بہانہ

ہے مقصد تمہارا اور کچھ ہوگا۔ اس نے کہا کہ کیا میرا مقصد ہوگا۔ تمہارا مقصد یہ ہوگا کہ کسی طرح سے تو مجھ سے زیادہ دولت لے لے۔ زیادہ ملکیت یا پیسہ حاصل کرلے۔ اس نے کہا کہ اے طلحہ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں دین برحق میں داخل ہوچکی ہوں۔ اسلام لا چکی ہوں۔ اگر تو میری اس دعوت کو قبول کرلے کہ تو اسلام میں داخل ہوجائے تو میں مہر میں اس دعوت کے قبول کرنے کے بعد تجھ سے اور کوئی چیز لینا گوارا نہیں کروں گی۔ تیرا اسلام لانا میرا مہر ہے۔ تیرا مسلمان ہوجانا میرا یہی مہر ہے۔ اس کے علاوہ اور مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ اس نے کہا کہ میں کیونکر اسلام لاؤں جب میرا بت ہے میں بڑی خوبصورتی سے، حسین صورت سے اس کو بنایا ہے۔ وہ ہنسنے لگی ہنس کر فرمانے لگی یہ تیرا بت ہے کس چیز سے تونے بنایا ہے؟ اس نے کہا کہ لکڑی کا بت ہے۔ اس نے کہا کہ تجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ جس درخت کے ٹکڑے سے تونے بت بنایا ہے اسی درخت کا ٹکڑا کوئی اور لے کر آگ میں جلا رہا ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ تمہارا بت جو کہ مٹی سے نکلا درخت کی صورت میں اس کا ایک ٹکڑا آگ میں جلانے قابل ہے۔ یہ بھی ایک ٹکڑا ایساہے کہ اس کو آگ میں جلایا جائے۔ اس کو تونے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے پھر اس کی عبادت کرتاہے۔ کیا تجھے اتنی بھی عقل نہیں ہے۔ اتنی بھی سمجھ نہیں ہے کہ تو اسے اپنا معبود سمجھتا ہے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات اس قدر دل میں لگ گئی کہ انہوں نے کہا کہ تمہارا کہنا میرے ذہن میں، میرے سمجھ میں آچکا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اسلام میں داخل ہوجاؤں پھر مجھے کیا کرنا ہوگا کیسے میں اسلام لاؤں۔ اس نے کہا کوئی مشکل بات نہیں ہے اس کے لیے میں ہی تیرے لیے کافی ہوں۔ تو آگے بڑھ کلمات پڑھ میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرتا ہوں۔ بتوں کی عبادت سے تائب ہوتا ہوں۔ اور میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کر۔ تو مسلمان ہوجائے گا۔ اس کے لیے تو کوئی مشکل مرحلہ ہے ہی نہیں۔ اس طرح سے اس عورت کی تبلیغ سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اے اللہ کی نیک بندیاں آپ بھی سنیں کیا آپ نے کبھی اپنے گھر میں اپنے باپ کو، اپنے بھائی کو، اپنے شوہر کو یہ کہا ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھتا۔ کبھی اس کو آپ احساس دلائیں۔ کبھی آپ اس کو شوق دلائیں اور تو بہت سارے مطالبے پیش کیے جاتے ہیں اور بے شمار کام

لیے جاتے ہیں۔ کبھی یہ بھی جذبہ عورتوں میں پیدا ہونا چاہیے۔ کیونکہ وہ مسلم گھرانوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ ان کے اندر بھی جذبہ ہو کہ خود بھی نماز پڑھیں اور اپنے گھر والوں کو بھی تلقین کریں بلکہ بچے تو ان کی گود میں پلتے ہیں۔ آگے بڑھتے ہیں۔ پہلا مدرسہ ماں کی گود ہوتا ہے۔ اگر ماں خود ذکر کرنے والی، نماز پڑھنے والی پرہیزگار عورت ہو تو اس بچے کا مقدر کیوں نہ سنورے۔ وہ کیوں نیک نہیں بن سکتا۔ یقینا بن سکتا ہے۔ تو اللہ کی نیک بندیاں یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔

تو میں عرض کررہا تھا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ایمان لاتے ہیں۔ شادی ہوجاتی ہے طویل میں نہیں جانا چاہتا۔ تو انہی کا واقعہ میں عرض کررہا تھا ایک مرتبہ باغ میں نماز ادا کررہے تھے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرماکر مدینے آچکے ہیں۔ اپنے باغ میں وہ نماز کو ادا کررہے ہیں۔ نماز پڑھتے پڑھتے ان کے کانوں میں کسی پرندے کی رسیلی آواز آتی ہے۔ بڑی ہی میٹھی، لذت آفرین سریلی آواز۔ آپ کی بے اختیار نظر اس طرف اٹھ گئی۔ دیکھا کہ ایک پرندہ ہے جو بہت ہی حسین ہے۔ اس کی چونچ لال ہے، اس کی پر جو ہیں وہ سبز ہیں۔ اس کے پاؤں رنگین ہیں۔ اس کی خوبصورتی میں اتنے مشغول ہوگئے کہ کچھ لمحات کے بعد جب پھر نماز کی طرف خیال آیا تو وہ بھول چکے تھے کہ میں نے کتنی رکعتیں پڑھی تھیں۔ بہت زیادہ سوچا لیکن ان کو یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ بہت پریشان ہوئے۔ زاروقطار رونے لگے اور روتے ہوئے میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم میں ہلاک ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کیا ہوا۔ اس نے کیا عرض کیا یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم آج میرے نفس نے دنیا میں مجھے مشغول کرکے اللہ تعالیٰ کی نماز سے غافل کردیا ہے۔ یہ میری ہلاکت ہے۔ پورا واقعہ عرض کیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم جو باغ مجھے غافل کردے، اللہ سے غافل کردے، اس کے ذکر سے غافل کردے میں اس کو اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتا۔ میں اس کو آپ کے حوالے کرتا ہوں۔ آپ اس کو غریبوں میں یا کسی ضرورتمند کو دے دیں میرے لیے نماز کافی ہے۔ اللہ کا ذکر کافی ہے اور کوئی ایسی چیز مجھے نہیں چاہیے جو اپنے اندر مشغول کردے میں نماز سے اور خدا کے ذکر سے غافل ہوجاؤں۔ تو صحابہ کا یہی کردار تھا کہ ایک

جائز ذریعہ وہ ان کی راہ میں اگر رکاوٹ بن جاتا ہے۔ تو اس کو وہ ٹھکرادیتے ہیں۔ میرے دوستو ہم کتنے ناجائز ذرائع میں پھنسے ہوئے ہیں؟ کوئی ٹیلیوژن پر بیٹھا ہوا ہے نماز ہورہی ہے اس کو اٹھنے کی توفیق نہیں۔ ادھر آذان ہورہی ہے لبیک کہتا ہوا مسجد نہیں آتا۔ حرام لیتا ہے۔ رشوت کھاتا ہے۔ لوگوں کی دل آزاری کرتا ہے۔ گالیاں بکتا ہے۔ جھوٹ بکتا ہے۔ کیا اس کو خدا کے سامنے پیش نہیں ہونا ہے۔ تو آج اس محفل میں جمع ہونے کا مقصد یہ ہے یہ کوئی قصے کہانی یا افسانوی باتیں نہیں ہیں کہ واہ واہ کریں شاباش کریں۔ آپ میری تعریف کریں یا میں آپ کی تعریف کروں پھر اٹھ کر چلے جائیں۔ نہیں یہاں دعوت ذکر ہے کہ ذرا غور کریں جو آگے والی زندگی کے چند لمحات باقی ہیں وہ رائیگاں چلے نہ جائیں۔ وہ برباد نہ ہوجائیں یہ سرمایا ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ اس سرمائے کو محفوظ بنانے کو ہمیں کوشش کرنی چاہیے۔ اس کے لیے سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے کہ دل کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات سے جوڑیں۔ آسان طریقہ یہ ہے کہ دنیا سے توڑیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے جوڑیں باقی کام دھندے اپنے وقت پر رہیں۔ یہ بڑی کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ۔ (سورۃ النور 24، آیۃ 37)

کہ میرے خاص بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو تجارت بیع شرائع میرے ذکرسے غافل نہیں کرتی۔ دنیاوی دھندے بھی کرتے ہیں تجارت بھی کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں عرفات کے میدان میں یا منٰی کے میدا میں کھڑا تھا۔ میں نے ایک نوجوان کو دیکھا جس نے ایک دکان پر 50 ہزار درہم کا سودا کیا۔ بے شمار چیزیں لی ہونگی۔ ان کو دیکھا ہوگا پرکھا ہوگا اتنے بڑے کاروبار کرنے کے دوران ہمارا توجہ اس کی دل کی طرف لگا رہا۔ ہم دیکھ کر حیران رہ کہ ایک لمحے کے لیے بھی اس کا دل اللہ کے ذکر سے غافل نہیں ہوا تھا۔ کاروبار بھی کررہا تھا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی کررہا تھا۔ فرمایا ایک شخص کو طواف بیت اللہ کرتے ہوئے دیکھا لیکن جب ہم نے اس کے دل کی طرف توجہ کی اس کا جسم تو وہاں موجود

تھا لیکن دل اس کا وہاں موجود نہیں تھا۔ دل اس کا کہیں اور پھنسا ہوا تھا۔ ہمیں بڑا افسوس ہوا کہ اتنا لمبا سفر کرکے خانہ کعبہ تک پہنچا لیکن اس کا پہنچنا اس کے لیے کارگر نہیں ہوسکا کیونکہ اس کا دل اللہ کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ اس کا دل غیر اللہ کی طرف متوجہ تھا۔

تو انشاء اللہ یہ ذکر قلبی کرنے سے انسان کے دل کا توجہ دنیا وما فیہا سے ہٹ جاتا ہے اس لیے تو اللہ نے فرمایا کہ کامیاب وہ ہوا جس نے اپنے باطل کواپنے قلب کو پاک بنایا۔

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلّٰى۔ (سورۃ الاعلیٰ 87، آیۃ 15)

اپنے پروردگار کے نام کو یاد کیا فَصَلّٰى پھر نماز کو بھی ادا کرتا تھا۔ نماز مکمل ہی تب ہوتی ہے جب انسان کا باطن بھی پاک ہوجائے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں بھی شاغل ہوجائے۔ اگر اس کا باطن غیر اللہ کی محبت سے خالی نہیں ہے اور اس کا دل اللہ کے ذکر میں شاغل نہیں ہے تووہ نماز خشوع خضوع سے خالی ہے۔ وہ نماز مقبولیت کے مقام کو پہنچ نہیں سکتی۔ وہ نماز لولی لنگڑی ہے زمین پر رہ جاتی ہے بلکہ بعض روایات میں آیا ہے کہ فرشتے اس نماز کو اس نمازی کے منہ پر مارتے ہیں کہ یہ تونے نماز پڑھی ہے۔ ایسی نماز کی اللہ تعالیٰ کو ضرورت نہیں اور ایسی نماز بھی ہوتی ہے جب وہ ادا ہوتی ہے۔ جب وہ پرواز کرتی ہوئی آسمانوں تک پہنچتی ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اس نماز کو مرحبا کہا جاتا ہے وہ سیدھی بارگاہ الٰہی تک جا پہنچتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں ایک ذخیرہ کی صورت میں اس پرہیز گار خشوع خضوع سے ادا کرنے والے ذاکر بندے کی نمازیں محفوظ ہوجاتی ہے اور قیامت تک اس کی نماز اس کے لیے دعائیں کرتی رہتی ہے کہ جس طرح تونے ہمیں سربلند کیا ہے اللہ تمہیں بھی اس طرح بلند کرے۔ تو اسی لیے ذکر خداوندی کرنے سے بلکہ

أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ۔ (سورۃ طٰہٰ 20، آیۃ 14)

قرآن مجید میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ نماز کو قائم کرو میرے ذکر اور یاد کے لیے۔ تو جو ذکر قلبی کمائے گا وہ محسوس کرے گا کہ اس کی دل میں ایک انقلاب برپا ہوچکاہے۔ اس کے دل میں ایک تبدیلی رونما ہورہی ہے۔ اللہ ہمیں ذکر اور یاد کی توفیق دے۔ آمین۔

خسارے کی حقیقت

بمقام: ظفروال چک نمبر 562 فیصل آباد۔ بتاریخ:26-02-1999

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ امابعد

فاعوذ با اللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالۡعَصۡرِ۔ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ۔ اِلَّا الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ۔

(سورۃ العصر103)

صدق اللہ العظیم

فقال اللہ تبارک و تعالیٰ فی شان حبیبہ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ، یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا۔

(سورۃ الاحزاب 33، آیۃ 56)

اللّٰھم صلی علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

محترم و معزز سامعین کرام! الحمد اللہ نصیحت جامع، مؤثر و مفید آپ سن چکے ہیں۔ وہ کافی ہے۔ مزید ذکر اللہ ایک ایسی نعمت ہے جس کی اہمیت کی آپ کو خبر ہے۔ ماشاء اللہ آپ سب اہل ذکر، اہل تقویٰ، اہل طریقت نظر آرہے ہیں۔ تو اس ذکر کے بارے میں عرض کرنا چاہیے تو انشاء اللہ عرض کیا جائے گا۔ اسی مقصد کے لیے یہ عاجز یہاں آیا ہے۔ وعظ اور نصیحت تو ماشاء اللہ بے حد و حساب ہوتے رہتے ہیں اور ہوتے رہیں

گے۔ اس کی افادیت سے بلکل انکار نہیں لیکن اس محفل کا انعقاد وعظ نصیحت یا تقریر یا زور بیان ہر گز نہیں ہے۔ اس محفل کا انعقاد اللہ تعالیٰ کا ذکر اور صرف اس کی رضا ہے۔ اور یہ جو تقریریں ہورہی ہیں اس کا مقصد اللہ تبارک و تعالی کے ذکر کے فوائد اور ثمرات کو بیان کرنا ہے۔ آج ہم دنیا کے ذکر کو بہت پسند کرتے ہیں۔ اتنے تو بے ہوش ہوچکے ہیں، مردہ قلب ہوچکے ہیں کہ کسی لمحے بھی دنیا ہم سے بھولے نہیں بھولتی۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ انسان اتنا سخت دل ہوچکا ہے کہ ہم سب کا حال یہ ہے فوتی ہوجائے، کسی کی وفات ہوجائے، نماز جنازہ میں شرکت کے لیے اعلان ہوجاتا ہے۔ لوگ اپنے، پرائے، قریب، دوست، رشتیدار، عزیز و احباب وہاں پہنچ جاتے ہیں تاکہ اس وفات شدہ انسان کی نماز جنازہ ادا کرلیں۔ وہ سوگوار سی صورت بناکر نماز جنازہ ادا کرتے ہیں۔ کچھ لوگ تو وہیں سے نماز جنازہ ادا کرکے واپس چلے جاتے ہیں جو زیادہ محبت کرتے ہیں اور وفات کرنے والے کے عزیز خاص خاص دوست رشتیدار، وہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں کچھ آگے جانا چاہیے۔ کچھ لوگ چند قدم چلنے کے بعد کھڑے ہوجاتے ہیں اور جنازہ آگے روانہ ہوجاتا ہے۔ کچھ لوگ آگے قبرستان تک اس جنازہ کے لیے جاتے ہیں۔ خواہ وہ محبت یا مروت میں۔ جیسے ہی وہاں پہنچ گئے، یہ منظر اس عاجز کا آنکھوں دیکھا حال ہے جو بیان کررہا ہوں۔ یہ نہیں کہ سنی سنائی بات ہے۔ کچھ لوگ قبرستان تک جاتے ہیں اور قبر کا جاکر نظارہ کرتے ہیں کہ بھئی کیسے قبر تیار ہے یا نہیں؟ اندر جاتے ہیں سامی بن گئی ہے؟ گارہ جو مٹی سے بناتے ہیں، وہ تیار ہے؟ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں اینٹیں آگئیں؟ سب کچھ تیار ہے؟ اگر کوئی کمی رہ گئی ہے تو اس کو صحیح کرو اور کچھ لوگ اس چیز سے لاتعلق ہوکر کسی سائے کو تلاش کرتے ہیں۔ کسی درخت کا سایہ ہو یا بیٹھنے کی جگہ مل جائے۔ ایک جاکر بیٹھ گیا دوسرے نے دیکھا کہ بھئی میں تو یہاں کھڑا ہوں وہ تو مزے سے بیٹھا ہے وہ بھی وہاں سے کھسک کر، قبر سے ہٹ کر وہ بھی اس کے ساتھ جاکر بیٹھ گیا۔ ادھر جنازہ پڑا ہے۔ ایک جیتا جاگتا انسان جو ہمارے درمیان رہتا تھا، ہماری طرح کھاتا پیتا تھا، ہمارے ساتھ اٹھتا بیٹھا تھا، اس کی شادی تھی، اس کی زمینیں تھیں، اس کی ملازمت تھی، یہ سب چیزیں جو ہمارے پاس ہیں کئی گنا بڑھ کر اسی کے پاس تھیں لیکن کیسا وقت عجیب آن پہنچا اس کے سر پر کہ نہ اس کی دولت اس کو موت سے بچاسکی نہ اس کی اولاد اس کو

موت کے پنجے سے چھڑاسکی۔ نہ اس کے دوست احباب موت کے لوہی بازو کو شکست دے سکے۔ وہ بیچارا اپنے آپ کو مجبور سمجھ کر اپنی جان کو گنوا بیٹھا۔ موت نے اس کو نہیں چھوڑا۔ اس دنیا سے رخصت ہونا پڑا۔ دوستوں کو چھوڑنا پڑا، بچوں کو چھوڑنا پڑا، گھر کو چھوڑنا پڑا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس بیچارے کے اوپر مصیبت آن پڑی۔ وہ بیچارا سب کچھ چھوڑ چھاڑکر چلا گیا۔ یہ کتنی عبرت کا مقام ہوتا ہے۔ پھر جب اس سارے مرحلے کو، اس سارے سلسلے کو، اس ساری منزلوں کو اپنی ذات کے لیے ذرا تصور کرلیں، اس طرح ہم سوچیں کہ وہ موت ہمارے سر پر بھی آئے گا۔ اس وقت آئے گا جب ہم اپنے بچوں کے ساتھ گھر میں بیٹھے باتیں کررہے ہوں گے یا کہیں کھڑے سوچ رہے ہونگے کہ ابھی ہمیں یہ کام کرنا ہے، وہ بھی کام کرنا ہے، مجھے یہ کھیت بھی آباد کرنا ہے، اب مجھے زمینیں بھی خریدنی ہے، سیاست میں مجھے کونسلری کا الیکشن بھی لڑنا ہے۔ یہ سب سوچ رہے ہوں گے اور اس وقت موت آن پڑے گا۔ بھئی کیا سوچ رہے ہو تمہارا تو وقت ختم ہوچکا ہے۔ اس تناظر میں اگر سوچیں تو یہ اور بھی زیادہ عبرتناک بات بن جاتی ہے۔ دگنی عبرت۔ ایک تو اس شخص کے پاس سے جو وفات پاچکا ہے۔ اس کی شخصیت کے تناظر میں دیکھیں اوردوسری عبرت یہ کہ اپنی ذات میں دیکھیں کہ مجھے بھی اس جگہ میں آنا ہے۔ مجھے بھی اس قبر میں داخل ہونا ہے۔ نہ چاہوں تو بھی مجھے اٹھاکر ڈال دیں گے اور کئی من مٹی میرے اوپر پھینکی جائے گی۔ ڈالی جائے گی۔ میں کچھ نہیں کہہ سکوں گا۔

تو یہ عاجز عرض کر رہا تھا کہ وہ جنازہ اس قبر کے کنارے پر پڑا ہوا ہے لوگ جاکر بیٹھ گئے۔ وہیں تھوڑا سا ادھر ادھر ہوکر انہوں نے آپس میں چوکڑی بنالی، کھڑے ہوگئے۔ اب آپس میں ان کی گپ بازی شروع ہوگئی۔ سیاست کا کیا حال چال ہے؟ کیا ہورہا ہے؟ بھئی بڑی مشکل آن پڑی ہے، آٹا بھی مہنگا ہے۔ ایسے نوکریوں میں بھی مشکل آن پڑی ہے کہ دن بدن بیروزگاری عام ہورہی ہے۔ سب دنیا کے دکھڑے ہم وہاں شروع کردیں گے۔ کوئی اپنے احوال بتائے گا، دوسرا اس کے ہاں میں ہاں ملائے گا۔ تیسرا کوئی اور بات نکالے گا۔ چوتھا کوئی اور خیال ظاہر کرے گا۔ کسی کو بھی یہ یاد نہیں ہے کہ یہ قبر میرے سامنے کھلی ہوئی ہے۔ موت منہ کھولے کھڑا ہے اب میرا بھائی جارہا ہے کل میں بھی جاؤں گا۔ بلکل یاد نہیں ہے۔ ان چیزوں سے

لاتعلق ہوچکے ہیں۔ ان چیزوں کو ہم نے اپنے دلوں سے بھلادیا ہے جیسے ہمیں مرنا ہی نہیں ہے۔ جیسے ہمارے اوپر موت آئے گی ہی نہیں۔ تو دنیا کی محبت کا غلبہ عقل پر اتنا زیادہ ہوچکا ہے کہ کھلم کھلا نشانیاں عبرت کی دیکھتے ہوئے بھی ہماری آنکھوں سے وہ پردے نہیں ہٹتے اور ہم کو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ایسا نشہ دماغ پر چڑھ چکا ہے۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتاہے کہ مجھے زمانے کی قسم جمیع انسان خسارے میں ہیں۔ کیوں وہ خسارے میں ہیں کہ وہ میرے قرآن کو دیکھتے ہیں اور پڑھتے ہیں، میرے نبیوں کی آمد کا احوال قرآن میں پڑھتے ہیں، خصوصاً آخر الزمان نبی میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم خدا کے بھیجے ہوئے عظیم الشان پیغمبر، ان کی سوانح، ان کی سیرت، ان کی سنت کو پڑھتے ہیں۔ ان کی سنت کو سنتے ہیں لیکن ان کے جسم پر جوں تک نہیں رینگتی۔ ان کے دل میں کوئی احساس پیدا نہیں ہوتا۔ ان کے دل میں کوئی خشیت پیدا نہیں ہوتی۔ ان کے دل کا توجہ اللہ کی طرف نہیں ہوتا۔ ان کے دل دنیا کی محبت سے سیر نہیں ہوتے۔ ان کے دل آخرت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اس لیے تو اللہ پاک فرماتا ہے کہ جمیع انسان خسارے میں ہیں۔ یارب العالمین ہم سب خسارے میں ہیں لیکن تو تو بڑا مہربان اور شفیق ہے۔ تو بڑا احسان کرنے والا ہے تو ہم اس خسارے سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ شاید اللہ تعالیٰ اس لیے ہمیں توجہ دلارہا ہے کہ تمہاری کھیت اچھی نہیں ہوئی، ان کی پیدوار کا جو تونے ایک مقدار مقرر کیا ہے کہ بھئی مجھے پچاس من ایکڑ پر ملنا چاہیے تو وہ نہیں ملا۔ تیس من ملا تو ہم سمجھتے ہیں کہ خسارا تو یہ ہے۔ الیکشن میں میں کھڑا ہوا تھا الیکشن میں مجھے شکست مل گئی تو ہم سمجھتے ہیں کہ خسارا تو یہ ہے۔ میں نے کاروبار میں رقم لگائی تھی مجھے نفع ملنا تھا۔ میں نے ایک لاکھ لگایا تھا مجھے پچاس ہزار نفعہ ملنا تھا تو صرف پچیس ہزار ملے تو ہم اس کو خسارا سمجھتے ہیں، تو بھئی یہ بھی خسارا ہوگیا، کیونکہ جس چیز سے ہمیں محبت ہوتی اس چیز میں ہم کمی دیکھنا نہیں چاہتے اس میں ہم اضافہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ جس کو بھی دیکھو اسی فکر میں لگا ہوا ہے بھئی اور دنیا ملے اور بھی دنیا۔ حالانکہ اس طرح دنیا کسی کے لیے بھی اطمینان کا باعث نہیں بن سکتی۔ جو اس طرح دنیا کو چاہتا ہے مصیبت میں پھنس جاتا ہے۔ اس

طرح اس کی حرص میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ اس کا ایک ایک دن موت سے بدتر ہوتا ہے۔ اس کا ایک ایک لمحہ عذاب بن جاتا ہے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا۔ (سورۃ طٰہٰ 20، آیۃ 124)

اللہ تعالٰی فرماتا ہے جس نے میری یاد سے، میری ہدایت سے، میری آیات سے روگردانی کردی ہے اس پر دنیا میں یہ عذاب نازل کروں گا فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا اس کی معیشت کو، اس کی زندگی کو، اس کے گذران کو میں تنگ کردوں گا۔ دولت کے انبار ہوں گے پیسوں کی بھر مار ہوگی، کروڑہا اس کے پاس موجود ہوں گے لیکن دل کا ایسا مفلس اور کنگال ہوگا کہ اس کو دیکھتے ہوئے لوگ رحم کھائیں گے کہ اس کا حال کیا ہوچکا ہے۔ کیونکہ امیری دولت سے نہیں ملتی اگر امیری دولت سے ملتی تو صحابہ کرام کو ہم امیر نہیں کہتے؟ اگرچہ ان کے پاس ظاہری دولت نہیں تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان جیسا امیر دنیا میں ان کے بعد کوئی آیا ہی نہیں۔ پیدا ہی نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ امیری کی حقیقت کو جانچ چکے تھے کہ اصل امیری کیا ہوتی ہے۔ ہم تو ہیں ظاہر بین لوگ۔ جس طرح کہتے ہیں کہ اندھوں نے آپس میں مشورہ کیا تھا بھائی یہاں پر کوئی سرکس لگا ہے اس میں ہاتھی آیا ہے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت کو بیان کرتے ہیں کہ اندھوں نے سوچا ہاتھی آگیا ہے تو ہاتھی کو دیکھنا چاہیے۔ وہ پانچ چھ یا دس، وہ سب اندھے تھے۔ کوئی ان سے پوچھتا کہ بھئی تم ہاتھی کو کیا دیکھو گے تمہیں تو آنکھیں ہی نہیں ہیں؟ لوگوں نے آکر باتیں بتائیں کہ سائیں ہاتھی ایسا ہوتا ہے، سب جانوروں سے بڑا ہے جسامت میں تو وہ آپس میں مشورہ کرکے وہ ایک وفد کی صورت میں چڑیا گھر جا پہنچے کہ ہاتھی دیکھتے ہیں۔ پوچھتے پوچھتے اس ہاتھی کے کھڑے ہونے کی جگہ پر آ پہنچے تو ہر ایک نے ہاتھ کے ذریعے ہاتھی کو جانچنا چاہا کہ ہاتھی کیسا ہوتا ہے۔ ایک نے جو ہاتھ لگایا تو اس کا ہاتھ جاکہ ہاتھی کے پیٹ پر پڑا تو اس نے کہا ہاتھی بلکل دیوار جیسا ہے۔ وہ تھا تو اندھا ہی۔ دوسرے کا ہاتھ جاکر اس کی ٹانگ پر پڑا تو اس نے کہا اچھا ہاتھی بلکل پلر کی طرح ہے، ایک درخت کے تنے کی طرح ہے۔ یہ تو ہم نے بڑی بات سنی تھی یہ تو

کچھ بھی نہیں ہے۔ دوسرے کا ہاتھ جاکر اس کی پونچھ، دم پر جا پڑا۔ اس نے کہا یہ تو رسے کی طرح ہے۔ یہ ہاتھی کی تو بڑی بات سن رہے تھے مگر یہ تو ایک رسے کی طرح ہے۔ جب واپس آئے تو سب نے الگ الگ بات بتائی۔ ایک نے کہا ہاتھی دیوار کی طرح ہوتا ہے۔ دوسرے نے کہا ہاتھی پلر کی طرح ہوتا۔ تیسرے نے کہا ہاتھی رسے کی طرح ہوتا ہے۔ حقیقت ان سب میں سے کوئی بھی جان نہیں سکا۔ ان کو چاہیے تھا کسی آنکھ والے سے پوچھتے۔ وہ ان کو بتاتا کہ ہاتھی ہوتا کس طرح ہے۔ اس کی صورت کس طرح ہوتی ہے۔ وہ کیا کھاتا ہے، وہ کیا پیتا ہے، کس طرح کھڑا ہوتا ہے، کس طرح بیٹھتا ہے، کس طرح نیند کرتا ہے، کس طرح چلتا ہے، کون سے کام آتا ہے۔ یہ تو سب آنکھ والا ہی بتاسکتا ہے اندھے کیا جان سکتے ہیں۔ تو ہماری اس دل کی آنکھیں اندھی ہیں۔ یہ اندھا پن جب تک دور نہیں ہوگا ہم بھی اس امیری کی حقیقت کو نہیں جان سکتے۔ ان اندھوں کی طرح ہر کوئی اپنی رائے دے رہا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ امیری تو عالیشان گھر بنانے میں ہے۔ جس طرح ایک نے ہاتھ پیٹ کو لگاکر کہا تھا کہ ہاتھی دیوار کی طرح ہوتا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ امیری تو اچھا لباس پہننے میں ہے اور کوئی کہتا ہے کہ امیری بڑی ملازمت حاصل کرنے میں ہے اور کوئی کہتا کہ تجارت میں نفعہ کمانے میں ہے لیکن یہ سب باتیں جو ہم کررہے ہیں اندھوں کی باتوں کی طرح ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اس شخص کے پاس جائیں جس کی دل کی آنکھیں روشن ہوچکی ہوں۔ جس کو اللہ نے بصیرت عطا فرمائی ہو۔ جس کی نظر صرف دنیا پر نہیں ہو بلکہ دنیا کو تو وہ موجود ہی نہیں جانتا ہو۔ دنیا تو اس کے سامنے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی ہو۔ وہ تو کہتا ہو کہ یہ تو قلیل اورمعمولی چیز ہے۔ اس کی نظر میں ا س کا وجود ہی نہیں ہو۔ ا س کی نظر تو اور بہت آگے ہے۔ بہت دور تک ہے۔ وہ سیدھا قبر کے منظر کو دیکھ رہا ہے۔ وہ سیدھا قبر کے آگے محشر کے منظر کو دیکھ رہا ہے۔ اس منظر کو دیکھ رہا ہے اللہ کے حضور میں حاضری ہونے والے دن کو دیکھ رہا ہے اور اس دن کی دہشت ناکی کی وجہ سے ڈر رہا ہے اور کانپ رہا ہے۔ دنیا کا خوف اس کے دل میں ہے ہی نہیں۔ نہ شیر سے ڈرتا ہے، نہ ہاتھی سے ڈرتا ہے، نہ کسی وڈیرے سے ڈرتا ہے، نہ کسی چوہدری سے ڈرتا ہے، نہ کسی طاقتور سے ڈرتا ہے۔ اس کو کوئی ڈر ہے تو

وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَی النَّفۡسَ عَنِ الۡہَوٰی۔ فَاِنَّ الۡجَنَّۃَ ہِیَ الۡمَاۡوٰی۔ (سورۃ النازعات79، آیۃ40)

جس شخص کے دل میں یہ خوف پیدا ہوگیا کہ مجھے اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے اور اسی خوف میں اس نے اپنی زندگی بسر کردی۔ اس کا نتیجہ کیا ہوا کہ بے حیائی سے بچ گیا۔ زنا سے بچ گیا۔ چوری سے بچ گیا۔ زوری سے بچ گیا۔ جھوٹ سے بچ گیا۔ غیبت سے بچ گیا۔ بدنظری، بے حیائی سے بچ گیا۔ ان سب باتوں سے بچ گیا۔ اس کا نفس ان سب باتوں سے رک گیا کیونکہ خوف اس کے دل میں آخرت کے دن اس لمحہ کا آگیا تھا کہ مجھے اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے اور جب اللہ کے سامنے سب لوگ صف بہ صف کھڑے ہونگے تو عجیب منظر ہوگا۔ عجیب عالم ہوگا۔ ہر ایک سوچ میں ہوگا کہ کامیاب ہوتا ہوں یا ناکام۔ کچھ پتا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دن سب کے چہرے پر پریشانی اور پشیمانی کے آثار ہوں گے جن کو پتا ہوگا کہ میں تو ظالم ہوں۔ میں نے بڑے ظلم کیے ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا۔ وہ فیصلے کی گھڑی آنے سے پہلے ہی اس قدر افسردہ ہوگا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ اپنی انگلیوں کو چبانا شروع کردے گا۔ انگلیوں کو چباتے چباتے کہنیوں تک اپنے ہاتھ کو کھا جائے گا۔ اسی حسرت میں کہ میں نے کیا کیا ہے؟ افسوس میں نے اللہ کا ذکر نہیں کیا۔ میں نے اللہ کو راضی نہیں کیا۔ جو باتیں میں نے قرآن مجید میں پڑھیں تھیں وہ سارے منظر میرے سامنے ہیں۔ میں تو اس کو غلط سمجھتا تھا میں کہتا تھا کہ یہ مولوی کہتے ہیں کہ آخرت کا میدان بھی ہوگا۔ جہنم کا عذاب بھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور گرفت بھی ہوگی۔ یہ تو مولویوں کی باتیں ہیں۔ مرنے کے بعد معاذ اللہ وہ آدمی مٹی ہوجائے گا کہاں کا حساب اور کہاں کا کتاب۔ تو وہ افسوس کرے گا میں نے یہ تصور کیوں رکھا۔ اپنے ہاتھ کو چبانا شروع کردے گا پورا ہاتھ کہنی تک کھا جائے گا۔ اس کو خبر ہی نہیں پڑی گی۔ دوبارہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ کوسلامت کرے گا پھر وہ چبانا شروع کریگا۔ پھر اسی طرح اپنے ہاتھ کو اپنے منہ سے چباکر ختم کردے گا۔ اس کو احساس تک نہیں ہوگا۔ اس قدر پشیمانی اور ندامت کی شدت دل میں موجود ہوگی۔ تو صف بہ صف کھڑے ہیں، ان کی نظریں لگی ہوئی ہیں، اٹھی ہوئی ہیں۔ کسی کو ادھر ادھر دیکھنے کی طاقت ہی نہیں۔ اس افسوس کے عالم میں ہے، اس تصور میں کھویا ہوا کہ اب میرے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے فرشتے جب نامہ اعمال تقسیم کریں گے جس شخص کو داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا گیا تو وہ کامیاب ہوگیا اور جس کو پیٹھ کے پیچھے اور اس کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا گیا وہ ناکام ہوگیا، نامراد ہوگیا۔ پھر وہ اپنے بربادی پر وہ روئے گا، چیخے چلائے گا، خون کے آنسو بہائے گا لیکن اس کو حاصل کچھ بھی نہیں ہوگا۔ تو ان لمحوں کو جو دیکھ رہے ہوتے ہیں ان کے پاس جاکر بیٹھنے سے، ان کی نگاہ کرم سے، ان کی توجہ باطنی سے، ان کی تعلیمات پر عمل کرنے سے وہ دل کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ پھر نظر ہماری بھی قبر تک چلی جاتی ہے۔ آخر تک چلی جاتی ہے۔ پھر وہ دنیا کے فکر سے آزاد ہوجاتا ہے۔ دنیا کا ہونا نہ ہونا اس کے لیے کوئی معانی نہیں رکھتا۔ وہ تو یہ سوچتا ہے کہ بھئی مجھے تو یہاں ایک دو رات گذارنی ہے یہ دکھ سکھ میں بسر ہوجائے گی۔ اصل گھر تو میرا آگے ہے۔ مجھے اس کے لیے سامان جمع کرنا ہے

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى۔ (سورۃ البقرہ 2، آیۃ 197)

اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے اے ایمان والو توشہ جمع کرو۔ کیوں فارغ بیٹھے ہوئے ہو؟ کیوں وقت گنوا رہے ہو؟ اپنے سفر کے لیے توشہ جمع کرلو۔ تمہارے سامنے بہت بڑا سفر ہے۔ پہلی منزل قبر ہے۔ اس کے آگے پھر محشر کا میدان ہے پھر اللہ تعالیٰ کے حضور میں پہنچنا ہے۔ بڑی بڑی کٹھن منزلیں ہیں۔ ا س کے لیے سامان اور توشہ جمع کرلو فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى اور بہترین تمہارے لیے توشہ تقویٰ ہے اور تقویٰ یہ ہے کہ ہر لمحہ ہر قدم پر اللہ سے ڈرتا رہے اور یہ سوچتا رہے کہ میں جس طرف جارہا ہوں کیا یہ اللہ کا طرف ہے یا اللہ تعالیٰ کی مخالفت سمت ہے۔ شیطان کی طرف تو میں نہیں جارہا۔ اپنے نفس کے خیال پر تو میں نہیں جارہا۔ ضروری نہیں کہ صرف اعمال جو ظاہری طور پرہم ادا کررہے ہیں سمجھ لیں کہ ہم کامیاب ہوں گے۔ نہیں اس بارے میں بھی سوچنا ہے کہ ان اعمال کو ہم کس نیت کے ماتحت کررہے ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد منور الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل طریقت تم عمل بھی کرو اورخوب عمل، زیادہ عمل کرو لیکن ہمیشہ یہ بھی سمجھتے رہو کہ میرا عمل اس لائق ہرگز نہیں کہ بارگاہ خداوندی میں قبول ہوسکے اس لیے اپنی نیت کو مستحکم کرو۔ شاہ

صاحب بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ سندھ کے بڑے عظیم الشان صوفی شاعر گذرے ہیں متواضع اور مستقل مزاج، وہ عظیم الشان انسان۔ وہ فرماتے ہیں کہ

کَتِ بہ، کَنبِ بہ، اَگِیان تورِیندڑ تَکڑا.

وہ سوت کے کاتنے کے ذریعے تمثیل دیتے ہیں۔ آج کل تو ملیں لگ گئی ہیں۔ بڑی بڑی مشینیں لگ گئی ہیں۔ لیکن پچھلے زمانے میں کپڑا بنانے کے لیے چرخے پر سوت کاتا جاتا تھا۔ تو وہ شاہ صاحب فرماتے ہیں تمہیں سوت بھی کاتنا چاہیے اور خوب کاتنا چاہیے مگر اس کے ساتھ ساتھ کانپنا بھی چاہیے۔ سوت بھی کاتتا رہ اور کانپتا بھی رہ کہ آگے تولنے والے بھی بڑے ہوشیار ہیں، بڑے چالاک ہیں۔ بڑی گہری نظر ہے ان کی۔ وہ بڑی گہری نظر سے تمہاری اس کمائی یعنی عمل کو دیکھیں گے اور دیکھیں گے کہ یہ عمل اس نے کس لیے کیا تھا؟ کیا اللہ کے لیے کیا تھا یا لوگوں کے لیے کیا؟ اپنے آپ کو پیر بنانے کے لیے، اپنے آپ کو معتبر بنانے کے لیے، اپنے آپ کو معزز بنانے کے لیے اس نے کیا تھا یا خدا کی رضا کے لیے کیا تھا؟ تو اس لیے بھائی عمل بھی کرتے جاؤ اور کانپتے بھی رہو اور یہ سمجھ کر میرا عمل تو ہرگز ہرگز اس لائق نہیں ہے کہ اس کی بارگاہ میں قبول ہوسکے، یا رب العالمین میرا عمل اس لائق نہیں ہے۔ میں کبھی بھی نہیں کہتا ہوں کہ میرے اعمال تو قبول کر میں تو یہ التجا کرتا ہوں کہ میرے گناہوں کو بخش دے۔

من گویم کہ طاعتم بپذیر

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی نے دیکھا کہ حرم کعبہ میں کوئی کنکریوں پر سجدہ ریز ہوکر، آجکل تو عالیشان فرش لگے ہوئے ہیں تو وہ کنکریوں پرسجدہ ریز ہوکر زاروقطار رو رہا تھا اور گڑگڑاکر یہ دعائیں کررہاتھا یہ الفاظ کہہ رہا تھا اے میرے پروردگار میں یہ نہیں کہتا کہ میری عبادتوں کو قبول کرلے۔ ہماری قربانیوں کو قبول کرلے۔ ہماری نمازوں کو قبول کرلے۔ میری تو یہ گذ ارش ہے، یہ التجا ہے کہ میرے گناہوں پر مغفرت کا قلم چلادے۔ دیکھنے والے نے دیکھا کہ یہ رونے والا، فریاد کرنے والا کوئی اور نہیں تھا۔ یہ محبوب

سبحانی غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت تھی۔ اتنے عظیم الشان مقام کے بعد بھی وہ اس قدر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں کرتے اور التجائیں کرتے تھے۔ ہم اور آپ کس باغ کی مولی ہیں؟

تو اس لیے میرے دوستو میں عرض کررہا تھا اس خسارے کی طرف ہمارا توجہ نہیں ہے ہم تو صرف دنیا کے خسارے کو دیکھتے ہیں۔ جب کہ میرا آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو وہ اس لیے آئے تھے کہ اے انسانو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا کا خسارا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ خسارا اصل کوئی اور ہے اس خسارے سے تمہیں بچنا ہے۔ جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ ایک صحابی میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ آکر عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم میرا بہت بڑا نقصان ہوگیا۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا نقصان ہوا؟ دوبارہ اس نے اپنی بات کو اہمیت ثابت کرنے کے لیے اس نے کہا یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم میرا بہت بڑا نقصان ہوگیا۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا نقصان ہوا؟ سہ بار اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم میرا بہت بڑا نقصان ہوگیا۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بتاؤ کیا ہوا؟ اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم میں تجارت کے لیے گیا تھا، بڑا نفعہ ہوا 90 یا 9 اونٹ جس طرح کہ حدیث میں آیا ہے۔ وہ سامان سے لدے ہوئے، سارے سامان سے لدے ہوئے اور غلام بھی اس کے ساتھ میں لایا تھا۔ تجارت میں بڑا نفعہ ہوا، غلام بھی خرید کر کے لایا تھا۔ وہ اونٹ اپنے سامان اور غلاموں کے ساتھ گم ہوگئے۔ ایک اچھا اونٹ میرے خیال میں ہمارے سندھ میں تو بیں پچیس ہزار سے تو کم نہیں ملتا۔ آج کے دور کے لحاظ سے یہ اونٹ ایسے سمجھیں کہ اس وقت میں یہ اونٹ کار کی طرح تھا اور اس کے ساتھ ساتھ باربرداری کے لیے بھی استعمال ہوتا تھا۔ جس طرح آج کل باربرداری کے لیے بڑے بڑے جہاز اور شپ استعمال ہوتے ہیں اس وقت میں اونٹ یہ کام کرتا تھا۔ اس وقت موٹر تو نہیں تھی۔ تو صحابی نے کہا اتنے سارے اونٹ سامان کے ساتھ اور اس کے ساتھ جو غلام تھے وہ سارے کے سارے گم ہوگئے ہیں میرا بہت بڑا نقصان ہوگیا۔ میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے جو جواب دیا وہ بھی سننے کے قابل ہے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا! یہ تمہارے اونٹ گم ہوگئے

ہیں، ہم نے سمجھا تھا کہ تمہاری تکبیر اولیٰ قضا ہوگئی ہے۔ یعنی کہ تکبیر اولیٰ کا قضا ہونا یہ اتنا بڑا نقصان ہے، اتنا بڑا نقصان ہے کہ کسی کے 90 یا 9 اونٹ سامان کے ساتھ گم ہوجائیں وہ بھی اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ تو میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم آئے ہی اس لیے تھے کہ انسانو تمہیں معلوم ہوجائے کہ دنیا کے خسارے سے نہ ڈرو، دنیا کے خسارے کا افسوس نہ کرو، دنیا کے نقصان پر روؤ پیٹو مت، دکھڑے ایک دوسرے کو نہ سناؤ، یہ خسارا معمولی ہے۔ تم اگر رونا چاہتے ہو تو آخرت کے نقصان پر روؤ، قبر کے نقصان پر روؤ۔ محشر کے میدان کے لیے روؤ۔ اللہ کے سامنے پیش ہونے والے دن کے لیے روؤ تاکہ تمہاری کچھ نجات ہوسکے۔ جب کوئی مرنے والا مرجاتا ہے، وفات ہوجاتی ہے تو ہم اس پر روتے ہیں۔ بھائی اس پر رونے پر کیا فائدہ؟ اس نے جو کیا وہ اللہ جانتا ہے اور وہ جانتاہے اب وہ تو اپنی زندگی بسر کرکے اس بہتر مقام کی طرف جارہا ہے۔ ہم اپنے اعمال پہ روئیں، ہم اپنے کردار پر روئیں، ہم اپنی رفتار پر روئیں، ہم اپنی گفتار پر روئیں کہ ہمارا کیا ہوگا؟ جب بے وقت موت ہمارے اوپر آئے گا تو ہمارا کیا ہوگا؟ ہمارا کیا حشر ہوگا؟ اپنے نفس کو شرمائیں۔ اس کو کچھ ڈانٹ پٹ کرلیں کہ کم بخت تونے مجھے برباد کیا۔ تم نے مجھے اللہ والوں سے دور کردیا۔ تم نے مجھے ذکر والوں سے دور کردیا۔ تم نے مجھے اللہ سے دور کردیا۔ اس کو ڈانٹ پٹ کرلیں، اس کو شرمائیں تاکہ اس میں کچھ شرم کا ذرہ پیدا ہوجائے۔

تو میرے دوستو! اس وجہ سے آج ہم یہاں جمع ہوئے ہیں کہ ہم خسارے سے بچنے کے لیے سوچیں اور فکر اور کوشش کریں اور ہمارے دل میں یہ احساس پیدا ہوجائے کہ اس خسارے کی تلافی کیسے ہوسکتی ہے۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا

وَالْعَصْرِ۔ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ۔ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ۔ (سورۃ العصر103)

اس خسارے سے وہ بچ سکتے ہیں جو ایمان لائے ہیں۔ ایمان بھی کامل لیکن ایمان کامل کب ہوتا ہے؟ میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

الایمان عریان لباسه التقویٰ وزینته الحیاء

آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان ننگا ہے۔ اس کی تمثیل ایسے سمجھ لو جس طرح بچہ ماں کے پیٹ سے تولد ہوتا ہے وہ ننگا ہوتا ہے۔ بچہ تو خدا کی نعمت ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے لیکن اس کو ہم اس حالت میں رہنے نہیں دیتے۔ اس حالت میں کسی کے سامنے نہیں لے جاتے۔ ہم اس کو نہلاتے دہلاتے ہیں اور اچھا لباس پہناتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس کو خوبصورت بنانے کے لیے خوشبو بھی لگاتے ہیں، سرمہ بھی پہناتے ہیں، تیل بھی لگاتے ہیں اور جس سے جتنا ہوسکے اتنا اس کو اچھا لباس پہناتے ہیں۔ تو ہمارے آقا و مولیٰ آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ایمان والو تم اگر ایمان لائے ہو تو تمہارا ایمان ابھی ننگا ہے۔ اس کولباس چاہیے اور ایمان کا لباس تقویٰ ہے۔ تقویٰ کے بغیر ایمان بے لباس ہے۔ جس طرح بے لباس آدمی کی کوئی وقعت نہیں ہوتی تو بغیر تقویٰ والا ایمان اس کو فائدہ نہیں دے سکتا اور فرماتے ہیں وزینتہٗ الحیاء اس ایمان کے حسن و جمال کا بھی سامان پیدا کرو۔ لباس تقویٰ کی صورت میں اس ایمان کو مل جائے اور پھر اس کے لیے حسن و جمال کا بھی سامان پیدا کرو۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ خدا سے حیاء ہے۔ اس سے حیا کرنا چاہیے لوگوں سے نہیں۔ لوگوں سے حیاء آئے اورہم کہیں بھائی انکے سامنے ان کی کیسے برائی کریں؟ جب ان سے الگ ہوجائیں، اپنے گھر کو جائیں تو پھر جو کچھ آئے ان کے خلاف کر گذریں۔ وہ خدا سے حیا آنا چاہیے کہ جہاں کہیں بھی ہو اس کو یہ تصور کرنا ہوگا وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ۔ (سورۃ الحدید 57، آیۃ 4) وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔

جب حیاء کی صورت بھی ہمارے اندر پیدا ہوگی تب ہی ایمان مکمل ہوتا ہے۔ پھر آگے آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات عمل بھی اچھے ہونے چاہییں۔ اس عاجز نے پہلے بھی عرض کیا کہ آقا و مولیٰ آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کے نقصان سے خسارا نہیں اگر اعمال میں کمی آجائے وہ بہت بڑا خسارا ہے۔ اس سے بچنے کی کوشش کرو۔ تو اعمال صالحہ کامل مکمل طور پر ہونے چاہییں اور وہ اعمال صالحہ اللہ کی رضا کے لیے ہونے

چاہییں۔ اعمال صالحہ بیشک آپ اپنے گھروں میں کرتے ہوں گے، اعمال صالحہ بیشک آپ اپنی مسجدوں میں کرتے ہوں گے لیکن جو آج ہمیں اعمال صالحہ نصیب ہورہے ہیں چند ذکروالوں کی معیت میں، اہل دل حضرات کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھنا، ان اہل دل حضرات کے ساتھ بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرنا اس کا ثواب کچھ اور ہوتا ہے۔ میرے دوستو! ہم سمجھتے ہیں کہ بھائی کیوں گھر سے نکلیں، اتنا پیسہ خرچ کریں، ٹرین میں بیٹھیں، اتنا لمبا سفر طے کریں پھر ہم سندھ میں جائیں پھر ہم روہڑی پر اتریں وہاں سے سکھر جائیں وہاں پر بس میں بیٹھیں پھر جائیں کنڈیارو۔ اتنا دور دراز کا سفر کرنے کے بجائے گھر میں بیٹھ کر اللہ اللہ کیوں نہ کریں۔ ہمارے سندھ کے بڑے بزرگ گذرے ہیں حافظ محمد صدیق بھرچونڈی رحمۃ اللہ علیہ۔ وہ خلیفہ تھے حضرت مخدوم محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ کے غالباً۔ تو ان کی خدمت میں ایک فقیر آیا اس نے آکر کہا سائیں میں آپ کے پاس آرہا تھا ایک شخص نے مجھے روکا کہ کیوں تم جارہے ہو بھرچونڈی؟ یہاں گھر میں کیوں نہیں بیٹھتے؟ کیا یہاں اللہ نہیں ہے اور بھرچونڈی میں اللہ ہے؟ حافظ محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کچھ لمحے سوچتے رہے اور پھر اس کو جواب دیا اس نے تجھے یہ کہا۔ اس نے کہا جی ہاں سائیں اس نے یہ کہا۔ آپ نے فرمایا پوری زمین میں پانی موجود ہے۔ پانی یہاں موجود ہے، زمیں موجود ہے لیکن پانی تجھے نہیں ملے گا۔ پانی تجھے ایسے نہیں ملے گا جب تک کہ تو نلکے کے پاس نہیں جائے گا۔ پانی نل سے ملتا ہے حالانکہ ہر جگہ موجود ہے۔ جب نلکے کے پاس جائے گا۔ تب تجھے پانی ملے گا تو اللہ تبارک و تعالیٰ بھی اللہ والوں کے پاس ملتا ہے موجود ہر جگہ ہے۔ اگر خدا کو پانا چاہتا ہے تو ان اللہ والوں کے پاس جانا پڑے گا۔ ایسے تجھے اللہ نہیں مل سکتا۔ تو اس لیے قرآن مجید میں بار بار اللہ تعالیٰ حکم دیتاہے

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ۔ (سورۃ الکھف 18، آیۃ 28)

صبح شام اللہ کو یاد کرو اور ان کے ساتھ بیٹھو جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ انکے ساتھ رہو جو سچے ہیں، ان کے ساتھ رہو، ساتھ بیٹھو جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ رہو جو متقی ہیں۔ ان کے ساتھ رہو جو

محسنین ہیں۔ اس لیے تو اللہ تعالیٰ فرماتاہے کہ میں بھی ان کے ساتھ ہوتا ہوں تم بھی ان کے ساتھ آکر بیٹھو میں تجھے وہاں ملوں گا۔ تو اس لیے میرے دوستو اعمال صالحہ جو اللہ والوں کے ساتھ، ذکر والوں کے ساتھ ادا کیے جائیں ان کا مزا کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ ان کا لطف ہی کچھ اور ہوتا ہے اور ان کا مقام اور درجہ کچھ زیادہ ہی بلند ہوتا ہے۔ تو اس لیے اس سے گھبراؤ مت، کاروبار کے لیے بھی گھر کو چھوڑدیتے ہونا؟ تجارت کے لیے بھی جاتے ہو۔ سیاست کے لیے بھی جاتے ہو۔ دنیا کے کاموں کے لیے بھی جاتے ہو۔ کتنی مرتبہ تم گھر سے نکلے ہو گے لیکن یقین جانو وہ سفر تمہارا ایسے سمجھو کہ اگر کام ہوگیا تو کسی قدر اس کا فائدہ اگر نہیں ہوا تو وہ تو سفر ہی بیکار چلا گیا۔ یہاں سے گیا تھا کراچی کہ بھائی میرا فلاں کام ہوجائے گا یا اسلام آباد گیا ہوا تھا کہ میں صدر سے یا وزیر اعظم صاحب سے ملوں گا۔ وہاں آٹھ دن رہا، دس دن رہا، اس کی منتیں کی، اس کی منتیں کی، اس کی ملاقات نہیں ہوسکی۔ جب وہ لوٹ کر آیا اب بتاؤ اس کے سفر میں اس کو کیا حاصل ہوا؟ اپنے کام سے بیشک جاؤ۔ میں ایک تمثیل دیتا ہوں لیکن جو شخص اب یہاں سے جب جارہا تھا تو بھی اس کو پتا نہیں کہ میرا کام ہوگا یا نہیں۔ یہاں گھر سے نکلا، بس میں بیٹھا یا ٹرین میں بیٹھا ابھی بھی اسے یقین نہیں کہ میرا کام ہوگا۔ یہی خیالات یہی فکرات۔ اس کے پاس جاؤں گا، اس کے پاس جاؤں گا، یہ کروں گا، یہاں سے گیا پریشان، وہاں بھی کام ہوا یا نہیں، واپس آیا تب بھی پریشان۔ اب جب حساب کرتا ہے وہ سفر تو اس کا ایسے ہی چلا گیا۔ لیکن جو اس نیت سے نکلتا ہے کہ میں اپنے پیر کامل مرشد کی دربار پر جاؤں، ان کے ساتھ بیٹھ کر اللہ کا ذکر کروں اس نے ابھی ارادہ ہی کیا ہے تو اس کا کھاتا اللہ نے کھول دیا ہے۔ فرشتوں نے قلم سنبھال لیا ہے اور اللہ کا حکم ہوگیا کہ ابھی اس کی ایک نیکی لکھدو۔ نہ نکلا ہے، نہ ٹکٹ، کچھ بھی نہیں۔ اس کا کھاتا صرف نیت کرنے سے کھل گیا ہے۔ جیسے گھر سے نکلا قدم قدم پر دس دس نیکیاں، دس درجے بلند ہوں، دس گناہ معاف ہوں۔ اب حساب لگاؤ کہ کتنے قدم ہوگئے وہاں تک۔ وہ ایک ایک لمحہ اس کا عبادت میں۔ سوگیا، گاڑی میں نیند پڑا ہے، فرحت سے نیند کررہا ہے لیکن وہ بھی عبادت میں شامل ہوگیا۔ کھانا کھارہا ہے، گفتگو کررہا ہے وہ سارا سفر عبادت در عبادت ہوگیا اور جب وہاں پہنچا جیسے جیسے اس کے قرب کی منزل آگے بڑھتی چلی گئی تو رحمتیں بھی

اللہ تعالٰی کی بڑھتی چلی گئیں۔ اس کے اوپر عنایتیں بھی بڑھتی چلی گئیں۔ جب وہاں پہنچا اور رہا اور ذکر کیا تو پھر تو ایسے سمجھو کہ اللہ کے حضور تک رسائی ہوگئی۔ اب آگے اس کو کیا چاہیے؟ تو اس لیے اس سفر کو اختیار کرو۔ یہ سفر، اس کا ایک ایک قدم کامیابی کی نوید ہے۔ ایک ایک قدم کامرانی کی طرف ہے۔ کوئی فکر نہیں اور کوئی غم نہیں ہے۔ اس لیے آپ کو دعوت ہے تو آمدورفت رکھیں۔

میں عرض کررہا تھا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات عمل صالح بھی اور عمل صالح اس رنگ میں جیسے آج ہم مل جل کر، بیٹھ کر کررہے ہیں۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ حق کی بھی لوگوں کی نصیحت کرتا ہے۔ نیکی کا حکم کرتا ہے۔ اور وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْر اور صبر کی لوگوں کو تلقین کرتا ہے کہ تم اللہ تعالٰی کے ہر حکم پر لبیک کہو اور اس کے ہر حکم میں بھلائی ہوتی ہے، اس کے ہر کام میں بہتری ہوتی ہے، اس میں اپنی بھلائی کو ڈھونڈو تمہیں بھلائی مل جائے گی۔ ہمارا زاویہ نگاہ اپنے نفس کی طرف سے ہوتا ہے۔ جو بھی صورت حال ہمارے سامنے ہوتی ہے۔ اپنے نفس کے زاویہ سے دیکھتے ہیں۔ اگر اس صورت حال کو اللہ کی طرف سے دیکھیں تو اس میں بھلائی ہی بھلائی ہوتی ہے۔ بہتری ہی بہتری ہوتی ہے اوریہی کامیابی ہوتی ہے۔ تو دیکھنے اور سوچنے کے انداز کا فرق ہوتا ہے۔ انشاء اللہ جو ذکر کرے گا اور صحبت میں آئے گا، محبت لگائے گا اس کا ایک ایک لمحہ اس دنیا میں اس طرح گذرے گا، اس لمحہ کوایسے سمجھے گا کہ میری زندگی ہے تو یہی ہے۔ ورنہ تو گذشتہ زندگی تو وہ تو ایسے ہی چلی گئی۔ جس طرح غالباً اورنگزیب یا جہانگیر کی صحبت میں یا واللہ اعلم باالصواب یہاں پنجاب کا کوئی گورنر تھا وہ اس کے ساتھ لاہور میں دعوت پر بیٹھا ہوا تھا۔ تو ایسے ہی بات چلی اورنگزیب نے پوچھنا شروع کیا تمہاری عمر کیا ہے؟ تمہاری عمر کیا ہے؟ تو وہ جو اسکی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا لاہور کا گورنر یا کوئی وہ سفید ریش تھا۔ اس سے اس نے پوچھا کہ اے گورنر صاحب تمہاری عمر کیا ہے؟ اس نے سوچ کر عرض کیا بادشاہ سلامت میری عمر دو سال ہے۔ بڑا ناراض ہوگیا بادشاہ۔ تم مذاق کرتا ہے، آداب شاہی کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ تمہاری اتنی بڑی عمر ہے، سفید داڑھی ہوگئی ہے، کہتا ہے کہ دو سال عمر ہے۔ اس نے عرض کیا قبلہ اس کی ایک حقیقت ہے، اس کا ایک مقصد ہے۔ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا یا حضرتا میں پہلے تو زندگی گذار چکا وہ تو میری

ایسی ہی چلی گئی وہ تو رائگان چلی گئی لیکن ابھی دو سال ہوئے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد معصوم نقشبندی کی صحبت میں گیا ہوں، ان کی بیعت ہوا ہوں، تب میرے دل کی آنکھیں کھلی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف میرے دل کا توجہ ہوا ہے اور اس کا ذکر کررہا ہوں اب میں سمجھتا ہوں کہ زندگی یہ ہے۔ باقی تو میری ایسی ہی چلی گئی۔ وہ زندگی ہے ہی نہیں شرمندگی ہے۔ تو انشاء اللہ ذکر اور صحبت سے یہ فوائد یہ ثمرات ضرورحاصل ہوں گے۔

اللہ ہمیں توفیق عمل عطا فرمائے۔

فضائل رمضان

بمقام وارہ لاڑکانہ۔ بتاریخ 20-12-97

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد۔ فاعوذ با اللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (سورۃ الانفال 8، آیۃ 45)

صدق اللہ العظیم

فقال اللہ تبارک و تعالیٰ فی شان حبیبہ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ، یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

(سورۃ الاحزاب 33، آیۃ 56)

اللّٰھم صلی علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

میرے عزیزو دوستو!

آپ کے شوق محبت اور جذبے کو دیکھ کر بے انتہا خوشی حاصل ہوئی ہے۔ کافی گھنٹوں سے اس محفل میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ بھی ایسے وقت میں جب انسان وقت کو پیسے کی نگاہ سے دیکھ کر کہتا ہے بھائی وقت سب سے قیمتی ہے۔ فون ایجاد ہوئی ڈائل کیا اور اسی لمحے کراچی تو کیا لندن امریکا میں بات کی اور کہا بھائی وقت بچاؤ۔ پہلے بحری کشتیوں اور جہازوں میں سفر ہوتا تھا۔ مہینوں کے مہینے لوگ سمندر میں رہتے تھے۔

مسافروں کو معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ مغرب کی طرف جارہے ہیں یا شمال کی طرف۔ انہیں صرف کپتان پر بھروسہ ہوتا تھا جو جہاز کو چلا رہا ہوتا تھا۔ اسی بھروسے پر کہا جاتا تھا بھائی لندن جارہے ہیں۔ امریکا جارہے ہیں۔ افریکا جارہے ہیں۔ اس سفر میں کتنی ہی تکلیفیں آتی تھیں۔ انسان مختلف بیماریوں میں مبتلا ہوجاتا تھا۔ آج کے دور میں ہوائی جہاز ایجاد ہوگئے۔ پیسے دے کر ٹکٹ خرید کی۔ جہاز میں بیٹھے تو مہینوں کا سفر گھنٹوں میں طے کرلیا۔ صبح کسی براعظم میں تھا تو شام کسی دوسرے براعظم میں پہنچ گیا۔ اسی کے ساتھ ہی انسان میں لالچ اور حرص بڑھ گئی اور محبت کا مادہ کم ہوگیا۔ کسی سے دوستی کا رشتہ جوڑنا ہے تو مالی مفاد کی خاطر۔ کسی کی بات سنتا ہے تو اپنے مفاد کی خاطر۔ اس قدر کہ ہمارے دلوں میں تو یہ ہوتا ہے کہ اگر میں نے اس کی بات سنی تو وہ خوش ہوگا اور ضرور مجھے کوئی مالی، کوئی سیاسی، کوئی تجارتی یا کوئی زراعتی فائدہ دے گا۔ اس لیے وہ اس کی محفل میں بیٹھنا بھی پسند کرتا ہے لیکن ایسے وقت میں آپ خدا تعالیٰ کی رضا کے لیے ان سادہ فقیروں کے پاس بیٹھے ہو جن کے پاس دنیاوی لحاظ سے روپے پیسوں کی فراوانی نہیں ہے۔ کوئی عمدہ بعام یا دنیاوی فائدے کی بڑی بڑی باتیں نہیں ہیں کہ کہا جائے کہ تمہیں دنیاوی و مالی لحاظ سے یہ دیا جائے گا۔ ایسے وقت میں آپ اپنے وقت کو قربان کرتے ہوئے اپنے گھر کو چھوڑ کر مل بیٹھے ہیں تو یہ آپ کی خوش قسمتی اور اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے۔ اللہ جل شانہ کے پیارے نام پر اور آقا و مولیٰ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر لاکھ مرتبہ قربان جاؤں کہ جن کی مہربانیوں سے دل میں خیال آیا کہ چلو ہم بھی ذکر کی محفل میں جاکر ذکر کریں۔ جس سے آخرت اچھی ہوجائے۔ جہنم کے عذاب سے نجات مل جائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں تمام گناہوں سے معافی دیدے۔ اللہ تعالیٰ اتنے مہربان ہیں کہ جو محفل صرف اسکی رضا کے خاطر منعقد کی جائے تو وہ اس میں شریک تمام لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔ اور فرشتے خود آکر ان کی زیارت کرتے ہیں اور ساتھ بیٹھ کر اللہ جلشانہ کا ذکر کرتے ہیں۔ احادیث میں آیا ہے کہ فرشتوں کی اتنی تعداد شرکت کرتی ہے کہ آسمان اور زمین کا درمیانی خال سارا بھرجاتا ہے۔ ابھی تک سائنس دان آسمان کے کناروں تک نہیں پہنچے ہیں۔ صحیح بات تو یہ ہے اللہ تعالیٰ کی کائنات اتنی وسیع و عریض ہے کہ سائنس دانوں کی عقل دنگ رہ گئی ہے۔

تو میں عرض کررہا تھا نزول ملائکہ کے بارے میں۔ یہ نہیں کہا گیا کہ جس جگہ ایک لاکھ آدمی آئیں گے تو پھر وہاں فرشتے آئیں گے یا پھر ایسے بھی نہیں کہا گیا کہ جہاں ہزار آدمی یا دس ہزار آدمی آئیں تو وہاں ملائکہ کا نزول ہوگا بلکہ جہاں دو یا تین آدمی ملکر بیٹھتے ہیں اور بیٹھ کر ذکر کرتے ہیں تو ان کے اوپر بھی فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے ذکر کرنے والے بندوں سے کتنا زیادہ پیار اور محبت ہے جو فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ آسمانوں کو چھوڑدو زمین پر اترجاؤ۔ آسمان کو ہم اور تم بلند ترین مقام سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں زمین کے جس حصے پر اللہ جلشانہ کا ذکر ہوتا ہے زمین کا وہ حصہ فرشتوں کو آسماں سے زیادہ پیارا لگتا ہے اور کیوں نہ لگے جو حدیث مبارک میں آیا ہے جس خطے یا شہر یا گھر میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ذکر کیا جاتا ہے وہ گھر یا وہ شہر وہ خطہ آسمان میں رہنے والے فرشتوں کو ایسے چمکدار نظر آتا ہے جیسے زمین والوں کو تارے نظر آتے ہیں اور چاند اور سورج چمکدار نظر آتے ہیں۔ سورج کو انسان حیرت سے دیکھتا ہے کہ اس سے پوری کائنات روشن ہے یا یہ عجیب و غریب چاند جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایاہے۔ وہ رات کے اندھیرے میں نکلے تو اندھیرے کا نام و نشاں ختم ہوجاتا ہے۔ یاپھر اللہ تعالیٰ نے کتنے عجیب و غریب ستارے پیدا کیے ہیں۔ جو رات کو چمکتے ہوئے کتنے حسین لگتے ہیں۔ دل کہتی ہے ان سے باتیں کی جائیں، ان کے حسن کو آنکھوں میں سمایا جائے۔ مگر یقین کریں ذکر والوں کے گھر اہل السماء کو ان سے زیادہ حسین نظر آتے ہیں۔ وہ لوگ جو آدھی رات کو اٹھ کر اللہ کے ذکر میں مشغول ہوجاتے ہیں ان پر اس قدر انعام و اکرام ہوتا ہے کہ ان کے لیے ملائکہ کا زمین پر نزول ہوتا ہے۔ خصوصاً ان ذاکر بندوں کے لیے، نفل ادا کرنے والوں کے لیے، رمضان شریف کے روزے رکھنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ فرشتوں کو نازل کرتا ہے اور خاص ان بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تو ہر وقت ہر بندے کی طرف متوجہ ہے۔ اتنی بڑی کائنات جس میں کروڑوں اربوں لوگ رہتے ہیں ان کی کوئی بھی حرکت اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے۔ ان کی ظاہری حرکت تو مخفی نہیں ہے مگر ان کے دل میں جو کچھ ہوتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے۔ اسی طرح جو کروڑوں اربوں درخت ہیں ان کے جو پتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اس درخت کے ایک ایک پتے کو اللہ

تعالٰی جانتا ہے۔ اس کے سکون و حرکت کو جانتا ہے اور وہ پتے کب تک درخت کے ساتھ ہوں گے؟ کب جدا ہوں گے؟ یہ اللہ تعالٰی جانتا ہے۔ وہ قادر مطلق رات کے آخری پہر رمضان کے مہینے میں ذکر کرنے والے بندوں، نفل پڑھنے والوں اور روزے رکھنے والوں کی طرف خصوصی متوجہ ہوتا ہے اور اپنا پیغام بھیجنے کے لیے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ زمین کے چاروں کونوں میں پھیل جاؤ اور اعلان کرو کہ ہے کوئی مجھ اللہ سے صحت طلب کرنے والا۔ ہے کوئی رزق طلب کرنے والا۔ کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت مانگے۔ کوئی ہے جو مجھ سے محبت مانگے۔ میں اس کو سب کچھ عطا کردوں۔ پھر فرشتے زمین کے چاروں کونوں میں پھیل کر یہ اعلان کرتے رہتے ہیں۔ تو وہی رمضان کا مقدس مہینہ آنے والا ہے۔ ہم کتنے خوش نصیب ہیں کہ وہ طویل پر بہار دن، وہ پر رحمت دن، جن کا ایک ایک لمحہ رحمت سے لبریز ہے ہمیں پھر نصیب ہورہا ہے۔ یہ دعا مانگو کہ اے میرے مولٰی ہمیں اس وقت تک نہ مارنا جب تک وہ مہینہ ہم تک نہ پہنچے اور یہ دعا ضرور مانگو کہ اے رب العالمین اگر موت آئے تو اس مہینے میں روزے کی حالت میں آئے کہ ہمارے گناہ بخشے جائیں ہم تیری مغفرت کے حقدار بن جائیں۔ جسے یہ مہینہ نصیب ہو وہ پورا مہینہ روزے رکھے۔ وہ پورا مہینہ سحری کے وقت اٹھ کر تہجد ادا کرے۔ پورا مہینے تلاوت کرے۔ پورا مہینہ نماز پڑھے۔ اس کا انعام و اکرام اسقدر زیادہ ہے کہ فرشتے اس کو ضبط تحریر میں لانے کی طاقت نہیں رکھتے کیونکہ اس کے انعام کو نہ وہ جانتے اور نہ ہی اس کا حساب لگا سکتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے جو روزے دار ہے اس کو انعام و اکرام میں خود عطا کروں گا۔ اللہ تعالٰی کتنا انعام و اکرام عطا فرمائے گا اس کو، وہ اور اس کا حبیب صلّی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں۔ احادیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالٰی انہیں اپنا دیدار عطا فرمائے گا جب کہ ہر جنتی کی یہ تمنا ہوگی کہ ہمیں اللہ تعالٰی کا دیدار عطا ہو۔ کہتے ہیں جنتی جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان میں کچھ ایسے بھی ہوں گے جو جنت میں پہنچنے کے بعد بھی سکون نہیں پائیں گے۔ انہیں جنت میں بھی مزا نہیں آئے گا۔ جنت کی حور و غلمان میں ان کا دل نہیں لگے گا۔ جنت کے عجیب و غریب میوات دیکھ کے ان کے دل نہیں بھریں گے۔ حالانکہ جنت میں اللہ تعالٰی کا یہ انعام ہے کہ جنتی جس چیز کی خواہش کرے گا وہ اسکے سامنے ہوگی۔ سائنس جتنی بھی ترقی کرے مگر ایسے وہ نہیں

کرسکتی کہ تو سردی کی موسم میں آم کی طلب کرے اور تیرے ارادہ کرتے ہی وہ تیرے ہونٹوں پہ آجائے اور تو اس کو کھانا شروع کردے۔ تیرے ہاتھ بھی خراب نہ ہوں۔ اور تم اس کی لذت کو ایسے محسوس کرو کہ تم کہو کہ میں نے آم تو بہت کھائے مگر ایسا آم میں نے اپنی زندگی میں نہیں کھایا اور نہ ہی دیکھا۔ پھر وہ بندہ عرض کرے گا یا رب العالمین یہ تو پہلے بھی میں نے کھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے بندے ظاہری صورت میں وہی ہے مگر کھانے کے بعد تم لذت دوسری محسوس کرو گے۔ جنت کے ان میوات کے علاوہ دودھ اور شہد کی نہریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے طرح طرح کے انعام ہوں گے۔ مگر ان کے ہوتے ہوئے بھی ایک گروہ جنت میں ایسا ہوگا جو جنت میں بھی سکون نہیں پائے گا۔ وہ روئے گا، فریاد کرے گا۔ جیسے ماں سے جدا ہونے پر بچہ روتا ہے۔ پھر تم اس بچے کو کتنے ہی خوبصورت کپڑے پہناؤ، میٹھی چیزیں اس کے سامنے رکھو وہ ان کو ٹھکرا دے گا۔ مرغ مسلم، زردہ، پلاؤ ہر چیز کو ٹھکرادے گا۔ اسے کوئی چیز مزہ نہیں دے گی وہ صرف اماں اماں کہے گا اور جب ماں اسے سینے سے لگائے گی تو بھلے بھوکا ہو، پیاسہ ہو، پھٹے ہوئے کپڑے ہوں لیکن اسے ایسی راحت ملے گی گویا اسے جنت مل گئی۔ اسی طرح جنت میں لوگوں کا گروہ وہ بعام نہیں چاہے گا، حور و غلمان کی طرف توجہ نہیں دے گا۔ اور اسی اعلیٰ فرنیچر کو نہیں دیکھے گا بلکہ وہ فریاد کریں گے بے قرار ہوں گے۔ احادیث میں آیا ہے کہ وہ ان دروازوں کو توڑ دیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیجے گا کہ ان دیوانوں سے پوچھو تمہیں کیا چاہیے؟ جب فرشتے ان سے پوچھیں گے تو وہ زار و قطار روتے ہوئے، فریاد کرتے ہوئے، سسکیاں لیتے ہوئے کہیں گے کہ ہم نے دنیا میں جو عبادت کی، جو روزے رکھے، جو تلاوت کی یہ جنت کے لیے نہیں تھی۔ بلکہ اس لیے تھی کہ ہمیں رب العالمین کا دیدار ہو۔ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔ علیم بذات الصدور ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ان بندوں کی تمنا کیا ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیجے گا تاکہ سب جنت والوں کو معلوم ہوکہ میرے عارف کی کیا شان ہے؟ میرے ولیوں کی شان کیا ہے؟ جن کی تعریف میں نے قرآن میں کی ان کا مقام کیا ہے؟ اس کے علاوہ فرشتے بھی یہ جانیں کہ انکی محبت اللہ جلشانہ سے بے لوث ہے اور جنت کے لیے نہیں ہے ان کی محبت حور و غلمان کے لیے نہیں، دودھ اور شہد کی نہروں کے لیے نہیں

تھی۔ ان کی محبت تو محض اس لیے تھی کہ وہ ان کا خالق و مالک ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان چند عارفوں، محبت والوں، ان عاشقوں کے صدقے سب جنت والوں کو اپنے دیدار سے مشرف فرمائے گا۔

میرے عزیزو دوستو! یہ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ آرہا ہے۔ اس میں ہم تم عبادت کریں تاکہ قیامت کے دن ان آنکھوں سے اللہ جلشانہ کا دیدار ہو اور ہمیں دنیا میں آنے کا مقام، مقصد اور غرض حاصل ہو۔ اس لیے میرے دوست یہ مقدس مہینہ رمضان المبارک آرہا ہے اس کے استقبال کے لیے تم تیار ہوجاؤ۔ نیک لوگوں، صالحین کے ساتھ بیٹھو تاکہ ان کی نظر کرم سے، ان کی توجہ سے، ان کی نسبت سے آپ کی جو دل والی آنکھ ہے اس میں چھپا ہوا شیطان کا کانٹا نکل جائے۔ معاذ اللہ اگر کسی کی آنکھ میں کانٹا چبھ جائے تو اسے کتنی تکلیف اور اذیت ہوگی۔ وہ دیکھ نہیں سکے گا اور تکلیف کی وجہ سے تڑپتا رہے گا۔ بھلے اس کا جسم صحت مند ہو، اس کا معدہ بھی صحیح ہو، اسکا جگر، دل، گردے سب کچھ صحیح ہو مگر آنکھ میں اگر کانٹا لگ جائے تو اسکا کھانا پینا حرام ہوجائے گا اور وہ تڑپتا رہے گا۔ جیسے ایک مثالی کہانی یا افسانہ بتایا جاتاہے کہ ایک عورت تھی اس پر کسی نے جادوکردیا۔ جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ صبح وہ اٹھی تھی تو اسکے پورے جسم میں سوئیاں چبھتی تھیں۔ اس قدر کہ اسکی آنکھوں میں بھی سوئیاں چبھتی تھیں۔ وہ سخت اذیت کے عالم میں تھی اور جنگل میں رہتی تھی۔ وہاں کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جو اس کو اس تکلیف سے نجات دے۔ ایک عورت اس کے قریب رہتی تھی جو یہ سوئیاں نکالتی تھی لیکن حقیقت میں وہ اس کی دشمن تھی۔ آخرکار مجبوری میں اس نے اس عورت کو سوئیاں نکالنے کے لیے کہا۔ وہ صبح سے شام تک اس کی سوئیاں نکالتی تھی لیکن آنکھ والی سوئیاں ہرگز نہیں نکالتی تھی کیونکہ وہ اسکی دشمن تھی اور دوسرے دن پھر ایسے ہی ہوتا وہ سوئیاں نکالتی مگر آنکھ والی نہیں نکالتی۔ میرے دوست شیطان کے اس جادو کی وجہ سے یہ سمجھو کہ ہمارے پورے جسم میں سوئیاں چبھی ہوئی ہیں اور جن کے پاس ہم انہیں اپنا سمجھ کر جاتے ہیں۔ وہ تسلی دیتے ہیں اور دنیاوی اسباب سے، سامان سے ہماری مدد کرتے ہیں۔ جسم میں جو تکلیف ہے اسے دور کرتے ہیں لیکن دل میں لگی ہوئی اس سوئی کو نہیں نکالتے۔ کیونکہ حقیقی دوست وہ بھی نہیں ہیں۔ تو میرے دوست شیطان کی جو سوئیاں ہماری آنکھوں میں چبھی ہوئی ہیں انہیں دنیا

والے دوست نہیں نکال سکیں گے۔ یہ دنیا والے دوست اپنے مطلب مقصد کے لیے خیر خواہی کریں گے۔ جب تک تمہارے جیب بھرے ہیں آئیں گے۔ نہیں تو چلے جائیں گے۔ بازار میں ایسے لوگ ہمیں کئی ملیں گے۔ جو ہمیں پہلے سے پہچان جائیں گے کہ بھائی یہ اچھا خاصا شکار نظر آرہا ہے۔ پھر تو وہ اسکی تعریف کرنے لگیں گے۔ سائیں واہ واہ خان صاحب بڑا سخی آدمی ہے۔ جب بھی خرچ کرتا ہے تو پھر یہ نہیں سوچتا کہ جانے کے لیے کرایہ بچے گا یا ادھار لینا پڑے گا۔ جھوٹی تعریف کرکے اسے ہوٹل پر بٹھائیں گے۔ چائے بھی نکالیں گے۔ روٹی بھی کھائیں گے۔ سب کچھ کھاکر جب جیب خالی ہوجائے گی تب پتہ بھی نہیں چلے گا کیونکہ تعریفیں جو جاری ہیں اور واہ واہ چل رہی ہے۔ مگر جب وہ لوگ ساتھ چھوڑ کر چلے جائیں گے اور جب یہ گھرآئے گا تو پھر ہوش آئے گا کہ گھر والی نے کہا تھا کہ کلو پیاز، کلو گھی، چائے لے آنی ہے۔ وہ پیسے تو خرچ ہوگئے۔ ایسے دوست ہمیں شہروں رستوں میں کئی ملیں گے جنکی نظر صرف دنیا پر ہوگی۔ ان کی نظر صرف مقصد اور مطلب حاصل کرنے پر ہوگی۔ ایسے لوگ ہمیں اصل کام سے غافل کردیتے ہیں۔ بیچارا سامان لینے آیا تھا اسکی بیوی گھر انتظار کر رہی تھی کہ کچھ چیزیں لے آئے گا پھر چولہا گرم کروں گی۔ کچھ اس کے لیے اپنے لیے اور بچوں کے لیے بناؤں گی۔ وہ شام تک انتظار کرتی رہی اور یہ شام کو خالی ہاتھ دوستوں پر پیسے خرچ کرکے پہنچا۔ تو آپ خود بتائیں یہ کتنا بیوقوف آدمی ہے؟ اسی طرح ہم اور تم بھی یہاں جس مقصد کے لیے آئے ہیں یعنی اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لیے، تو یہ دنیا والے دوست ہمیں اس کام سے غافل کردیں گے۔ فلاں کی طرف چلیں۔ فلاں جگہ گدھوں کی ریس ہے ادھر چلیں۔ گدھا آدمی کے حوالے ہو یہ بات سمجھ میں آتی ہے مگر آدمی گدھے کے حوالے ہو جائے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ جو گدھے ریس میں بھگاتے ہیں وہ سارا دن ان گدھوں کے حوالے ہوتے ہیں۔ نہ ان پر وزن رکھیں گے۔ نہ انہیں گاڑیوں میں لگائیں۔ ان کی خاطر مدارت میں لگے رہیں گے۔ دوسرا کوئی کام نہیں۔ کتنا اعلیٰ انسان جسے خدا نے اپنا نائب بنایا۔ جسکی ہدایت کے لیے اپنے نبی بھیجے۔ جسکی رہنمائی کے لیے آسمانی کتاب نازل فرمائے۔ جسکی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے نوری فرشتے مقرر کیے لیکن اپنے کو اس نے اتنی پستی میں گرادیا کہ گدھوں کا خادم اور غلام بن گیا۔ اس سے زیادہ بے

وقوفی اور نادانی کیا ہوسکتی ہے؟ اور جانوروں کی ریسیں کرانا، شرطیں لگانا سراسر حرام ہے اور شریعت کے خلاف ہے۔ ایسے لوگوں کو کبھی بھی سکون نہیں ملتا۔ ہمیشہ قرض دار رہتے ہیں۔ جیسے جادو کرنے والے ہوتے ہیں۔ جن کا کام دوسروں کو لڑانا اور گھر تباہ کرنا ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود لوگ ان کے پاس جاتے ہیں۔ بے سمجھ لوگ جاکر کہتے ہیں سائیں مجھے یہ کرواکر دو میرے دشمن کو تباہ کردو۔ پھر وہ اس کام کے بہانے ان کو لوٹتے ہیں اور ان فراڈیوں کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ جیسے کہتے ہیں کہ مٹی سے مٹھائی بنتی ہے کیا؟ مٹی کو ساری عمر گوندھتے رہو لیکن کبھی بھی وہ مٹھائی نہیں بنے گی۔ جو مٹی ہے وہی مٹی رہے گی۔ ایسے لوگوں کے پیچھے لگ کر اپنی دولت لٹانا اور گھر برباد کرنا سراسر بیوقوفی ہے۔ اور پھر ہمیں شادیوں کا شوق ہوتا ہے۔ ایک شادی پہلے ہی ہے۔ اسے ہی سکھ نہیں دیا۔ اس کے شرعی حقوق کا خیال نہیں رکھا۔ اس کو مکمل کپڑے لے کر نہیں دیے اور بچوں کا حال یہ ہے کہ سردی میں سر ڈھانپنے کے لیے ان کے پاس ٹوپی نہیں ہے۔ پاؤں ننگے ہیں لیکن اس صاحب کو دوسری شادی کا شوق ہے پھر ایسے لوگوں کے پاس تعویز گنڈے کروانے جاتا ہے اور پھر اپنے وقت کو برباد کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کے پاس جاکر نقصان اٹھاتاہے۔ ایسے لوگ جو جادو کرتے ہیں اور ایسے طریقے استعمال کرتے ہیں جو شریعت کے خلاف ہیں تو ایسے لوگوں کے گھر میں برکت نہیں ہوتی۔ ان کے چہروں میں رونق نہیں ہوتی۔ ان کو سکون کا سانس نصیب نہیں ہوتا دردر کی ٹھوکریں کھاتے ہیں یہ ان پر خدا کا عذاب ہے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا۔ (سورۃ طٰہٰ 20، آیۃ 124)

جو میرے ذکر (قرآن) سے منہ موڑے گا۔ میری یاد سے منہ موڑے گا اسکی معیشت اور گذر تنگ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیامت کی دن انہیں اندھا کرکے اٹھاؤں گا۔

میرے دوست آپ کو چاہیے کہ ایسے اللہ والوں کی صحبت میں رہو جو اپنی نظر کرم سے آپ کے دل کی آنکھ میں لگا ہوا وہ شیطانی کانٹا نکالیں تاکہ آپ کی دل والی آنکھ روشن ہو اور حقیقت معلوم ہو کہ دنیا کیا ہے

اور آخرت کیا ہے۔ حقیقی دوست کون ہیں اور بے وفا دوست کون ہیں۔ کامیابی کس طرف ہے اور ناکامی کس طرف ہے۔ آج تک ہمیں اس کا پتہ نہیں ہے۔ اس لیے میرے دوست آپ کو دعوت فکر دی جاتی ہے کہ آؤ صحبت اختیار کرو۔ آؤ ذکر کماؤ۔ آؤ اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھو کہ جو دل گناہوں کی وجہ سے کالی ہوگئی ہے وہ منور اور روشن ہو جائے۔ وہ زنگ دور ہوجائے۔ اور اللہ تعالیٰ کا گھر بننے کے لائق ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتاہے

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است
من نہ گنجم ہیچ در بالا و پست

در دل مؤمن بہ گنجم ایں عجب
گر مرا جوئی درون دلھا طلب

میں پستی میں آسکتا ہوں اور نہ ہی بلندی میں سماسکتا ہوں۔ اگر میں کہیں سماسکتا ہوں تو وہ مؤمن کا دل ہے۔ اے انسانو! اگر تم مجھے ڈھونڈنا چاہتے ہو تو وہ میرے پیارے صالح بندے جن کی میں نے قرآن مجید میں تعریف کی ہے ان کے پاس جاؤ۔ میں اللہ جلشانہ تمہیں وہاں ملوں گا۔ اس لیے میرے دوست صحبت کو اختیار کرو کیونکہ سب سے پہلا اور مقدم سبق صحبت ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کس طرح صحابی ہوئے؟ وہ صحبت کی وجہ سے صحابی ہوئے۔ صحابی یعنی صحبت کرنے والے۔ یہ فیض محمدی صلّی اللہ علیہ وسلم صحبت کی وجہ سے ملا۔ اس لیے آنا جانا رکھو الحمد اللہ میرے مرشد کے خلفاء مولانا فضل محمد صاحب مجاہد انسان ہیں۔ غریبی، مسکینی کے حال میں، عدم صحت کے باوجود دن رات کوشش کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ تم بھی نکلو۔ رمضان کا مقدس مہینہ آرہا ہے جس میں لیلۃ القدر کی رات بھی ہے جسکا مقام ہزار مہینوں سے زیادہ ہے۔ تو اس ماہ میں عبادت کے لیے کوشش کرو اللہ عزوجل لیلۃ القدر کی رحمتیں بھی عنایت کرے گا اور دوستو جو سارا مہینہ روزے نہ رکھے۔ سارا ماہ اپنا وقت برباد کرے۔ تو بتاؤ اسے کس طرح لیلۃ القدر نصیب ہوگی اور کس

طرح اسے برکتیں حاصل ہوں گی؟ جب کہ وہ متوجہ ہی نہیں ہے۔ اسکی مثال اس طرح ہے کہ نلکے کے نیچے کوئی برتن الٹا رکھا جائے یا بھینس کا دودھ نکالتے وقت برتن الٹا رکھے تو دودھ کا ایک قطرہ بھی نصیب نہ ہوگا۔ ایسے لوگوں کو لیلۃ القدر کی کونسی برکت حاصل ہوگی اور کیسے انکے گناہ معاف ہوں گے؟ یاد رکھیں اس مقدس مہینے رمضان میں نیکی کا ثواب جس طرح دگنا، تین گنا، سات گنا یا اس سے بھی زیادہ نصیب ہوتا ہے اس طرح گناہ کرنے نافرمانی کرنے پر پکڑ بھی سخت ہوتی ہے۔ دوسرے مہینے میں اگر کسی نے گالی دی تو وہ بھی بڑا گناہ ہے لیکن اس مہینے میں گالی دینے کی پکڑ سخت ہے۔ اس مہینے میں جھوٹ بولا ہے تو دوسرے مہینے کی بنسبت پکڑ سخت ہوگی۔ اسی طرح بے حیائی کے کام کرنا، برہنہ فلمیں دیکھنا یا زنا کرنا تو انکی سزا بہت سخت ہے۔ اس لیے اس مہینے کا مکمل احترام کرنا ہے۔ روزہ رکھنا کونسا مشکل ہے۔ جبکہ دن بھی چند گھنٹوں کا ہوتا ہے۔ اس لیے رمضان شریف کے روزے خود بھی رکھنے ہیں اوراپنے اہل و عیال کو بھی محبت کے ساتھ ترغیب دینی ہے۔ اور ہمیں چاہیے کہ اس ماہ میں روزہ صرف بھوک اور پیاس والا روزہ نہ ہو بلکہ حقیقی روزہ یعنی کہ دل کو اپنے رب کے ذکر والا روزہ رکھایا جائے اور ذکر کے سوا کوئی بھی خیال دل میں نہ ہو۔ فقط اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اسکی یاد ہو۔ جب دل کا خیال ادھر ادھر چلا گیا، دل کی محبت ادھر ادھر چلی گئی تو ثواب میں کمی آجائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عمل عطا فرمائے اور رمضان المبارک کی رحمتوں سے نوازے۔

تقویٰ

تاریخ:1993-12-04

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يَوۡمَ نَحۡشُرُ الۡمُتَّقِيۡنَ اِلَى الرَّحۡمٰنِ وَفۡدًا۔ (سورۃ مریم 19، آیۃ 85)

صدق اللہ العظیم

فقال اللہ تبارک و تعالیٰ فی شان حبیبہ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ، يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا۔

(سورۃ الاحزاب 33، آیۃ 56)

اللّٰھم صلی علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

میرے عزیز محترم دوستو! جو اس عاجز نے آیت کریمہ تلاوت کی ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل تقویٰ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ یہ وہ حضرات ہیں، یہ وہ لوگ ہیں، یہ وہ جماعت ہے جن کا تذکرہ بار بار قرآن مجید میں ہوتا ہے اورایسے الفاظ کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِيۡنَ بے شک اللہ متقین کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کے ساتھ ہے۔ اس طرح کے الفاظ اس گروہ اس جماعت کے بارے میں قرآن مجید میں متعدد جگہ پر نظر آتے ہیں۔ تو یہ اہل تقویٰ کون ہیں؟ کیا ہیں؟ تقویٰ کیا ہوتی ہے؟ مفسرین اکرام نے اس کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔

ان میں سے بعض نے یہ بیان فرمایا کہ تقویٰ یہ ہے کہ جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے تجھے موجود رہنے کا، حاضر رہنے کا حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ ہر حال میں تم کو وہاں موجود پائے اور جس جگہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے منع فرمایا، روک دیا اس جگہ پر اللہ تبارک وتعالیٰ تجھے کبھی بھی نہ پائے۔ اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے تو نماز کی حالت میں اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں پائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے روزوں کو پوری طرح ادا کرنے کا حکم دیا ہے تو اس مقدس ماہ میں تمہیں اللہ تبارک وتعالیٰ روزے کی حالت میں پائے۔ اسی طرح زکوٰۃ ادا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے جو صاحب نصاب ہے اس پر زکوٰۃ فرض ہے تو جب بھی وہ مقرر وقت آجائے جب تو صاحب نصاب بھی ہے تو زکوٰۃ دیتا ہوا تجھے اللہ تبارک وتعالیٰ پائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے صاحب حیثیت پر حج کو فرض قرار دیا ہے تو اس کو حج کے موقعہ پر زندگی میں تجھے پائے۔ یہ وہ فرائض ہیں، یہ وہ ارکان ہیں ان کی دائیگی اہل تقویٰ کا شیوہ ہے۔ اور ایسے افعال جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا مثلاً چوری سے منع فرمایا، زنا سے منع فرمایا، قتل سے منع فرمایا، خون ریزی سے منع فرمایا، فتنے فساد سے منع فرمایا، جھوٹ بولنے سے منع فرمایا، گلا غیبت سے منع فرمایا تو ان سب منہیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ تجھے کبھی بھی ملوث نہ پائے۔ یہ اہل تقویٰ کا مقام ہوتا ہے۔ یہ ان کا شیوہ ہوتا ہے کیونکہ بعض لوگ صرف نیکیوں پر محدود رہتے ہیں۔ نمازیں بھی ادا کرتے ہیں روزے بھی ادا کرتے ہیں حج کے لیے بھی تیار رہتے ہیں زکوٰۃ بھی ادا کرتے ہیں لیکن منہیات کے معاملے میں وہ بے حد سست اور کاہل پائے جاتے ہیں۔ ایسے افعال جن سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے منع فرمایا ہے ان کو ترک کرنے میں سستی کرتے ہیں بلکہ ان میں وہ ملوث ہوجاتے ہیں۔ تو ان حضرات کی نیکیاں جب وہ منہیات سے نہیں رکتے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا حشر کچھ اس طرح ہوگا جس طرح میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے صحابیو تم مفلس کو جانتے ہو کہ وہ کون ہوتا ہے؟ صحابیوں نے عرض کیا جس کے پاس مال و دولت نہ ہو۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آخرت کا مفلس پوچھتا ہوں تو انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخرت کا مفلس وہ ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوگا تو اس کے نامہ اعمال اتنے تو زیادہ ہوں گے کہ جس طرح پہاڑ

ہوتے ہیں پہاڑوں جتنے ان کے اعمال نامے نظر آئیں گے۔ نمازیں نظر آئیں گی۔ نیکیاں نظر آئیں گی۔ اس کے حج اور عمرہ نظر آئیں گے۔ صدقات اور خیرات نظر آئیں گے۔ نوافل اور صدقات نظر آئیں گے۔ اتنے سارے اعمال نظر آئیں گے کہ ان کے اعمالوں پر صلحاء اور شہداء رشک کریں کریں گے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منادی کرائی جائے گی کیا اس شخص نے کسی کو اذیت تو نہیں دی؟ کسی کا اس پر حق تو نہیں ہے۔ یہ اعلان ہوتے ہی لوگوں کی قطاریں لگ جائیں گی وہ کہے گا یاالٰہ العالمین دنیا میں اس نے مجھے گالی دی تھی جو کہ ہمارا معمول بن چکا ہے۔ عموماً جب ہم بات کرتے ہیں کسی پر غصہ آتا ہے تو گالی نکالنے میں دیر نہیں کرتے۔ یہ نہیں سوچتے کہ اس کو ہم نے گالی دے کر اپنے منہ کو بھی خراب کیا ہے۔ اور ہم نے اپنے اعمال بھی اس کے حوالے کردیے ہیں اور ان اعمال کا قدر ہمیں روز قیامت معلوم ہوگا۔ آج تو ہمیں ان کی قدر معلوم نہیں ہے۔ آخرت میں پتہ چلے گا کہ یہ اعمال کتنے اہم ہیں اور کس قدر انسان کو ان اعمال کی اس وقت ضرورت پڑے گی۔ آپ اس سے اندازہ لگائیں میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روز قیامت میں ایک شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا۔ جب اس کی برائیاں اس کے سامنے پیش کی جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کے بڑے گناہوں کو چھوڑدو۔ اس کے جو صغیرہ گناہ ہیں اس کے سامنے ظاہر کرو۔ جب اس کے سامنے ظاہر کیے جائیں گے وہ کانپتا ہوا لرزتا ہوا اقرار کرے کہ یا الٰہ العالمین بے شک مجھ سے یہ کام سرزد وہوئے اور وہ ندامت اور پشیمانی کا اظہار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی ندامت اور پشیمانی دیکھ کر اس پر رحم آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ویسے ہی اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ فرشتوں کو فرمائے گا کہ جتنے بھی اس کے صغیرہ گناہ ہے جتنے اس کے گناہ ظاہر کیے گئے ہیں اس کے بدلے میں اس کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جائیں۔ جب وہ اس کے گناہ نیکیوں میں تبدیل کیے جائیں گے تب وہ چیخ پڑے گا اور عرض کرے گا یا الٰہ العالمین ان فرشتوں نے تو میرے کم گناہ ظاہر کیے ہیں میرے تو گناہ بہت زیادہ ہیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماکر ہنس دیے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس قدر تو وہاں انسان کو حاجت ہوگی کہ وہ شخص پہلے لرزرہا ہوگا کانپ رہا ہوگا لیکن جب اللہ اپنی رحمت سے اس کے گناہ

نیکیوں میں تبدیل کردے گا وہ چیخ کر کہے گا یا الٰہ العالمین ان فرشتوں نے میرے بہت کم گناہ ظاہر کیے ہیں میں نے تو فلاں فلاں گناہ بھی کیے تھے۔ کیوں کہ اس کو معلوم ہوچکا ہوگا ان گناہوں کے عیوض میں آج مجھے نیکیاں مل رہی ہیں تو اس دن کو یاد کرو۔ میرے دوستو عزیزو یہ وہ دن ہوگا جب بندہ بارگاہ خداوند میں حاضر ہوگا۔ اس کے نامہ اعمال تولے جائیں گے۔ حدیث میں آتا ہے ایک شخص ایسا بھی ہوگا جس کا فقط ایک عمل کم پڑجائے گا۔ اس ایک عمل کی وجہ سے، کم ہونے کی وجہ سے ارشاد خداوندی ہوگا کہ اس کو جہنم میں ڈالا جائے۔ وہ بارگاہ خداوندی میں عرض کرے گا یا الٰہ العالمین مجھے فرصت چاہیے اس فیصلہ میں توقف کیا جائے اس میدان حشر میں میرے دوست بھی موجود ہیں، میرے بھائی بہنیں بھی موجود ہیں، میرے ماں باپ بھی موجود ہیں، میرے رشتیدار عزیز و اقارب بھی موجود ہیں، میں ان کے پاس جاتا ہوں۔ یہ مجھ سے محبت کی دعویٰ کیا کرتے تھے۔ میں نے ان کے ساتھ بڑی وفائیں کی ہیں۔ میں نے ان کے ساتھ بڑا حسن سلوک کیا تھا۔ میں آج ان کے پاس جاتا ہوں اور ان سے اعمال لے کر آتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں تجھے اجازت ہے۔ وہ چلا جائے گا عزیزوں دوستوں کے پاس۔ اے میرے ہم نشین دوستو میں تمہارے پاس صبح شام بیٹھا کرتا تھا۔ میں نے تم پر یہ احسان کیے۔ آپ کے ساتھ میں نے یہ بھلائی کی۔ خدا کے لیے مجھے صرف اپنے اعمال میں سے ایک عمل دو کیونکہ صرف اس ایک عمل کے نہ ہونے کی وجہ سے مجھے جہنم ڈالا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ امر صادر فرمایا ہے اور میں مہلت لے کر آیا ہوں۔ خداکے لیے صرف ایک عمل دو۔ تو میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خدا تعالیٰ کے قہر و غضب کی وجہ سے لوگ ڈر رہے ہوں گے اور اپنے اعمال پر اتنے حریص ہوں گے، وہ اسے پہنچانے سے انکار کردیں گے۔ ہم تجھے نہیں پہچانتے۔ یہ قرآن مجید میں ارشاد ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اَلۡاَخِلَّآءُ یَوۡمَئِذٍۭ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِيۡنَ۔ (سورۃ الزخرف43، آیۃ67)

وہ دن آنے والا ہے جب ایک دوسرے کے خلیل، ایک دوسرے پر جان قربان کرنے والے روز قیامت میں ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے بلکہ وہ تو یہ کہیں گے بھائی جتنے تمہارے اعمال ہیں وہ بھی ہمیں دے دیں۔ پھر وہ اپنے باپ کے پاس جائے گا، اپنے بھائیوں کے پاس جائے گا باپ کو کہے گا اے میرے اباجان میں تیرا بیٹا ہوں۔ وہ تمہارا بیٹا جس کو تونے بڑی محبت سے پالا پوسا، بڑی منت ساجت کرکے اللہ تبارک و تعالٰی کی بارگاہ سے حاصل کیا، میرے لیے تونے خون پسینے کو ایک کرکے مجھے ٹھنڈی چھاؤں میں بٹھایا، مجھے تعلیم دلوائی، میرے اوپر اتنے احسان کیے۔ آج ایک احسان مزید کردیجیے مجھے ایک عمل کی ضرورت ہے تاکہ میں جہنم کے عذاب سے بچ سکوں۔ وہ باپ بھی اس کو پہچاننے سے انکار کردے گا میں تمہیں نہیں پہچانتا۔ وہ کہے گا اگر تو بیٹا ہے اور بیٹے ہونے کی دعویٰ کرتا ہے پھر آج میرا تیرے اوپر زیادہ حق ہے، اپنے سارے اعمال میرے حوالے کردو کہ تم جہنم میں جاؤ تو بھلے جاؤ۔ وہ ماں کے پاس جائے گا۔ وہ ماں جو ہر حال میں اپنے بچے پر قربان ہونے جاتی ہے۔ اس کے لیے پریشان رہتی ہے، اس کے آرام آسائش کے لیے اپنا آرام و آسائش قربان کردیتی ہے، اس کو اپنے سینے سے لگاتی ہے، جب وہ مجبور اور لاچار ہوتا ہے تو اس کے لیے غذا کا بندوبست کرتی ہے، جب وہ ہاتھ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے لائق نہیں ہوتا اس کو اپنے سینے سے لگا کر رکھتی ہے، اس کے کپڑے تبدیل کرتی ہے، وہ کپڑوں میں پیشاب پائخانہ کردیتا ہے اپنے ہاتھوں سے دھوتی ہے، اس سے اتنی محبت ہے کہ وہ اپنی نیند کو چھوڑ کر اس کے آرام اور آسائش کا خیال رکھتی ہے۔ وہ اپنی ماں کو کہے گا اے میری پیاری ماں جب دنیا میں ہوتا تھا تو تو مجھ سے بڑی محبت کی دعوائیں کیا کرتی تھی۔ اگر میں بیمار ہوجاتا تو یہ کہتی کہ یہ بیماری مجھے لگ جائے میرا بچہ تندرست ہوجائے۔ آج وہی میں تیرا بیٹا ہوں، تجھ سے محبت کرنے والا اور تیرا محبوب بیٹا، آج مجھے فقط ایک عمل کی ضرورت ہے مجھے خدا کے لیے ایک عمل دو تاکہ میں جہنم کی آگ سے بچ سکوں۔ تو اس کی ماں اس کو پہچاننے سے انکار کردیگی۔ وہ سخت دن ہوگا۔ قرآن مجید میں تو یہاں تک تذکرہ کیا گیا ہے جن کو روز قیامت چھوٹے چھوٹے بچے ہوں گے انہیں مائیں اپنے سینے سے نکال کر ان کو پھینک دیں گی جو حاملہ عورتیں ہونگی ان کے حمل ساقط ہوجائیں گے۔ اس قدر اللہ تبارک وتعالٰی

کے غضب و قہر کا اظہار ہوگا۔ تو میں عرض کررہا تھا جب ہم گالیاں نکالتے ہیں تو یہ نہیں سوچتے ہیں کہ ہم اپنے عمل اس کو دے رہے ہیں اور اپنا منہ بھی خراب کررہے ہیں۔ تو اس موقعہ پر سوچنا چاہیے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے کامل اکمل ولی ہیں، وقت کے امام ہوکر گذر ے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ایک موقعہ پر اے انسانو اگر میں غیبت کروں تو اپنی ماں کی غیبت کیوں نہ کروں۔ لوگوں نے عرض کیا یا حضرت بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔ اگر آپ کو غیبت کرنی ہے تو اپنی ماں کی کیوں؟ آخر کس لیے؟ آپ نے فرمایا کیا آپ نے یہ نہیں سنا میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کسی کی غیبت کرتا ہے اپنے عمل اس کے حوالے کرتا ہے۔ تو میری ماں کا سب سے زیادہ مجھ پر حق ہے اور میرے اعمال سب سے زیادہ مجھے عزیز ہیں۔ اگر کسی کو عمل دینے ہیں تو میں اپنی ماں کو کیوں نہ دوں جس کا سب سے زیادہ مجھ پر حق ہے۔ اس حکایت بیان کرنے کا مقصد یہ ہے جب ایسے الفاظ، ایسے کلمات زبان سے نکالتے ہیں تو اپنے اعمال کی خیروبر اس کے حوالے کرتے ہیں کیونکہ ایک دو آدمی خدا کی بارگاہ میں ایسے بھی پیش ہوں گے کہ ایک ان میں سے وہ ہوگا جب اس کے اعمال نامہ، نیکیاں پیش کی جائیں گی تو وہ کہنا شروع کردے گا تو یہ میری نیکیاں تو ہیں ہی نہیں۔ دوسرا شخص پیش کیا جائے گا جب اس کے گناہ وہاں بیان کیے جائیں گے تو انکار کردے گا یہ تو میرے گناہ نہیں ہیں۔ میں نے گناہ کیے ہی نہیں۔ میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دونوں شخص سچے ہیں، جو یہ کہے گا یہ میری نیکیاں نہیں ہیں وہ حقیقتاً اس کی نیکیاں نہیں ہونگی لیکن دنیا میں کسی نے اسے اذیت دی ہوگی۔ کسی شخص نے اس کو گالی دی ہوگی۔ اس کی غیبت کی ہوگی اس پر بہتان لگایا ہوگا۔ تو اس کی نیکیاں اس کے دفتر میں جمع ہوچکی ہوں گی۔ اس وجہ سے وہ کہے گا یہ میری نیکیاں نہیں ہیں اور جو شخص یہ کہے گا یہ میرے گناہ نہیں ہیں اس نے بھی کسی اور کی گلا غیبت کی ہوگی کسی کوبرا بھلا کہا ہوگا اُس کے اعمال اِس کے اعمال میں شامل کیے جائیں چکے ہونگے۔ تو اس وجہ سے وہ بھی انکار کردے گا کہ یہ میرے گناہ نہیں ہیں۔

تو میرے عزیزو دوستو! آج زمین کے تختے پر جو چلتا ہے اس دن کو بھی یاد کرے جب اس زمین کو چھوڑنا ہے۔ تیرے جیسے اعمال ہونگے ویسا ہی تیرے ساتھ سلوک کیا جائے گا۔ تو نے کسی کو گالی دی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کے عمل اُس کو دیے جائیں۔ کوئی آکر کہے گا کہ اس نے میرا نام بگاڑا تھا جس طرح آج ہم نام بگاڑ کر ایک دوسرے کو بلاتے ہیں۔ اور تو اور والدین اپنی اولاد کا نام بگاڑ کرلیتے ہیں۔ پتا نہیں کس طرح کے نام آج ہم ایجاد کرلیتے ہیں کہ حیرت لگتی ہے کہ عقل میں بھی نہ آنے والے۔ سمجھ میں بھی نہ آنے والے۔ تو یہ بھی ایک ناپسندیدہ فعل ہے۔ اس وجہ سے بھی اعمال ضایع ہوتے ہیں۔

اس طرح اس کے اعمال بھی اس کے حوالے کیے جائیں گے۔ پھر کئی لوگ اس طرح آتے رہیں گے۔ اس کے اعمال گھٹتے رہیں گے تاکہ ایسا وقت آجائے گا کہ اس کے پاس اس کی ایک بھی نیکی باقی نہیں رہے گی۔ جو پہاڑوں کے برابر عمل تھے اوروں میں تقسیم کیے جائیں گے۔ پھر اس پر اور بھی فریادکرنے والے آتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب ان کے گناہ اس کے سر پر لادے جائیں اوروں کے گناہ اسکے سر پر رکھے جائیں گے اور وہ دوسروں کے گناہوں کا بوجھ اپنے سر پر اٹھا کر جہنم کے حوالے کیا جائے گا۔ اس نے نمازیں بھی پڑھی ہوں گی، اس نے صدقے بھی کیے ہونگے، اس نے خیراتیں بھی کی ہونگی، اس نے ہر طرح کی نیکی کی ہوگی لیکن اپنے آپ کو برے کاموں سے نہیں روکتا ہوگا۔ برے کاموں سے باز نہیں آتا ہوگا۔ اس وجہ سے اس کا مثال یوں ہے کوئی بڑا مٹکا ہو تم اس کو نلکے کے نیچے رکھو لیکن اس کا پینیدا ٹوٹا ہوا ہو ساری عمر نل چلاتے رہو ایک قطرہ بھی اسمیں نہیں بھرے گا۔ جو نیکیاں کرتا ہے پھر وہ گناہ میں ملوث ہوتا ہے اسکا حال بھی اسی طرح ہوتا ہے۔ اس کے اعمال ناموں کے دفتر کا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ نیکیاں ہوتی ہیں لیکن وہ رائیگاں ضایع ہوتی رہتی ہیں۔

تو میں عرض کررہا تھا جس جگہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تجھے نہ ہونے کا حکم فرمایا ہے تجھے اس جگہ پر اللہ تعالیٰ موجود نہ پائے اس کو تقویٰ کہا جاتا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال پوچھا اے ابی بن کعب تقویٰ کس کو کہا جاتا ہے؟ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا امیر المؤمنین کیا آپ کا کسی ایسے راستے سے گذر ہوا ہو جہاں نیچے کانٹے بچھے پڑے ہوں اور بہت ساریاں جھاڑیاں ہوں اور وہ راستے کو بند کیے ہوں تو آپ وہاں سے کیسے گذرے ہوں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس طرح گذرا ہوں کہ میں نے اپنے کپڑوں کو سمیٹا، اپنے پاؤں کو سنبھالتے ہوئے رکھا کہ مبادا کوئی جھاڑی میرے کپڑوں میں الجھ کر میرے کپڑوں کو نہ پھاڑدے، ایک پاؤں میں نے سوچ سوچ کر رکھا کہ مبادا کوئی کانٹا میرے پاؤں میں نہ چبھ جائے۔ یہ سن کرحضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی تقویٰ ہے۔ یہ دنیا کی مثال بھی اسی طرح ہے۔ جس کا راستہ خاردار جھاڑیوں سے بھرا پڑا ہے۔ کہیں چوری کا کانٹا موجود ہے۔ کہیں زنا کی برائی موجود ہے۔ کہیں اور طرح کی باتیں موجود ہیں۔ تو شیطان آپ کو ملوث کرنے کی کوشش کرے گا لیکن ان سب گناہوں سے بچ کر جانا اس کو تقویٰ کہتے ہیں۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ جب اہل تقویٰ اس مقام کو پالیتے ہیں، جب اس مقام پر فائز ہوجاتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی ان کے مقامات کو اس طرح بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ۔ (سورۃ التوبۃ9، آیۃ123)

میں اللہ متقیوں کے ساتھ ہوں میری رحمت ان کے ساتھ ہے اور اس آیت خداوندی میں ارشاد مبارک ہے کہ روز قیامت

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا۔ (سورۃ مریم19، آیۃ85)

ایک وفد کی صورت میں بڑے مسرور اور مطمئن، بڑے خوشحال اور بڑے پسندیدہ حالت میں خدا کی بارگاہ میں پیش ہونگے ان کو کوئی پریشانی اور غم نہیں ہوگا۔

یہی متقین ہیں جن کو ولی بھی کہا جاتا ہے۔ جب وہ خدا کی بارگاہ میں پیش ہونگے تو ایک شاہانہ رفعت کی صورت میں مطمئن اور مسرور بارگاہ خداوند میں پیش ہونگے۔ یہ وہ دن ہوگا جس میں ہر نیک اور بد کو جہنم کے اوپر گذرنا ہوگا۔ یہ نہیں ہے کہ گناہ گار صرف جہنم کے اوپر سے گذرے گا۔ نہیں نیک کو اور بد کو جہنم کے اوپر سے گذرنا ہوگا۔ اپنے اعمال نامے اپنی برائیاں اپنے کاندھے پر رکھ کر گذرنا ہوگا جو صالح ہوگا جو صاحب تقویٰ ہوگا وہ تو سلامتی سے گذر جائے گا۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑا، بے فرمانیاں کیں، نمازوں کو ترک کیا وہ اس حالت میں گذرے گا وہ جہنم میں گر پڑے گا اور پل صراط کو پار نہیں کرسکے گا۔ گناہ کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے یہ میں نے سر پر بوجھ لاد دیا ہے۔ اور اس کو روز قیامت بھی گناہ اپنے سر پر سجا کر پل صراط سے گذرنا پڑے گا۔ اور جو ماسلف تھے جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے ان کا مقام کیا تھا۔ میں آپ کو خلفائے راشدین سے پانچویں خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی مثال دوں ان کو پانچواں خلیفہ راشد کہا جاتا ہے۔ ایک بڑے صاحب ثروت انسان کی اولاد تھے۔ صحابہ کرام کی تربیت نے انکو ایسا بے مثال ہیرا بنادیا کہ امیر المؤمنین ہونے سے پہلے وہ تو بڑی خوشحال زندگی بسر کرتے تھے۔ اعلیٰ قسم کے کپڑے زیب تن فرماتے۔ اعلیٰ قسم کے خوشبوئیں استعمال فرماتے۔ اس طرح ان کی زندگی تھی کہ جو خوشبوء لگاتے تھے وہ نایاب خوشبوء ہوتی تھی۔ بڑے بڑے امراء و روؤسا اس بات کی ٹوہ میں رہتے تھے یہ کہاں سے اپنے کپڑے دھلاتے ہیں۔ اس دھوبی کو اپنے کپڑے بھی دیتے تھے اور کہتے عمر بن عبدالعزیز کے کپڑوں کے ساتھ ہمارے کپڑوں کو بھی دھونا کہ جو وہ خوشبوء لگاتا ہے وہ ہمارے کپڑوں میں پیدا ہوجائے۔ اس طرح وہ خوشحال زندگی بسر کرتے تھ۔ لیکن جب آپ نے امارت کی ذمہ داری سنبھالی تو آپ کی حالت یکسر تبدیل ہوگئی۔ وہ شاہانہ زندگی ختم ہوگئی۔ فقیرانہ زندگی کو اختیار کیا۔ کہاں وہ وقت جہاں وہ عالیشان کپڑے زیب تن فرماتے۔ کہاں وہ وقت جہاں ان کو پہننے کے لیے فقط ایک کپڑوں کا جوڑا تھا۔ اس سے کچھ زیادہ نہیں۔ تو عبدالملک کی بیٹی آپ کی زوجہ تھی۔ عبدالملک بن مروان جو مشہور خلیفہ بنی امیہ کے دور میں گذرا ہے۔ تو آپ زوجہ کا بھائی حضرت عمر بن عبدالعزیز سے طبع پرسی کرنے کے لیے آیا آپ مرض موت میں مبتلا تھے۔ دور دراز سے لوگ آپ سے طبع

پرسی کے لیے آرہے تھے۔ وہ آپ کے آخری ایام تھے۔ تو آپ کے زوجہ کے بھائی نے دیکھا کہ مسلمانوں کا امیر ہے اور یہ بادشاہ اور حکمران ہے لیکن حالت یہ ہے جو آپ نے پیراہن مبارک پہنا ہوا ہے وہ میلا کچیلا ہوچکا ہے۔ کتنے سارے پیوند اس میں لگے پڑے ہیں۔ تو آپ کو بڑا افسوس ہوا۔ عبدالملک کی بیٹی کو، اپنی بہن کو اس نے دیکھا۔ اے میری پیاری بہن امیر المؤمنین کے لباس کو تبدیل کردے۔ روم سے، ایران سے بڑے بڑے سفیر بڑے بڑے امیر آرہے ہیں ان کی طبع پرسی کے لیے اور یہ اس طرح خستہ حالت میں ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی زوجہ محترمہ بالکل خاموش رہ گئیں۔ پھر وہ چلا گیا۔ چند دن کے بعد آیا تو وہی لباس آپ نے زیب تن کیا ہوا تھا۔ وہ حیران ہوگیا۔ پھر اپنی بہن کو تنبیہ کی خدا کے لیے تم ان کا لباس تبدیل کردو یہ میلا ہوچکا ہے، یہ پھٹ چکا ہے اور بڑے بڑے لوگ آپ سے ملاقات کے لیے آرہے ہیں یہ بات مناسب نظر نہیں آتی۔ جب وہ تیسری مرتبہ آیا تب بھی وہی لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ اب یہ اپنی بہن پر سخت ناراض ہوگئے ان کو برا بھلا کہنا شروع کردیا۔ عبدالملک کی بیٹی جو عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھی وہ زار و قطار رونے لگیں۔ یہ وہ بی بی صاحبہ ہیں جب آپ امیر المؤمنین بنے تھے تو جو اعزازات، جو انعامات، جو تحائف عبدالملک نے اپنی بیٹی کو دیے تھے۔ اپنی زوجہ کے پاس آتے ہیں اور فرماتے ہیں اب عمر بن عبدالعزیز کی زندگی تبدیل ہوچکی ہے۔ اے میری زوجہ جو تم کو اپنے والدنے جو کچھ دیا ہے وہ سب بیت المال میں جمع کروادو۔ وہ قیمتی جو ہار تھا وہ بھی جمع کرادے۔ اگر تم اس طرح نہیں کرتی تو پھر میری اور تیری علیحدگی۔ اس قدر ان کو تقویٰ حاصل تھی۔ تو آپ کی زوجہ محترمہ نے وہ سب کچھ جمع کرواکے آپ کے ساتھ رہنا پسند کیا۔ فقیرانہ زندگی اختیار کی تو وہ زار و قطار رونے لگیں۔ روکر اپنے بھائی کو کہنے لگی اے میرے بھائی میرا اس میں کوئی قصور نہیں کہ میں نے امیرالمؤمنین کے لباس کو تبدیل نہیں کیا۔ میں کیا کروں امیر المؤمنین کو یہی ایک کپڑوں کا جوڑا ہے اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔ میں کہاں سے اور کپڑے لاؤں جو آپ کو پہنا کر ان کو دھوسکوں۔ یہ ان کی حالت تھی۔ اس طرح خدا سے ڈرتے تھے۔ بادشاہ اور بیت المال کا مالک ہونے کے باوجود اس طرح تقویٰ کا اہتمام کرتے تھے۔

وہ میں آپ کو واقعہ عرض کررہا تھا آج میں ایک کتاب دیکھ رہا تھا تو مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ کافی وقت اس پر سوچتا رہا۔ دل کی عجیب کیفیت ہوگئی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی کنیز نے آپ کو عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین میں نے آج عجیب خواب دیکھا ہے۔ آپ نے دریافت کیا کہ اے کنیز تونے کیا خواب دیکھا ہے؟ وہ تو اتنے مہربان تھے جو ان کے غلام ہوتے تھے، جو ان کی کنیزیں ہوتی تھی ان پر بھی مہرباں۔ ان سے بھی خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے۔ میرے مرشد و مربی یہ واقعہ بیان فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ سوئے ہوئے تھے آپ کی کنیز آپ کو پنکھا جھیل رہی تھی۔ پنکھا جھیلتے جھیلتے اس کنیز کو نیند آگئی اور وہ سوگئی۔ جب وہ بیدار ہوئی تو حیران رہ گئی عمر بن عبدالعزیز اپنے ہاتھ سے کنیز کو پنکھا جھیل رہے تھے اور وہ نیند کی حالت میں ہے۔ وہ کانپنے لگی اب مجھ کو سزا ملے گی۔ اس نے عرض کیا یا امیر المؤمنین مجھے میرے خطا کی معافی ملے اور اس قدر مجھے شرمندہ نہ کریں۔ آپ نے فرمایا نہیں نہیں جس طرح مجھے آرام کی ضرورت ہے اس طرح تم کو بھی آرام کی ضرورت ہے۔ جس طرح مجھے گرمی تکلیف دیتی ہے اسی طرح تم کو گرمی تکلیف دیتی ہے۔ میں نے آرام کرلیا اب تو آرام کر تجھے امیر المؤمنین پنکھا جھیلے۔ ایک کنیز کے ساتھ ایک لونڈی کے ساتھ اس طرح آپ کا خلق تھا تو اس نے عرض کیا یا امیر المؤمنین میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ میں خواب میں کیا دیکھتی ہوں کہ قیامت کا دن قائم ہوچکا ہے۔ حشر کا میدان ہے۔ سب لوگ اپنے اعمال ناموں کے ساتھ پیش ہیں۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے کہ عبدالملک بن مروان کہاں ہے اس کو لایا جائے۔ جب اس کو لایا جاتا ہے اس کے گناہوں کا بار اس کے سر پر رکھا جاتا ہے۔ اور امر خداوندی ہوتا ہے عبدالملک اس پل صراط پر گذر کے دکھا۔ جب وہ چلنا شروع کردیتا ہے تو وہ چل نہیں سکتا پھر وہ جہنم میں گر جاتا ہے۔ جب آپ نے یہ بات سنی تو آپ کو چہرہ انور متغیر ہوگیا پھر آپ نے فرمایا اور تم نے کیا دیکھا۔ یا امیر المؤمنین پھر میں نے دیکھا کہ ولید بن عبدالملک کو جو عبدالملک کا بیٹا تھا۔ وہ بھی مسلمانوں کا امیر تھا۔ اس کو بلایا گیا اس کو بھی کہا گیا کہ پل صراط سے گذر کے دکھاؤ۔ جب وہ گذرنے لگا تو نہیں گذرسکا اور جہنم کی آگ میں گر پڑا۔ آپ کی آنکھیں آبدیدہ ہوگئیں اور کنیز کو فرمانے لگے آگے بتا تونے کیا دیکھا اور اپنے خواب کی کیفیت جلدی جلدی بتا۔ اس نے

پھر عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین میں نے سلیمان بن عبدالملک کو دیکھا اس کو بلایا گیا اور اس کو کہا گیا کہ پل صراط کے اوپر سے گذر کے دکھاؤ۔ جب وہ گذرنے لگا تو وہ بھی جہنم کی آگ میں گر پڑا۔ آپ رونے لگے روتے ہوئے فرمایا اب آگے بتاؤ تو نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا یا امیر المؤمنین پھر میں نے آپ کو دیکھا۔ ارشاد خداوندی ہوا کہ عبدالعزیز کو بلایا جائے۔ جب آپ نے یہ بات سنی تو اس وقت آپ کانپنے لگے، لرزنے لگے، عجیب کیفیات ہوگئیں۔ آپ کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ آنکھوں سے آنسو آنے لگے۔ جب اس کنیز نے یہ الفاظ کہے کہ ارشاد خداوندی ہوا کہ اے عمر بن عبدالعزیز تم بھی پل صراط سے گذر کے دکھاؤ، یہ سننا تھا کہ آپ کی قوت برداشت کی انتہا ہوگئی چیخ مار کر آپ نیچے گر پڑے اور بے ہوش ہوگئے۔ اس کنیز نے عرض کیا یا امیر المؤمنین میری بات تو سنیں آپ اس قدر مغموم نہ ہوں میری بات تو سنیں۔ لیکن آپ بے ہوش ہوگئے۔ پھر اس کنیز نے عرض کیا یا امیر المؤمنین آپ تو باسلامت اس پل صراط سے گذر چکے تھے۔ تو وہ پل صراط کا منظر آپ کے سامنے تھا۔ وہ محشر کا میدان آپ کے سامنے تھا۔ اللہ تعالیٰ کا غضب و قہر کا پرتو آپ کے سامنے تھا۔ تو اس طرح محسوس کررہے تھے کہ واقعتاً محشر کا میدان قائم ہوچکا ہے اور عمر بن عبدالعزیز خدا کی بارگاہ میں پیش ہورہا ہے او ر ان کے سارے اعمال میں کوئی بھروسہ نہیں تھا۔ ان کو اللہ کی رحمت پر بھروسہ تھا۔

اے مسلمانو! آج ہماری کیفیت کیا ہے۔ ہم کہاں جارہے ہیں؟ ہم کیا کررہے ہیں؟ ہم نے اس دن کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ ہم اپنے اعمال کو دیکھیں۔ اس دن کے لیے ہم نے کیا تیاری کی محشر کے میدان کے لیے اپنے نامہ اعمال کو کبھی ٹٹولا ہے۔ کبھی سوچا ہے۔ میں سب سے پہلے اپنے نفس کو کہہ رہا ہوں۔ میں آپ کے سامنے بیٹھ کر بیان کررہا ہوں لیکن اپنے نفس سے بھی بات کررہا ہوں کیونکہ مجھے بھی خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ آپ کو بھی خدا کے سامنے پیش ہونا ہے۔ وہاں کسی کے نسب کو نہیں دیکھا جائے گا۔ وہاں کسی کی صورت کو نہیں دیکھا جائے گا وہاں کسی کے امیری کو نہیں دیکھا جائے گا۔ وہاں کسی کے عقل کو نہیں دیکھا جائے گا۔ وہاں تو صرف عمل کی بات چلتی ہے کہ تیرا عمل کیا ہے۔ اس عمل کی وجہ سے اس کو شرف اور شان حاصل ہوگا۔ اگر غریب سے غریب تر ہے اس کے اعمال اچھے ہیں تو اس کے استقبال کرنے کے لیے

فرشتے پہنچ جاتے ہیں۔ کتنا بھی امیر ہو، کتنا بھی شاہوکار ہو، بڑا وزیر ہو، سلطان اور بادشاہ ہو اگر اس کے اعمال برے ہیں تو جب مرتا ہے، اس کی وفات ہوتی ہے تو جہنم کے فرشتے اس کے پاس پہنچ جاتے ہیں اور اس کو جہنم لے جانے کی اس سے بات کرتے ہیں۔ تو میرے عزیزو دوستو اس دن کو بھی ہم یاد کریں۔

تو یہ ناچیز یہ عرض کررہا تھا کہ یہ اہل تقویٰ وہ ہوتے ہیں جو ہر حال میں خدا سے ڈرتے رہتے ہیں اور ہروقت اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہتے ہیں کہ کوئی ایسا کام ہم سے سرزد نہ ہو۔ جو عند اللہ ہمیں کل جواب دینا پڑے۔

تو میرے عزیزو دوستو ہر نیک اور بد کو پل صراط کے اوپر سے گذرنا ہے ارشاد خداوندی ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی نہیں ہے

وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُهَا۔ (سورۃ مریم19، آیۃ71)

کوئی آپ میں سے نہیں بلکہ اس کو جہنم کے اوپر سے گذرنا پڑے گا۔ جو متقی ہے، اہل تقویٰ ہیں جب وہ گذریں گے جہنم کے اوپر سے تو جہنم چیخنے لگے گا اے میرے پیارے پروردگار مجھ پر عنایت کیجیے اپنے بندے کو امر فرمادیجیے کہ جلدی میرے اوپر سے گذر جائے کیونکہ جو اس کے سینے میں نور معرفت ہے، تقویٰ کا نور ہے، اخلاص کا نور ہے وہ میری آگ کو بجھا رہا ہے۔ اور جب گناہگار کا گذر ہوگا تو جہنم کے تپش میں تیزی آجائے گی۔ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے اپنے آپ کو نہیں سنبھال سکیں گے اور جہنم میں گرجائیں گے۔ اگر ہم اور آپ بھی یہ تمنا رکھتے ہیں کہ ہمیں بھی جہنم کی آگ سے نجات حاصل ہو ہم بھی خدا کے رحمت کے سائے تلے ہوں، ہم اللہ تعالیٰ کے عرش عظیم کے تلے ہوں تو ہم بھی تقویٰ کو اختیار کریں۔ اس کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ یہ بھی ایک تقویٰ کی تعریف ہے کہ تو اپنی خواہش کو چھوڑدے۔ اپنی ذات سے محبت کو چھوڑے اور سب لوگوں کی محبت کو چھوڑدے، دوست احباب کی محبت کو چھوڑدے، والدین کی، اولاد کی، سب احباب کی محبت کو چھوڑدے سوائے اللہ تعالیٰ کی محبت کے اور کسی اور شخص کی محبت تیرے دل میں نہیں ہو۔

یہ بڑا ارفعہ اور اعلیٰ مقام ہے۔ جو اہل تقویٰ ہوتے ہیں ان کا تو یہ مقام ہے کہ گناہ کے کرنے کا تصور تو محال ہوتا ہے بلکہ گناہ کا ارادہ تک ان کے دل میں نہیں آتا۔ اس لیے تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں کہ روزے کی تقسیم کی ہے۔ آپ نے فرمایا ایک عام لوگوں کا روزہ ہوتا ہے دوسرا خاص لوگوں کا روزہ ہوتا ہے تیسرا خاص الخاص کا روزہ ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ عام لوگوں کا روزہ یہ ہے وہ صرف اپنے منہ اورشرم گاہوں کو بند کرلیتے ہیں اپنی خواہش سے۔ یہ عام لوگوں کا روزہ ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ خاص لوگوں کا روزہ یہ ہے کہ صرف اپنے منہ اور شرمگاہوں کو بند نہیں رکھتے بلکہ جمیع اعضاء کو روزہ رکھاتے ہیں۔ ان کے ہاتھ کو بھی روزہ ہوتاہے کہ کسی ایسے طرف نہیں بڑھتا جہاں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمائے۔ ان کے کان کا بھی روزہ ہوتا ہے کوئی ایسا کلام اپنی زبان سے نکالنا نہیں پسند فرماتے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ اور آگے فرمایا کہ خاص الخاص کا بھی روزہ ہوتا ہے۔ خاص الخاص کا روزہ یہ ہے کہ وہ اپنے منہ اور شرمگاہوں کو بند نہیں رکھتے بلکہ اپنے جمیع اعضاء کو بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں مشغول رکھتے ہیں۔ اپنی آنکھ کو، اپنی ناک کو، اپنے جسم کے ایک ایک عضو کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت میں مشغول رکھتے ہیں بلکہ اس سے بھی آگے اپنے دل کی بھی حفاظت رکھتے ہیں۔ ان کے دل میں غیر کا خیال تک نہیں گذرتا صرف اللہ تعالیٰ کی یاد ہوتی ہے۔ اس کی محبت ہوتی ہے۔ یہ مقام جو ہے یہ ملنا آسان بات نہیں۔ یہ باتیں کرنا تو آسان کام ہوتا ہے۔ سندھی میں ایک مشہورمقولہ ہے کہ باتیں کرنے سے گاؤں نہیں بن جاتے۔ صرف بات تم کرتے رہو اور کوئی گاؤں قائم ہوجائے، وہاں گھر بن جائیں، لوگ آباد ہوجائیں۔ نہیں، اس کے لیے بھی بڑی محنت کرنی پڑتی ہے۔ تو صرف باتیں کرنے سے کام نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے ہمیں کوشش اور ہمت کرنی پڑے گی۔ عمل کا سہارا لینا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنی ہوگی۔

جو میں نے آیت کریمہ تلاوت کی اس میں اس مقام کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا۔ (سورۃ مریم 19، آیۃ 85)

جو متقی ابرار ہونگے، نیکوکار ہونگے جو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہونگے، وہ تو گروہ در گروہ، جماعت در جماعت خدا کی رضا کے مقام جنت کے طرف جائیں گے لیکن جو صاحب تقویٰ ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اور اس کی اطاعت میں اور فرمانبرداری کرتے رہے۔ اس کے ذکر سے کبھی بھی غافل نہیں ہوئے۔ اس کے حدود کی حفاظت کی۔ ان کو جنت میں نہیں بلایا جائے گا بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے دیدار کے لیے اپنی بارگاہ میں بلائے گا کہ نیکوکاروں کے کے لیے جنت ہے، عبادت گذاروں کے لیے جنت ہے، نوافل صدقات اور خیرات کرنے والوں کے لیے جنت ہے لیکن اے اہل تقویٰ تم اپنے اعضاء کو، اپنے قلب کو، اپنے دل کو اور دماغ کو میری محبت میں سرشار رکھا اور تونے میری کوئی خلاف ورزی نہیں کی جو تجھ سے گناہ سرزد ہوا اس کا اعادہ تونے نہیں کیا۔ آج آؤ میں تم کو ایسا مقام عطا فرماؤں، تجھے ایسا منصب عطا فرماتا ہوں دنیا میں نہ کسی نے اس کو سنا ہوگا نہ کسی نے اس کو دیکھا ہوگا بلکہ تیرے قلب میں اس کا تصور اور خیال تک نہیں گذرا ہوگا۔ یہ حدیث قدسی ہے

عددت للطلحین مالا عین بصرت ومالا اذن سمعت۔

میں نے ایسا مقام اس کے لیے تیار رکھا ہے جس کو انسان کی آنکھ نے نہیں دیکھا یعنی ہم دنیا میں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ نہیں کرسکتے۔ جنت کا بھی تصور آپ کے ذہن میں آسکتا ہے کہ جنت یوں ہوگی جس طرح کا تذکرہ قرآن مجید میں ملتا ہے کہ حور و غلمان ہوں گے۔ وہاں عنبر اورعطر سے اس کا گارا بنایا جائیگا۔ سونے اور چاندی کی اینٹیں ہونگی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے واضح تصویر کشی کی ہے لیکن یہاں یہ ارشاد ہوتا ہے میں آپ کے لیے ایک ایسا مقام رکھا ہے جس کوآپ کی آنکھ نے نہیں دیکھا ہے۔ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ادراک نہیں کرسکتے۔ لیکن روز قیامت اللہ تعالیٰ متقیوں کو وہ طاقت عطا فرمائے گا۔ وہ قوت عطا فرمائے گا وہ بلا حجاب اللہ تعالیٰ کا دیدار کرسکے گا اس سے بڑھ کر اور مقام کیا ہوسکتا ہے۔

تو میرے عزیزو دوستو! اس لیے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں کہ ہم اپنے پیارے پروردگار کے دیدار کے اگر طالب ہیں، اس کی محبت کے اگر طالب ہیں، اس کی رضا کے اگر طالب ہیں تو ہم بھی تقویٰ کو اختیار کریں اور متقین کی معیت کو اختیار کریں۔ کیونکہ ارشاد خداوندی ہے

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ (سورۃ التوبۃ9، آیۃ119)

ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو صادق لوگ ہیں ان کی معیت اختیار کرو۔ یہ صادقین سے مراد وہی متقی ہیں۔ صادقین سے مراد وہی اولیاء اللہ ہیں جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں۔ اگر ہمیں تقویٰ حاصل نہیں ہے تو ان اہل تقویٰ کی معیت میں رہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ایک نہ ایک دن اگر زیادہ نہیں تو کچھ حصہ ضرور عطا فرمائے گا۔ اگر حصہ بھی نہیں ملا تو میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے لا یشقیٰ جلیسھم۔ یہ میرے متقی یہ میرے ولی یہ میرے صادق بندے میرے سچے بندے ایسے ہم نشین ہیں کہ اس کے ساتھ بیٹھنے والا کبھی محروم نہیں رہے گا۔ آپ کا کوئی مہمان آتا ہے اس کے لیے ایئرکنڈیشنڈ چلاتے ہیں تاکہ اس کو گرمی نہ لگے۔ کوئی نوکر چاکر اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ بھی اندر آکر بیٹھتا ہے۔ آپ نے ایئرکنڈیشنڈ اس بڑے رئیس کے لیے چلایا ہے لیکن چونکہ وہ بھی اس کے ساتھ ہے وہ ٹھنڈی ہوا اس کو بھی لگنا شروع ہوجاتی ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ ہوا صرف اس کو لگتی رہے اور وہ محروم رہ جائے۔ آپ کسی خاص دوست کے لیے آپ پنکھا چلائیں کہ اس کو ہوا لگے لیکن جو اس کے قریب بیٹھا ہوا ہے ہوا سے وہ بھی محروم نہیں رہتا۔

میرے مرشد و مربی حضور قبلہ عالم سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ متوازن انداز میں یہ ارشاد فرماتے تھے کہ میرے بھائیو اگرہم صالح نہیں ہیں تو صالح دامن کو نہیں چھوڑیں۔ اولیاء اللہ کی قربت کو نہیں چھوڑیں۔ قیامت کے دن اور کہیں نہیں اگر ان کی جوتیوں پر بھی جگہ مل گئی تو بھی یہ غنیمت ہے۔ یہ بھی ہمارے لیے کامیابی اور کامرانی سے کچھ کم نہیں۔ تو میرے عزیزو دوستو آج اس کے لیے یہ محمدی قافلہ یہ اتنے سارے لوگ سندھ

سے آپ کے پاس آئے ہیں ہم مال و ملکیت کے طالب نہیں ہم کوئی اور طمع اور تمنا لیکر نہیں آئے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپس میں مل کر بیٹھیں اور آپس میں خدا کی رضا کے لیے محبت کریں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔ لایریدون الاوجھه کی جماعت میں شامل ہوجائیں کہ وہ لوگ جو مختلف قوموں سے، مختلف قبیلوں سے، مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک جگہ پر جمع ہوکر بیٹھے ہیں۔ ان کی صورتیں بھی مختلف ہوتی ہیں لیکن ایک جگہ پر جمع ہونے کا مقصد وہ ایک ہے۔ لایریدون الاوجھه وہ خدا کی رضا کے طالب ہیں اور کسی کی رضا کے طالب نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فرشتو جاؤ یہ میری رضا کے لیے ایک جگہ پر جمع ہوئے ہیں ان کے درمیان جاکر بیٹھو۔ جب تک یہ محفل قائم رہے ان پر رحمت برساتے رہو ان کو بشارتیں دیتے رہو۔ اور وہ اٹھیں گے بھی نہیں ان سے پہلے یہ فرشتے ان کے درمیان اعلان کرتے پھرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے سب گناہوں کو معاف کردیا ہے۔ بلکہ یہاں تک کہ احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ الفاظ حدیث کے تحریر کیے ہیں۔ وقد بدل سیاٰتکم حسنات یہی نہیں بلکہ آپ کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کردیا گیا ہے۔ جس طرح میں نے وہ پہلے والی حدیث تلاوت کی کہ میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے ارشا د فرمایا کہ ایک ایسا شخص بھی خدا کی بارگاہ میں پیش ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کے کچھ گناہوں کو ظاہر کرو اور کچھ گناہوں ظاہر کیے جائیں گے۔ تو اس کی ندامت اور پشیمانی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کرنے کا حکم دے گا۔ پھر وہ اصرار کرے گا اور بار بار تکرار کرے گا میرے گناہ اس سے بھی زیادہ تھے۔ مجھے اور بھی زیادہ نیکیاں ملنی چاہییں۔ تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ الفاظ مبارک فرمائے کہ اتنا ہنسے کہ صحابہ فرماتے ہیں کہ اس سے زیادہ کبھی آپ کو اتنا ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ کتنا انسان کے دل میں طمع ہے۔ جب اسکے فائدے کی بات اس کے گناہوں کے چھپانے میں تھی تو اس کو وہ چھپا رہا تھا۔ جب یہ رحمت اللہ تعالیٰ کی جوش میں آئی اس کے گناہ نیکیوں میں تبدیل ہوگئے تو اپنے گناہوں کو ظاہر کرنے پر اصرار کررہا ہے۔ تو یہاں بھی وہی بات ہے جو گناہ گار جتنے زیادہ گناہ لے کر آئے کتنے بھی اس کے گناہ ہوں وہ سب اس کے گناہ نیکیوں میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔

میرے آقا و مولیٰ آنحضرتؐ صلّی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا کی طرف سے یہ بندوں کو بار بار خطاب ہوتا ہے اے میرے بندو میری بارگاہ میں آجاؤ، میرے حضور میں آجاؤ، تمہیں تمہارے گناہوں کو معاف کردوں۔ تمہارے کتنے گناہ ہیں؟ دس ہیں۔ بیس ہیں۔ سو ہیں۔ دوسو ہیں۔ لوگوں نے تمہیں ٹھکرادیا ہے۔ تیری بداعمالیوں کی وجہ سے لوگوں نے تم سے نفرت کی ہے۔ لیکن میں اللہ تم سے نفرت نہیں کرتا۔ مجھے تو پیارا ہے۔ کتنا بھی بدکار سہی، کتنا ہی گناہگار سہی، کتنا بھی سیاہ کار سہی تو مجھے عزیز ہے۔ وہ مثال شاید ماں کے مثال سے آپ کو سمجھ میں آجائے۔ چھوٹا بچہ ہوتا ہے اس کو نہلاتی ہے، اس کو اچھے کپڑے پہناتی ہے، اس کو خوشبوء لگاتی ہے پھر اس کو چھوڑ دیتی ہے اس کو کھیلنے کے لیے۔ جب وہ جاتا ہے مٹی میں اپنے آپ کو گراتا ہے، اپنا چہرہ بھی خاک آلود کردیتا ہے، اپنا بدن بھی میلا کچیلا بنالیتا ہے، کپڑے بھی میلے ہوجاتے ہیں وہ اپنی ماں کے پاس جاتاہے کبھی ماں اس پر ناراض بھی ہوجاتی ہے وہ چانٹے بھی اس کو لگاتی ہے لیکن پھر بھی اس کا بچہ ہے مارکر پھر اس کو سینے سے لگاتی ہے۔ پھر اس کو نہلاتی ہے۔ پھر اس کے میلے کپڑے اتارتی ہے۔ پھر اس کو اجلے کپڑے پہناتی ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کی محبت اس ماں کی محبت سے بھی بڑھ کر ہے۔ کتنا بھی گناہگار بندہ ہو اللہ کے دروازے کو چھوڑ کر اپنے آپ کتنا بھی گناہوں میں آلودہ کرے، اپنے چہرے کو سیاہ بنالے، اپنے اعمال نامے کو سیاہ بنالے، اپنے قلب کو سیاہ بنالے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتاہے اے میرے بندے میرے در کے سوا تیرے پاس ہے کونسا در؟ جہاں تو جائے گا اپنے گناہوں کو بخشوانے کے لیے۔ تو آجا میرے در پر تمہارے سارے گناہ بخش دوں تیرے گناہ کتنے ہیں؟ حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا سمندر کی جھاگ سے بھی زیادہ ہیں؟ تو میں سارا سمندر نیکیوں سے بھی بھر دوں گا۔ کیا اتنے تیرے گناہ ہیں کہ زمین اور آسمان کے بیچ میں جو خلا ہے وہ سارا گناہوں سے بھرچکا ہے۔ اے میرے پیارے بندے تو میرے در پر آجا ایک مرتبہ تو مجھ سے معافی طلب کر، میرے سامنے ندامت کا اظہار کر، اپنی پیشانی کو میری چوکھٹ پر جھکا دے، اپنے سر کو ننگا کرکے پگڑی اتار کر میری بارگاہ میں گناہ کی بخشش طلب کر تو یہ زمین اور آسمان کے درمیان جو خلا ہے۔ جو تو نے گناہوں سے بھر دیا ہے وہ سارا خلا میں تجھے نیکیوں سے بھر دوں گا۔ تو بتا کیا چاہتا ہے؟ اگر اس سے بھی زیادہ

چاہتا ہے تو اس کے پاس اتنے تو زیادہ خزانے ہیں جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اس کی رحمت اتنی تو زیادہ ہے کہ وہ فرماتا ہے اے میرے پیارے بندے تو میری رحمت سے کیوں مایوس ہوگیا ہے۔ کیا تیرے گناہ میری رحمت سے بھی زیادہ ہیں؟ کبھی بھی کسی گناہ گار کے گناہ اللہ کی رحمت سے زیادہ نہیں ہوسکتے۔ تو وہ خدا کے دروازے پر ہم حاضر ہوں۔ صالح لوگوں کی معیت میں حاضر ہوں تو انشاء اللہ خدا کی طرف سے ہمارے اورپر کرم ہوگا۔ رحمت کی بارش برستی ہے تو اچھے اچھے کھیتوں کو بھی سیراب کرتی ہے اور جو زمینیں بنجر بنی ہوئی ہیں، جہاں کوئی بیج نہیں ہوتا، ان کو بھی سیراب کردیتی ہے۔ پھر خدا کی قدرت سے وہاں پھول اُگنا شروع ہوجاتے ہیں۔ درخت اُگنا شروع ہوجاتے ہیں۔ سبزہ زار اُگنا شروع ہوجاتے ہیں۔ تو اسی طرح ہم گناہ گار سہی۔ جب خدا کی رحمت نیکوں پر برسے گی تو ہمیں محروم نہیں کرے گا۔ تو اس لیے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں۔ ہم اس لیے یہاں اکٹھے ہوئے ہیں کہ آج ہم ایک عزم کریں اور ایک ارادہ کریں کہ ہم کبھی بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے در کو کبھی بھی چھوڑ کر کسی اور کے در پر نہیں جائیں گے۔ اتنی ساری زندگی اوروں کے درپر ٹھوکریں کھاکر گذار دی۔ بڑے بڑے وڈیروں کے دروازے پر جاتے رہے۔ بڑے سیاستدانوں کے دروازوں کو بھی کھٹکھٹایا۔ بادشاہوں اور امیروں کو بھی آزمایا لیکن وہ اپنے مطلب پرست تھے۔ جب ان کا مفاد تھا تو آپ کو اپنے ساتھ بٹھاتے رہے۔ جب ان کا مفاد پورا ہوگیا تو آپ کو دھتکار دیا اور نکال دیا۔ کیا آپ نہیں دیکھتے جب ان کو ضرورت آپ کے ووٹ کی ہوتی ہے آپ کے دروازوں پر آتے ہیں۔ منتیں کرتے ہیں لیکن جب ان کا مطلب پورا ہوجاتا ہے توپھر کبھی لوٹ کر آپ کی خبر گیری نہیں کرتے۔

میرے آقا و مولا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی مہربان ذات وہ تو ہر وقت گناہ گاروں کے لیے طلب مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ تو ہمیں چاہیے کہ دنیاداروں کا در چھوڑ کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کا در مضبوطی سے پکڑ لیں اور ان کے در سے سوالی کبھی بھی خالی نہیں لوٹتا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے اور اپنے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلم کے در سے وابستہ رکھے اور اپنے انعامات سے نوازے۔

عجز و انکساری

بمقام: کراڑ پارک بھٹ شاہ ضلع حیدرآباد۔ بتاریخ: 13-12-1996

اعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔

(سورۃ الفرقان 25، آیۃ 63)

صدق اللہ العظیم

فقال اللہ تبارک و تعالیٰ فی شان حبیبه

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

(سورۃ الاحزاب 33، آیۃ 56)

اللّٰھم صلی علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ اٰله واصحابه اجمعین۔

میرے محترم دوستو عزیزو! یہ مقدس مقامات ہیں۔ اللہ والوں کے آستانے ہیں۔ جہاں خدا کے نیک اور پیارے بندوں نے اپنے شب و روز اپنے رب کو راضی کرنے میں بسر کیے۔ ہمارے بھی صبح و شام ہیں۔ ہماری بھی راتیں اور دن ہیں بلکہ مہینے اور سال گذر چکے ہیں۔ زندگی کے اتنے بڑے دن، اتنے زیادہ مہینے تیس سال گذر گئے۔ کوئی ایک لمحہ بھی ایسا میسر ہوا جس میں ہم دل کے حضور سے اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوئے ہوں۔ کسی لمحے میں ہم نے اپنے رب کو حضور قلب سے پکارا ہو۔ ندامت اور پشیمانی میں اس کے سامنے دست

بدعا ہوئے ہوں۔ اپنے گناہوں کو یاد کرکے اپنی آنکھوں کو تر کیا ہو۔ دوسری طرف وہ اللہ والے ہیں جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنے رب کی محبت، عشق اور سوز میں گذرتا ہے۔ کوئی ایک رات، کوئی ایک دن تو بڑی بات ہے کوئی ایک سیکنڈ اور ساعت بھی اپنے رب کے ذکر اور یاد سے غفلت میں نہیں گذارتے۔ پھر دیکھیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو کتنے مقامات درجات اور شان و شرف عطا فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان مقدس مقامات، اللہ والوں کے رہنے والوں کی جگہوں پر وہ اپنا وقت گذارچکے۔ اب ان مقامات پر پہنچنا وہاں سے فیض حاصل کرنا ہمارا مقصد ہے۔ کیونکہ جن کو عشق والی آنکھ تھی، جن کے دلوں میں محبت کا سوز و گداز موجود تھا وہ اس حقیقت کو پہچانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے نیک برگزیدہ اور ان کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟ ان کا اپنا وجود تو نیک بختی والا ہے، ان کا اپنا وجود تو رحمت والا ہے، ان کا اپنا وجود تو نیکی و بھلائی ہے، عین سعادت ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ کی مقدس نشانی ہے، مگر جن جگہوں میں وہ رہتے ہیں، جن رستوں پر وہ چلتے ہیں، جس لباس کو وہ پہنتے ہیں، جس جوتی کو وہ اپنے پاؤں میں پہنتے ہیں وہ بھی برکت سے خالی نہیں۔ وہ بھی سعادت سے خالی نہیں بلکہ وہ بھی فیض دیتی ہے۔

ہمارے مرشد و مربی حضرت قبلہ عالم سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی کاوشوں سے، ان کی مہربانیوں سے، آپ کے فیض سے، آپ کی سعادت سے یہ جماعت آج آپ کے سامنے ہے۔ نوجوان بھی موجود ہیں۔ پڑھے لکھے بھی موجود ہیں۔ ناخواندہ بھی موجود ہیں۔ یہ ان کی عنایت ہے۔ حقیقت اپنی بیان کرنی چاہیے۔ اس سے کوئی شرم و حیا نہیں ہے نہ ہی اس بات کو چھپانا انکساری کا نام ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک مولوی صاحب تھے وہ اپنے طلبہ کو تعلیم دے رہے تھے درس چل رہا تھا۔ اتنے میں ایک شخص نمودار ہوا جس نے بہت اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ بڑی دستار سر پر تھی۔ بڑی سی چادر لپیٹ کر آیا۔ جب اندر داخل ہوا تو طلبہ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ کسی اور طرف بھی نہیں گیا مگر سیدھا گھورنے لگا مولوی صاحب کی طرف۔ مولوی صاحب خوفزدہ ہوگئے کہ یہ تو کوئی بڑا عالم ہے، کوئی محدث ہے، کوئی فقیہ ہے۔ آج میری خیر نہیں جیسے غالباً آپ بھی سوچتے ہوں گے کہ جو بھی آتا ہے اس عاجز کی تعریف کرتا ہے، ابھی بیٹھے ہیں کرسی پر پتہ نہیں اب

کیا بیان کریں گے؟ میرے دوستو! لباس یا رنگ یا ڈھنگ یا روپ اختیار کرنے سے کوئی ولی نہیں بنتا۔ حضرت خواجہ فرید رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر ہے کہ

جے دھوتے پوتے رب ملدا
تے ملدا کمیاں کچھیاں کوں

اگر نہانے سے، صرف بدن کو صاف کرنے سے اللہ تعالیٰ کا وصال ہوجاتا تو خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر کچھوے کو بھی اللہ تعالیٰ کا وصال ہوجاتا۔ وہ تو صبح و شام پانی میں پڑے ہوئے ہیں۔ جب انہوں نے مولوی صاحب کو گھور کر دیکھا مولوی صاحب خاموش ہوگئے۔ طلبہ سے کہا کہ خاموش ہوکر بیٹھو بڑے مولوی صاحب آرہے ہیں۔ جب وہ صاحب محفل میں آکر بیٹھ گئے تو نہ مولوی صاحب سبق پڑھانے لگے اور نہ طلبہ کچھ پوچھتے کہ پتہ نہیں کونسے علامہ فہامہ آگئے ہیں۔ پتہ نہیں ان کا کیا علمی مقام ہے۔ کافی وقت خاموش رہنے کے بعد استاد نے ان سے پوچھا کہ قبلہ و کعبہ آپ کا اسم شریف کیا ہے۔ انہوں نے کہا جی۔ ان کو اسم شریف کے معنٰی سمجھ میں نہیں آرہے تھے۔ کہنے لگے جی جناب۔ مولوی صاحب نے پھر کہا قبلہ آپ کا اسم شریف کیا ہے۔ انہوں نے کہا میں اسم شریف کو نہیں جانتا۔ انہوں نے پوچھا اچھا آپ کا نام کیا ہے۔ وہ بولے میرا نام ہے ''جوسب''۔ مولوی صاحب نے طلبہ سے کہا بابا پڑھو بیٹھ کر پڑھو۔ یہ جوسب ہے فکر مت کرو۔ تو یہ عاجز بھی جوسب ہے۔ آپ فکر مند نہ ہوں۔ جو عالم تھے وہ اپنے وعظ و نصیحت سے آگاہ کر گئے۔ لہٰذا بلکل کوئی خطرہ محسوس نہ کریں۔ یہ عاجز آپ کا غلام، خادم اور فقیر ہے۔ چند باتیں عرض کی جائیں گی۔

میں نے عرض کیا تھا کہ جہاں اللہ والے رہتے ہیں بلکہ جن مقامات جس در و دیوار سے ان کا واسطہ اور رابطہ ہے انکو بھی خدا تعالیٰ کی نشانیوں کا شرف حاصل ہوجاتا ہے۔ ہمارے مرشد و مربی حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک فقیر تھا حضور پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا کرتا تھا۔ حضرت

نے اپنی بکری ان کے پاس بھیجی تو اس کی دیکھ بھال کر۔ اسے گھاس کھلا اور اچھی طرح اس کی خدمت کر۔ ضرورت پیش ہوئی تو ہم ضرور اسے طلب کرلیں گے۔ کچھ عرصے کے بعد حضرت صاحب کو ضرورت ہوئی اور اپنے کسی غلام کو خادم کو بھیجا کہ جاکر وہ بکری لے آئے۔ جب بکری اس فقیر سے طلب کی گئی تو اس کے جسم سے جیسے سانس نکل گئی۔ اس کا چہرہ پیلا پڑگیا اور بلک بلک کر کے رونے لگا۔ وہ شخص حیران ہوکر اسے کہنے لگا کہ درویش کیوں رو رہا ہے۔ بکری کوئی تیری ملکیت تو نہیں۔ تونے تو خرید نہیں کی تھی کہ اس کے دکھ میں رو رہا ہے۔ یہ تو ہمارے مرشد حضور پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ مسکین پور شریف والوں کی تھی وہ اپنی بکری منگوا رہے ہے تھے تیرے رونے کا مطلب کیا ہے؟ کیا بکری تم اپنے پاس رکھو گے؟ اس نے روتے ہوئے آہ و زاری کرتے ہوئے التجا کرتے ہوئے جواب دیا کہ دوست یہ بات نہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ بکری میرے محبوب کے ہاں سے آئی تھی۔ میرے مرشد کے گھر کے ہاں سے آئی تھی۔ یہ بکری میرے پاس ہوتی تھی میں صبح شام اسے دیکھا کرتا تھا تو مجھے اپنا پیر یاد آتا تھا۔ اس بکری کو میں دیکھتا تھا تو مجھے پیر کا فیض ملتا تھا۔ اسے گلے لگاتا تھا میرا دل ٹھنڈا ہوتا تھا۔ اس کی خدمت کرتا تھا تو میرا دل منور ہوتا تھا۔ اب ایسی عظیم نشانی میرے پیر کی میرے سے جارہی ہے اسی دکھ میں رو رہا ہوں کہ اب فیض کہاں سے حاصل کروں گا۔

حضرت حمل لغاری رحمۃ اللہ علیہ بڑے شاعر، بزرگ، اللہ والے گذرے ہیں۔ ان کا ارشاد آپ نے سنا ہوگا۔ بلوچ آدمی تھے لیکن عاشق رسول صلّی اللہ علیہ وسلم تھے۔ محبت اور عشق کی آگ ان کے سینے میں موجود تھی۔ وہ بزرگ صاحب اپنی محبت شیخ میں عجیب شعر فرماتے تھے۔ ان کے اشعار بھی بڑے دلنواز اور دلپذیر ہیں مگر محبت کا ہونا شرط ہے۔ جس طرح لیلیٰ کے بارے میں مجنوں سے کہا گیا تھا یہ تو کالی ہے، بدشکل ہے، بدصورت ہے، اسی پر تو عاشق ہوا ہے، تم تو رئیس زادہ ہو، عالم اور بڑے سمجھدار ہو، اے میاں تجھے کیا ہوگیا ہے؟ مجنون نے ان کو یہی جواب دیا کہ بے شک آپ جو کچھ کہتے ہیں میں نے سنا لیکن میری لیلیٰ کو دیکھنے کے لیے مجنون والی آنکھ کی ضرورت ہے۔ میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ابوجہل بھی کرتا تھا لیکن دیکھنے سے اس کے کفر میں اضافہ ہی ہوتا تھا کیونکہ وہ اپنی ظاہری آنکھ سے دیکھتا تھا اور حضور

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کو اس نسبت سے نہیں دیکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں۔ جن پر وحی نازل ہورہی ہے، جن کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخلوق کواپنے عذاب جہنم سے نجات بخشی ہے۔ وہ تو محمد صلّی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ کو دیکھتا تھا۔ دوسری جانب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بھی نظر مبارک تھی، جوں جوں آپ پر نظر مبارک پڑتی تھی ان کا نور بڑھ جاتا تھا، محبت اور شعور بڑھتا تھا، عشق میں اضافہ ہوجاتا تھا، اگر نہیں دیکھتے تھے تو پریشان ہوجاتے تھے۔ اس صدیقی آنکھ کی ضرورت ہے۔ اس تعلق نسبت اور رابطے کی ضرورت ہے۔ اگر قوی اور مضبوط اور مستحکم ہوگا جتنی محبت ہوگی جتنی عقیدت ہوگی اتنا ہی فیض حاصل ہوگا۔ پھر اس کا مدار سالک پر ہے، اس مرید پر ہے، اس تعلق رکھنے والے پر ہے کہ کتنی محبت رکھتا ہے۔ کتنا عشق رکھتا ہے۔ کتنی عقیدت رکھتا ہے۔ پھر جوں جوں عقیدت بڑھتی جائے گی جوں جوں محبت بڑھتی جائے گی، اسی نسبت سے اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی رحمت، نورانیت اور فیض پہنچے گا۔

میں عرض کررہا تھا کہ حمل لغاری رحمۃ اللہ علیہ شاعر نے اپنے عشق و محبت سے شعر کہا تھا، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر میرے میرے محبوب کی طرف سے کالا کتا بھی آجائے تو حمل لغاری اس کتے پر قربان ہوجائے گا۔ کتا جو نجس جانور ناپاک ہے، جس گھر میں موجود ہو اس گھر میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ مگر شاعر کیا کہتا ہے کہ میں اس کتے کے پاؤں چوموں۔ مگر کس وجہ سے کہ جو نسبت اس کی ہے یا جس طرف سے وہ آتا ہے اس طرف اور نسبت کو جب دیکھا جاتا ہے تو پھر اس کتے کا مقام و مرتبہ بھی بہت اونچا ہوجاتا ہے۔ کیا حمل لغاری نے خود لکھا ہے؟ نہیں بلکہ قرآن مجید کی تفسیر بیان کی ہے۔ اصحاب کہف کا واقعہ خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ وہ اصحاب کہف نکلے تو کتا ان کے ساتھ نکل پڑا۔ اسے ہٹانے کی کوشش کی، بھگانے کی کوشش کی مگر وہ باز نہیں آیا۔ قرآن مجید اس کتے کا بیان کرتا ہے، اسکے مقام کو بیان کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نیک بندے ظالم و جابر بادشاہ کے ڈر سے کسی غار میں چھپ گئے تھے۔ آخر بہت عرصہ گذر گیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو حکم فرمایا کہ میرے یہ بندے نیند میں سوئے ہوئے ہیں جاکر ان کے پہلوؤں کو پلٹ دو کیونکہ وہ ایسی غالب نیند میں ہے کہ ان کو پہلو بدلنے کا بھی موقعہ نہیں مل سکتا۔

فرشتے آئے انکے پہلو بدل گئے۔ وہ واپس پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ کیا تم نے میرے سب دوستوں کے پہلو بدل دیے؟ انہوں نے کہا کہ یا الٰہ العالمین جتنے بھی ہیں ان کے ہم نے پہلو بدلے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک چیز کو یا ایک میرے پیارے جانور کو یا یوں سمجھو کہ اللہ والوں کے دوست کو تم یوں ہی چھوڑ کر آئے ہو۔ یہ کتا اصحاب کہف کے ساتھ آیا ہے، اے فرشتو! جاؤ تم فرشتے ہو، نورانی ہو لیکن کتے کی تو میرے پیاروں سے نسبت ہوگئی ہے، تم اپنے ہاتھوں سے جاکر اس کا بھی پہلو بدل کر آؤ۔ حضرت حمل لغاری رحمۃ اللہ علیہ نے غلط نہیں کہا کہ لیکن بلوچ ناراض ہوگئے۔ انہوں نے کہا سائیں حمل تم نے لغاری ہوکر ایسا غلط لفظ کہا ہے کہ کتے پر بھی قربان ہوتے ہو۔ سب ناراض ہوگئے۔ بات چیت بند کردی۔ سماجی بائیکاٹ کردیا۔ حمل لغاری نے سب کو بلا کر کہا کہ واقعی مجھ سے بڑی غلطی ہوگئی ہے، واقعی مجھ سے بڑی غلطی ہوگئی ہے۔ میں مانتا ہوں اس غلطی کا کفارہ ادا کروں گا مگر جب تم سب جمع ہوجاؤ۔ سب لغاری اکٹھے ہوگئے، انہوں نے سوچا کہ اب کوئی اچھا قول زبان سے نکالے گا، اب ضرور معافی لے گا، یا یہ الفاظ کہے گا کہ میں ان الفاظ کو اپنے دیوان سے خارج کرتا ہوں۔ مگر حمل نے ایک شعر کہا جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر میرے محبوب کی طرف سے کالا کتا بھی آئے تو سب لغاری اس کتے پر قربان کردوں۔ وہ الٹے اس سے ناراض ہوگئے۔ تو میرے دوستو! یہی اللہ والوں کی محبت، عقیدت،، تعلق اور نسبت ہو تو پھر انسان کے باطن والی دید اسی طرح کھلتی ہے۔ جس طرح لوگ روکتے ہیں اسی طرح ان کی محبت بڑھتی ہے۔ جوں جوں لوگ اسے منع کرتے ہیں توں توں اس کے عشق میں اضافہ ہوتا ہے۔

میرے دوستو! یہ حقیقت ہے کہ اللہ والوں کے جو آستانے ہیں وہ خود فیض سے بھرپور ہوتے ہیں۔ وہ خود اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مرکز ہوا کرتے ہیں، اس کا ثبوت خود احادیث اور قرآن شریف سے ہمیں ملتا ہے کہ میرے آقا و مولیٰ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ، ولی جہاں سے بھی گذرتا ہے، اپنے قدم مبارک رکھتا ہے تو اس دھرتی کے ٹکڑے کو، اس زمین کے حصے کو، اس خطے کو اردگرد کی زمین کے دوسرے سارے ٹکڑے مبارک دیتے ہیں۔ اس پر رشک کرتے ہیں کہ تیری خوش قسمتی کہ خدا تعالیٰ کے بزرگ، نیک

بندے کا تیرے اوپر سے گذر ہوا ہے۔ کسی درخت کے نیچے بیٹھتا ہے تو دوسرے درخت اسے مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ کسی غار میں بیٹھا ہے تو اسے دوسرے پہاڑ مبارک باد دیتے ہیں۔ ہمارے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم اس بات کو خود اپنے ارشاد میں بیان فرمایاہے۔ تو میرے دوستو! ہم اپنے اندر وہ جوہر، وہ محبت، وہ شوق، وہ صدق، وہ درد اور ولولہ پیدا کریں۔ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ کا طرہ امتیاز ہے کہ انہوں ہے اپنے اشعار میں عاجزی اور انکساری کو بہت بیان کیاہے۔ اس کا پورا مغز وماحصل یہ ہے کہ میاں! اپنے آپ کو مٹادو۔ ایسے بہت سے اشعار آپ کو ملیں گے۔ جب کہ آج ہمارا اس بات سے بلکل برعکس عمل ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ سائیں! میں بہت بڑا سیاستدان ہوں، کوئی کہتا ہے کہ میں بہت بڑاعقلمند ہوں، کوئی کہتا ہے کہ میں بہت بڑا عالم ہوں، کوئی کہتا ہے کہ میں فلاں ہوں، اس طرح سے وہ اپنے مقام کو بلند کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے یا اس کی منشا ہے یا اس کا ارادہ ہے کہ جو جتنا خود کو بلند کرنا چاہتا ہے وہ اتنا ہی نیچے گرتا ہے اور جو جتنی اپنے اندر عجز و انکساری پیداکرتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اسے اتنا ہی بلند مقام عطا فرماتا ہے۔ یہ عجز و انکساری اللہ والے کہاں سے سیکھتے ہیں؟ یہ عجز و انکساری اللہ والوں نے اپنے ذہن سے تخلیق نہیں کی، اپنی زبان سے نہیں بنائی یا ہم اور آپ سے نہیں سنی ہے۔ عجز و انکساری کا درس میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دینا فرمایا ہے۔ کیونکہ اولیاء اللہ نبیوں کے وارث ہیں۔ علماء امتی کانبیآء بنی اسرائیل۔ ہمارے نبی، میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کے جو عالم ہیں وہ نبیوں کے حقیقی وارث ہیں۔ نبی علیہ السلام کی وراثت حاصل کرنا چاہتے ہو، ان کے نور کوتقسیم کرنا چاہتے ہو، ان کی تعلیمات اگر آپ چاہتے ہیں، انبیاء کی تعلیم، ان کا نور ان کی برکات یہ آپ کو ان اللہ والوں سے حاصل ہوں گی۔ نبی علیہ السلام اپنی وراثت میں کوئی سیاست چھوڑ کر نہیں جاتے یا درہم اور دینار چھوڑ کر نہیں جاتے، کوئی زمین یا کوئی اور چیز چھوڑ کر نہیں جاتے، وہ اپنی وراثت میں اللہ تعالیٰ کا عرفان چھوڑ کر جاتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت کو چھوڑ کر جاتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کی کتاب چھوڑ کر جاتے ہیں اور اولیاء اللہ بھی اس نعمت کو حاصل کرنے کے لیے شب وروز کوشاں ہیں۔

میرے آقا صلّی اللہ علیہ وسلم کی یہی صفت تھی کہ آپ ہمیشہ عاجزی پسند تھے، انکساری پسند تھے، ہرلمحہ خود کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے بندہ ظاہر فرمایا کرتے تھے کہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا بندہ ہوں۔ کبھی آپ نے اور ہم نے بھی یوں بھی سوچا ہے کہ ہم بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندے ہیں، اس کی بندگی کا طوق ہماری گردن میں ہے۔ مگر افسوس ہے کہ بندے تو اسی کے ہیں اور مقابلہ بھی ہم نے اسی اللہ تعالیٰ سے کر رکھا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن کاموں سے روکا ہے، ان کاموں سے نہیں رکتے۔ جن کاموں کا اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا ہے ان کاموں کے ہم قریب بھی نہیں جاتے تو پھر کس طرح ہم اللہ تبارک و تعالیٰ کے بندے کہلانے کے حقدار ہوسکتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم جو دونوں جہانوں کے والی اور وارث ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ نے دونوں جہان ان کو عطا فرمائے، ہر چیز ان کو عطا فرمادی، ہر خزانہ عطا فرمادیا، ہر علم عطا فرمایا، اتنی اعلیٰ صفت، اتنی علیٰ ذات۔ اس کے باوجود انکساری و عاجزی دیکھو۔ اگرچہ ظاہری خصوصیات اللہ تعالیٰ نے آپ کو زیادہ سے زیادہ عطا فرمائیں، مگر بڑے سے بڑا دشمن آپ کی جان کا دشمن آتا ہے تو اس کے ساتھ بھی محبت اور پیار کا سلوک کرتے ہیں۔ ایسا عمدہ اخلاق، ایسا بہترین تحمل اور بردباری، اتنا اعلیٰ پیار، ایسی شفقت اور محبت کہ دشمن بھی مجبور ہوجاتا ہے کہ میں بھی اس حسین سردار کے پاؤں کی خاک بن جاؤں، ان کے پاؤں کی مٹی کو اپنی آنکھ کا سرمہ بناؤں، ان کی غلامی کا طوق اپنی گردن میں ڈالوں، ان کے قدموں میں میں اپنی جان دے دوں۔ بڑے سے بڑا دشمن بھی یہی آرزو کرتا ہے۔

آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کا فتح مکہ والا دن یاد کرو کہ ایک نہایت پریشانی کے عالم میں مکہ شریف چھوڑ تے ہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین مکہ شریف کو چھوڑتے ہیں، ان کے اہل و اعیال، اہل بیت مکہ پاک کو چھوڑتے ہیں اور مدینہ شریف ہجرت کرتے ہیں اور ایسی کیفیت ہے کہ دل نہیں چاہتا کہ ہم مکہ شریف سے باہر جائیں۔ دل نہیں چاہتا کہ ہم مکہ شریف سے باہر جائیں۔ دل نہیں چاہتا کہ خانہ کعبہ کو ہم چھوڑدیں۔ دل نہیں چاہتا کہ صفا اور مردہ کے ان عظیم پہاڑوں کو چھوڑ کر کسی اور طرف جائیں لیکن دشمنوں، ان مشرکوں نے ان کی زندگی اور ان کی تبلیغ میں اتنی رکاوٹیں ڈالیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہوا

کہ تم مکہ کو چھوڑ جاؤ۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر روانہ ہوگئے اور جب مدینہ عالیہ میں پہنچے ہیں، یہ ہجرت کا طویل واقعہ ہے۔ علماء کی زبانی آپ نے سنا ہوگا۔لیکن افسوس ہے کہ ہم ان واقعات کو ایک واقعہ سمجھتے ہیں اور اس سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے۔ مدینہ عالیہ میں جاکر آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور وہاں تبلیغ دین شروع کی۔ ان مشرکوں، ان کافروں کو پھر بھی سکون نہیں ملا، انہوں نے دیکھا کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم یہاں سے ہجرت کرکے پردیس چلے گئے ہیں پھر بھی جاکر آپ کا پیچھا کیا۔ آخر مدینہ شریف میں جاکر پہنچے۔ تلواروں، نیزوں، بھالوں اور اپنی بڑی سپاہ اور لشکر کے ساتھ۔ ہر طریقے سے ہمارے آقا و مولیٰ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کے کام میں رکاوٹ ڈالی۔ سب کو روکا۔ اردگرد کے سرداروں کی طرف پیغامات بھیجے کہ ان کے ساتھ کوئی تعلق مت رکھو۔ ان کی مخالفت کرو۔ ان کے ساتھ مقابلہ کرو۔ مگر آپ صلّی اللہ علیہ وسلم صبر و تحمل اور بردباری کے ساتھ ان کی سب اذیتیں برداشت کرتے رہے۔ ان کی تکالیف برداشت کرتے رہے۔ جنگ کے لیے جارحیت تو ان کی طرف ہوا کرتی تھی مجبوراً آپ کو جوابی کاروائی کرنا پڑتی تھی۔

طائف کے میدان میں جانا ہوتا ہے، وہاں آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کو کتنی تکلیف اور اذیت دی گئی، اس حد تک کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور کریم صلّی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میدان طائف میں ہمیں جو اذیت دی گئی، جو ہمیں تکلیف دی گئی یا زخم پہنچائے گئے، فرماتے ہیں کہ احد کی تکلیف اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ مگر اس کے باجود تحمل اور بردباری دیکھیں، عجز و انکساری دیکھیں اور مخلوق خدا پر عفو و درگذر دیکھیں۔ جبریل علیہ السلام آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کوعرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم یہ وہ فرشتہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں پر مامور کیا ہے، پہاڑ اس کے حکم کے تابع ہیں۔ اس فرشتے نے عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت مرحمت فرمایئے، مجھے حکم دیں، میں آپ کے حکم کا تابع ہیں۔ طائف کا علاقہ پہاڑوں کے بیچ میں گھرا ہوا ہے، میں پہاڑوں کو آپس میں ملادوں تاکہ سب ظالم، گستاخ، بے ادب پس کر آٹا بن جائیں اور ان میں سے کوئی ایک فرد بھی باقی نہ رہے۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہرگز نہیں۔ میں ان کے لیے بددعا دینے والا بن کر نہیں

آیا۔ میں ہرگز آپ کو اس بات کا حکم نہیں دوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر وہ نہیں تو ان کی اولاد میں، ان کی نسل میں بعض ایسے افراد ضرور پیدا ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھیں گے۔ بت پرستی کو ترک کریں گے۔ داعی اور مبلغ اسلام بنیں گے۔

فتح مکہ کے بارے میں میں عرض کررہا تھا کہ جب آپ صلّی اللہ علیہ وسلم واپس مکہ شریف پہنچتے ہیں، ایک مرتبہ واپس لوٹائے گئے ہیں، آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کو تکالیف اور اذیتیں دی گئی ہیں۔ آخر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح و نصرت سے نوازا اور کامیابی عطا فرمائی تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف میں داخل ہوتے ہیں تو وہ سارے کافر بھاگ جاتے ہیں، کوئی کسی جگہ چھپ جاتا ہے۔ کوئی کسی جگہ چھپ جاتا ہے۔ سب مخالف اور دشمن آج لاچار اور مجبور ہیں لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے وقت مکہ شریف میں داخل ہوتے ہیں، اس کی گلیوں میں داخل ہوتے ہیں تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر کوئی بڑی مسرت یا کسی شادمانی یا جس طرح کوئی دنیادار آدمی قلعہ فتح کرتا ہے تو وہ اپنے جامہ میں سما نہیں پاتا، وہ ہوش و حواس سے باہر نکل جاتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ مجھ جیسا کوئی فتح مند، مجھ جیسا کوئی بہادر دنیا میں نہ ہوگا۔ لیکن حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم پر انکساری اور عاجزی کا غلبہ ہے۔ اپنی اونٹنی پر سوار ہیں، گردن مبارک جھکی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کررہے ہیں اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر کسی بڑائی یا اپنی تعریف کے الفاظ نہیں نکلتے بلکہ عجز و انکساری کے ساتھ گردن جھکا کر مکہ شریف کے گلیوں میں داخل ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلم نے تو ہمیں اپنے کردار سے بھی تعلیم دی ہے، اپنی گفتار سے بھی تعلیم دی ہے۔ ایک ایسا واقعہ میرے ذہن میں دوسرا بھی آتا ہے کہ ایک بدوی ہے آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا ہے۔ حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی اس عظمت کو، اس رعب کو، اس چہرہ انور کے اس دبدبہ کو، جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا تھا دیکھ کر اس پر کپکپی طاری ہوجاتی ہے، اس کا پسینہ چھوٹ جاتا ہے، بات کرنا چاہتا ہے تو اس کی زبان سے آواز نہیں نکلتی اور لرزاں ترساں ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عاجزی کے ساتھ نگاہ دوڑاتا

ہے، اپنی عاجزی کا اظہار کرتا ہے کہ سرکار! آپ کے رعب کی بنا پر اپنا حال زار بیان نہیں کرسکتا۔ حضور! میری زبان سے لفظ نہیں نکلتا۔ ہمارے جیسا کوئی ہوتا تو پھول جاتا کہ واہ کیا کہنا میرے رعب کا، کیا کہنا میرے تاب کا، لیکن حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی شان دیکھئے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہیں اور بدوی سے فرماتے ہیں کہ ڈرو مت۔ اے ہمارے دوست مجھ سے مت ڈرو۔ میں قریش کی اس غریب عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھاکر اپنا پیٹ پالا کرتی تھی۔ اپنی اس وصف کو بطور فخر بیان کرتے ہیں کہ میں قریش کی اس غریب عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھاکر اپنا وقت گذارا کرتی تھی۔ میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں یا کوئی حکمراں نہیں ہوں یا کوئی جابر نہیں ہوں جس سے تم ڈرتے ہو، تم آرام و سکون سے ساتھ جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہو۔

میرے دوستو! اللہ والوں کی بھی یہی تعلیم ہوتی ہے کہ اپنے اندر عاجزی، انکساری اور تواضع پیدا کرو۔ جب یہ اوصاف اور یہ حقیقتیں پیدا ہوجائیں گی، تب انسان اپنی معراج کو حاصل کرلے گا۔ جن اللہ والوں نے، جس طرح حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ یا ایسے دوسرے ولی جو اس مقام پر پہنچے ہیں، تو انہوں نے اللہ تعالٰی کی عظمت اور کبریائی کے آگے اپنی نفی کی اور اپنے آپ کو مٹادیا، اپنے آپ کو فنا کردیا، تو پھر اللہ تعالٰی نے ان کو بلندیاں عطا فرمائی ہیں۔ اللہ والوں کی صحبت میں آکر جب آدمی وہاں پہنچتا ہے تو خود کو ان کے حوالے کردیتا ہے، اپنے خیالات کو ختم کردیتا ہے، اپنے ارادوں کو مٹادیتا ہے، اپنی تمناؤں کو فنا کردیتا ہے، بس اسکی یہی ایک تمنا ہوتی ہے کہ میرا کوئی اور دوسرا ارادہ نہیں ہے، مگر جو میرے اس شیخ یا استاد کا ارادہ ہے، جو اس کا حکم ہے وہی میرا ارادہ ہے۔ وہی میری خوشی ہے۔ وہی میرا کام ہے۔ وہی میرا علم ہے۔ جب وہ خود کو اس طرح حوالے کرتا ہے، تب اس کے اندر اللہ تبارک وتعالٰی کی دربار میں حاضر ہونے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ وہاں ''میں وہ میں'' چل نہیں سکتی۔ شیطان نے میں کی تھی تو ہمیشہ کے لیے اس کی جڑیں اکھڑ گئیں۔ ذلت و رسوائی سے دوچار ہوا۔ اور جنہوں ہے اپنی عاجزی و انکساری ظاہر کی اور مجبوری ظاہر کی اللہ تعالٰی نے ان کو بڑا شرف عطا فرمایا۔

میں نے جو آیت کریمہ تلاوت کی، اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہی درس دیا ہے کہ جو مجھ اللہ کے بندے ہیں، خواہ نبی ہوں یا رسول ہوں یا وہ ولی ہوں یا وہ عالم ہوں، وہ جب میری بندگی کا حق ادا کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مٹاتے ہیں تو پھر ان کا کردار اور ان کی گفتار یہ ہے کہ جاہل، بددماغ، گستاخ انکے ساتھ بدکلامی کرتے ہیں لیکن وہ انکے ساتھ جھگڑا نہیں کرتے۔ ان کے ساتھ لڑائی نہیں کرتے۔ انکو طعنہ نہیں دیتے بلکہ ان کی سلامتی کی دعائیں مانگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے۔ اللہ تعالیٰ ان کورحمت سے نوازے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے۔ اللہ تعالیٰ اسے نصیحت عطا فرمائے۔ اس کے لیے ایسی دعائیں مانگتے ہیں۔ تو میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی یہ نشانیاں ہیں۔ یہودی کا مشہور واقعہ آپ نے سنا ہوگا، جس کا حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم پر کچھ قرضہ تھا۔ وہ مسجد نبوی میں دھرنا مارکر بیٹھ جاتا ہے اور حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کو اس نے گستاخانہ انداز میں کہا کہ میں آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کو گھر جانے نہیں دوں گا جب تک آپ میرے پیسے نہیں دیتے۔ میرے آقا صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے ساتھ تیرا جو وعدہ تھا، اس میں کچھ دن ابھی باقی ہیں۔ ہم اس وعدے کے پابند ہیں، تجھے اس دن تیری رقم واپس لوٹادیں گے، مگر وہ کوئی بات سمجھنے کے لیے تیار نہ تھا۔ اس نے کہا کہ میں ہرگز آپ کو گھر جانے نہیں دوں گا، میں آپ کو مسجد میں بٹھادوں گا یہاں تک کہ مجھے میری رقم ادا ہوجائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھے، دوسرے اصحاب بھی اٹھے اور انہوں نے کہا کہ اس گستاخ کی زبان ہم کاٹ دیں۔ اسے ہم ذلیل و خوارکردیں۔ اس کی گردن اڑالیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی گستاخی سے پیش آتا ہے۔ آپ کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہرگز نہیں! اسے یہ حق ہے، ہم اس کے مقروض ہیں، اس کا حق ہے جس وقت بھی چاہے ہم سے اپنا حق طلب کرسکتا ہے۔ اس حق کی طلب سے اسے کوئی بھی روک نہیں سکتا۔ صبح سے دوپہر ہوگئی، عصر کا وقت ہوگیا، مغرب ہوگئی، عشاء ہوگئی، یہاں تک کہ دوسری صبح ہورہی ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے نہ چھوڑنے کی وجہ سے وہ رات مسجد میں گذاردی۔ یہودی بیٹھا ہے، آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم بھی بیٹھے ہیں۔ صحابہ کرام بہت پریشان ہیں کہ کسی بھی طرح سے

ہم اپنے آقا صلّی اللہ علیہ وسلم کی یہ تکلیف دور کریں۔ آپ کریم صلّی اللہ علیہ وسلم بلکل پریشان نہیں۔ آخر صبح کا وقت ہوتا ہے، یہودی آگے بڑھتا ہے، قدموں میں گرتا ہے۔ ہاتھ میں ہاتھ دیتا ہے کہ مجھے خدا کے لیے ایمان میں داخل کریں غلامی میں قبول کریں۔ وہ اپنی اس محبت اور شوق سے کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اعلیہم اجمعین اس سے پوچھتے ہیں کہ آخر کیا سبب ہے کہ تو نے حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کو اذیت اور تکلیف پہنچائی؟ اس نے کہا کہ میں نے اپنی توریت میں پڑھا تھا، مختلف نشانیاں، اسم گرامی واضح اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی کا نام بھی وضاحت کے ساتھ موجود تھا۔ وہ چند اوصاف یہ تھے کہ اپنے وعدہ کے پابند ہوں گے اور اس کے ساتھ تلخ کلامی کرنے والے اور ترش رو، سخت الفاظ والے نہیں ہوں گے، کشادہ دل، متحمل مزاج اور بردباری والے ہوں گے۔ میں نے آزمانا چاہا تھا کہ کیا توریت میں جو اوصاف موجود ہیں وہ اس رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں یا نہیں؟

میرے دوستو عزیزو! موجودہ دور، یہ زمانہ، یہ دنیا، جو جہنم بن چکی ہے۔ ایک انسان دوسرے انسان کے خون کیا پیاسا ہے۔ ہر انسان اپنی خواہشات کی پیروی میں بند ہے۔ اپنے ارادہ اور اپنی خواہشات کے علاوہ اسے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ ان تعلیمات کو عام کرنے کا آج ہی وقت ہے اور انسانیت جو تڑپ رہی ہے۔ جو دردمند ہے، جو بیمارہے، بلکہ جان بلب ہے اس کا علاج انہی تعلیمات پر عمل کرنے میں ہے۔ اولیاء اللہ کی یہی تعلیم ہے، میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے یہی تعلیم دی ہے، مگر اس کے لیے شیر کے دل سے بھی بڑا دل چاہیے۔ بڑا جگر چاہیے۔ بڑی ہمت کی ضرورت ہے۔ کیا ہم اس طرح کریں کہ آپریشن کرواکر شیر کا دل اپنے سینہ میں ڈلوادیں تاکہ ہمارے اندر ایسی بردباری پیدا ہوجائے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو ہر صلاحیت سے نواز دیا ہے۔ وہ جس بھی میدان میں نکلنا چاہے اس میدان میں وہ معراج حاصل کرسکتا ہے۔ جنوب و شمال پہنچ سکتا ہے۔ مغرب و مشرق میں پہنچ سکتا ہے۔ تاروں کوفتح کرسکتا ہے۔ وہ انسان اگر اپنی انسانیت کی معراج حاصل کرنا چاہے تو وہ معراج اسے ایسے نہیں ملی گی، ہم اسے روکتے نہیں کہ تم ترقی مت کرو، بیشک ترقی کرو لیکن وہ سب ترقی کی چیزیں، بندوق، رائفل، توپ اور جہاز انسانیت کے لیے کارآمد اسی

وقت ہوسکتی ہیں جب انسان اپنے انسانیت والے مقام کو حاصل کرلے۔ مگر انسان اگر اپنے انسانیت والے مقام کو حاصل نہیں کرتا تو یہ جو بھی چیزیں تخلیق ہورہی ہیں وہ اس کے لیے وبال جان ہوجائیں گی۔ اس کے لیے مصیبت ہوں گی۔ اس کے لیے پریشانی کا باعث ہوں گی۔ انسان اپنی انسانیت والی معراج کو حاصل کرلے تو اس معراج کو حاصل کرنے کے لیے انسان کو عزم و پختگی کی ضرورت ہے۔ اگر پہاڑ بھی راستہ میں آجائیں تو اسے گھبرانا نہیں چاہیے۔ وہ پہاڑ کونسے ہوں گے؟ وہ پہاڑ ہوں گے رکاوٹ کے، وہ پہاڑ ہوں گے طعن و تشنیع کے، وہ پہاڑ ہوں گے پریشانیوں کے۔ انسان اگر عزم پختہ کرکے آگے کی طرف قدم بڑھائے تو یہ پہاڑ پہاڑ نہیں رہیں گے بلکہ یوں سمجھیں کہ روئی سے بھی زیادہ معمولی اور ہلکے ہوجائیں گے۔ اس لیے عزم پختہ کرکے قدم آگے بڑھاؤ اور ہمت بڑھاؤ۔

میں یہ عرض کررہا تھا کہ ہمارے دل میں یہ کشادگی کس طرح پیدا ہوگی، وہ تحمل و بردباری کسی طرح پیدا ہوگی؟ وہ تحمل و بردباری اسی وقت پیدا ہوگی، جب ہماری نظر لوگوں سے ہٹ جائے گی، بازاروں سے ہٹ جائے گی، زمین سے ہٹ جائے گی، دکانوں سے ہٹ جائے گی، قلعوں سے ہٹ جائے گی۔ اس نظر کا صرف ایک مرکز ہے وہ وہ اللہ جلشانہ کی ذات۔ پس جب ہماری نظر مخلوق پر ہے تو پھر ہمارا حال یہ ہے کہ ہم جو بھی اچھا کام کرتے ہیں جو بھی عبادت کرتے ہیں وہ مخلوق کی واہ واہ کی خاطر کرتے ہیں، ان کو دکھانے کے لیے کرتے ہیں لیکن جب ان سے نظر ہٹ جائے گی، تو پھر اسے کوئی بھی پرواہ نہیں ہوگی کہ کروڑوں کے درمیان بیٹھا ہے یا اکیلا کمرے میں بیٹھا ہے۔ اسے کوئی پرواہ نہ ہوگی اس کی نظر صرف اللہ تعالی کی ذات ہوگی۔ لاکھوں لوگوں کے بیچ میں ہوتے ہوئے بھی وہ جتنا اللہ تعالی سے ڈرے گا اس سے زیادہ تنہائی میں خدا سے ڈرے گا۔ لوگ اسے برا بھلا کہیں گے مگر اسے پرواہ نہیں ہوگی۔ لوگ اسے پریشان کریں گے اسے پرواہ نہ ہوگی۔ لوگ اسے تکلیف دیں گے اسے پرواہ نہ ہوگی۔ اسے پرواہ صرف ایک ہی ہوگی کہ مجھ سے میرا حقیقی یار نہ روٹھ جائے۔ اس کی ناراضگی کو وہ کبھی بھی قبول نہیں کرے گا۔ اس لیے میرے دوستو! حوصلہ اور ہمت کرو، اپنے اندر حوصلہ پیدا کرو، قدم آگے بڑھاؤ تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ دن جو ہمارے گذررہے ہیں، یہ دن گذرنے

کے ساتھ ساتھ ہمارے اور خدا تعالیٰ کے درمیان جو بھی مفاصلے ہیں، جو بھی رکاوٹیں ہیں، جو چیزیں حائل ہیں وہ کم ہوتی جائیں گی۔ دن بدن خدا تعالیٰ کا وصال و قرب زیادہ ہوتا جائے گا۔ پھر اسی قدر قلب کشادہ ہوگا، اتنا ہی زیادہ نفس پاک ہوگا، اتنی ہی آپ کی نیتیں صاف ہوں گی، اتنا ہی آپ کا قلب سلیم ہوگا اتنا ہی آپ کا دماغ خوبصورت ہوجائے گا، آپ کے کام بھی اچھے ہوجائے گے، آپ کے دل میں سکون پیدا ہوجائے گا، سرور اور اطمینان پیدا ہوجائے گا، لذت پیدا ہوجائے گی۔ آپ کو دنیا کی جو مصیبتیں اور پریشانیاں نظر آتی ہیں وہ آپ کو اس طرح نظر نہیں آئیں گی بلکہ ان کے پیچھے ایک ذات کا ارادہ و مشیت نظر آئے گی، وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ان غموں اور پریشانیوں میں آپ کو لطف و سکون، سرور اور اطمینان محسوس ہوگا، کیونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی دین ہے اور پھر میں عرض کررہا تھا کہ دل کشادہ ہوجائے گا۔ دل کشادہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم شیر کا دل لگالیں۔ جیسے کہ ہمارے ہاں کہا جاتا ہے کہ بھائی فلاں کے دل میں گیدڑ ہے۔ گیدڑ کا مطلب یہ نہیں کہ گیدڑ دل میں چھپ کر بیٹھ گیا ہو یا وہ چیخ رہا ہو۔ گیدڑ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی نیت میں کھوٹ ہے۔ جب ہم اپنے ارادے اور عزم کو پختہ کرلیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ مردہ دل کشادہ ہوجائے گا۔ قلب کی کشادگی کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر مشکل کے وقت بہادری کے ساتھ مقابلہ کرلے گا۔ اس میں قوت ارادی پیدا ہوگی۔ استحکام اور استقامت پیدا ہوگی۔ اس لیے میرے دوستو! دیکھیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات کو، بدر کے مقام کو دیکھو، احد کے مقام کو دیکھو، سینکڑوں غزوات اور معرکے ہوئے جن میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کم تھے، نہایت قلیل، مگر اکثر پر حاوی ہوگئے۔ فتح مند ہوگئے۔ یہ کیا تھا؟ یہ ان کی بہادری تھی۔ اللہ تعالیٰ پر ان کی نظر تھی۔ اس کی مدد اور نصرت پر یقین تھا۔ انسانیت کا معراج اسی طرح حاصل ہوتا ہے۔ میرے دوستو! بصورت دیگر ہمارا یہ جھگڑا اور لڑائی اور مارپیٹ جو چل رہی ہے، وہ دن بدن ہمیں پستی میں گراتی جائے گی، حتیٰ کہ ہم حیوانوں سے بھی پیچھے ہوجائیں گے، حیوانوں سے بھی نیچے گرجائیں گے۔

تو دوستو عزیزو! اس طرح سے ہمارے اندر جو انتقامی جذبات پیدا ہوتے ہیں، لڑائی کے خیالات پیدا ہوتے ہیں، وہ ہمارے معاشرہ کے لیے زہر قاتل ہیں۔ کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات کو آپ نے پڑھا ہوگا، جس صحابی کو کوئی چیز ملتی تھی وہ چاہتا تھا کہ اسے میں اپنے بھائی کے پاس پہنچادوں۔ اگر کوئی صحابی دوسرے دوستوں کو رنج و مصیبت میں دیکھتا تھا تو چاہتا تھا کہ یہ تکلیف اور رنج مجھے ہو، اسے نہ ہو۔ یہ میرے آقا صلّی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا بہترین پھل تھا۔ یہ حقیقتیں مجھ مسکین میں بھی نہیں ہوں گی۔ کوشش کرنا ہمارا فرض ہے ان چیزوں کو سامنے رکھ کر مقصد زندگی بنانا ہمارا کام ہے پھر توفیق اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

ناامید نہ ہوں

بمقام سالانہ جلسہ درگاہ اللہ آباد شریف کنڈیارو

تاریخ: 1993-11-05

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَاتَقْنَطُوْا مِنْ الرَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا۔ (سورۃ الزمر39، آیۃ53)

صدق اللہ العظیم

فقال اللہ تبارک و تعالیٰ فی شان حبیبہ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

(سورۃ الاحزاب33، آیۃ56)

اللّٰھم صلی علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

میرے محترم دوستو!

یہ ناچیز گناہگار سیاہ کار نہایت شرمندہ ہے کہ ایسی مقدس ہستیاں نیچے ہوں یہ ناچیز اوپر بیٹھے۔ آپ جو حضرات اتنے دور سے سفر کرکے میرے مرشد مربی کے مہمان بن کر آئے ہیں آپ سب میرے لیے قابل صد تعظیم ہیں۔ آپ دوستوں کے فرمان اور آپ کی سہولت کی خاطر یہ ناچیز اوپر بیٹھا ہے۔ ویسے بھی کیا آپ

نے نہیں دیکھا سمندر کہ اس میں خس و خاشاک اوپر تیرتے رہتے ہیں لیکن جو موتی ہوتے ہیں وہ نیچے ہوتے ہیں۔ حضرات میرے مرشد مربی کے مہمان، اس ناچیز کے قابل احترام ہستیاں، آپ تو گوہر نایاب ہیں ایسے گوہر آج دنیا میں کہاں ملتے ہیں۔ ایسی بزرگ ہستیاں، ایسے گوہر نایاب جو خدا کے لیے اپنے گھروں کو چھوڑیں، سفر کی صعوبتوں کو برداشت کریں، دنیا کے طالب نہ ہوں، اللہ کے طالب ہوں بھئی ایسے لوگ تو ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے۔ آپ قابل تعظیم قابل توقیر ہیں قابل مبارک باد ہیں کہ ایسے پرفتنہ دور میں، ایسے دجالی دور میں آپ کو ایسا سفر نصیب ہوا۔ آپ کو مبارک ہو کہ اپنے گھروں کو چھوڑا، اپنے وطن کو چھوڑا، اپنے اہل وعیال کو چھوڑا اللہ کی رضا کے لیے۔

میرے دوستو عزیزو! آپ تو میرے مرشد و مربی کا وہ چمن ہیں یہ سب علماء، سب خلفاء میرے مرشد مربی کے قائم کردہ ایسے چمن کی صورت رکھتے ہیں جس کی آپ نے خون جگر سے آبیاری کی۔ یہ ناچیز دیکھتا تھا کہ آپ ڈھائی بجے بیدار ہوجاتے اور ساری ساری رات دعاؤں میں گذارتے۔ یہ دعائیں کس کے لیے تھیں؟ ان علماء کے لیے تھیں، یہ ان خلفاء کے لیے تھیں، یہ ان صلحاء کے لیے تھیں جو آپ کی امیدوں کا مرکز تھے۔ ہم اپنی ذات کے لیے دعا کرتے ہیں کہ اے میرے مولٰی مجھے فلاں چیز عطا فرمادے۔ مجھے فلاں چیز عطا فرمادے لیکن اللہ والے اپنی ذات سے زائد مخلوق خدا کا فکر رکھتے ہیں میرے مولٰی یہ صالح بن جائیں، تیرے آشنا بن جائیں، ان کو درد دل عطا فرما۔ ان کو اپنی محبت نصیب فرما، ان کو خلوص سے نواز دے۔ یہ مدرسہ قائم فرمایا۔ خلفاء کرام کی ایک جماعت تشکیل دی، علماء کرام کی تربیت کی۔ آخر اس کا مقصد کیا تھا؟ اس کا مقصد اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں تھا کہ اللہ تعالٰی راضی ہوجائے۔ وہ ذات جو غنی اور بے پرواہ ہے جس کو کسی کی احتیاجی نہیں۔ ہر ایک اس کا محتاج ہے۔ جسے ہماری عبادت کی ضرورت نہیں ہے وہ اللہ تبارک وتعالٰی کی عظیم ذات، وہ مہربان شفیق کریم ذات اس کے رضا کے طالب تھے۔ وہ ہمیشہ فرماتے تھے

اگر تو اک نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

جے تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

اے میرے مولیٰ اگر تو میرا نہیں ہے۔ تو مجھ پر راضی نہیں ہے۔ تو یہ سارا جہاں اگر میرا ہو بھی جائے تو بھی کچھ میرا نہیں ہے۔ کیونکہ جس کا خالق ہوگیا وہی حقیقت میں ہر چیز کا مالک بن گیا۔ لیکن دنیا فانی کا جو مالک بن گیا ہے بادشاہت مل گئی ہے۔ حکومت مل گئی ہے۔ وہ ایک دن فنا ہوجائے گا۔ لیکن جو اس نے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا ہے، اس کی عبادت کی ہے، اس کا ذکر کیا ہے، اس سے محبت کی ہے یہ تو ایسا قیمتی خزانہ ہے ایسی لازوال دولت ہے جو کبھی فنا ہونے والی نہیں ہے۔ میرے عزیزو دوستو! انسان کی جو پیدائش ہے، اس کی پیدائش دو جوہروں سے ہے۔ ایک جوہر سفلی ہے جس کا تعلق عالم خلق سے ہے۔ اور اس میں ایک جوہر علو کا رکھا گیا ہے۔ جوہر علوی۔ جس کا تعلق مافوق الارض سے ہے اور جوہر سفلی اس کا جو تعلق ہے وہ ہمارے جسم کے ساتھ ہے۔ اور جو علو ہے، جوہر علوی ہے۔ اس کا تعلق ہمارے قلب اور روح کے ساتھ ہے۔ یاد رکھو یہ ہمارا جوہر سفلی یعنی ہمارا جو جسم ہے، اعضاء ہیں یہ مریض ہوجاتے ہیں۔ ان کو بیماری لاحق ہوجاتی ہے۔ اب انسان اگر علاج نہ کرائے۔ اس بیمار جسم کو ڈاکٹر کی تلاش نہ ہو۔ اس کے پاس نہ پہنچے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے اس کو مرض ایسا پکڑلیتا ہے کہ اس کو ہلاکت کے قریب پہنچادیتا ہے۔ قبر تک اس کو پہنچادیتا ہے۔ اسی طرح ہمارا قلب اور روح ہے۔ یہ ایک نفیس جوہر ہے۔ لیکن اسکو بھی بیماری لاحق ہوسکتی ہے۔ اس کو بھی مرض لاحق ہوتا ہے۔ اگرچہ اس مرض کا ادراک ہم عقل سے نہیں کرسکتے۔ ذہن سے نہیں کرسکتے۔ اس کا ادراک وہ لوگ کرتے ہیں جن کو بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ جن کی قلب کی آنکھ روشن ہوتی ہے۔ جن کے دل کا رابطہ اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ جو مخلوق سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت کرتے ہیں۔ وہ اس تمہارے قلب اور روح کے معالج اور ڈاکٹر ہیں۔ وہ کون لوگ ہیں؟ وہ حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں جو اس دنیا کے تختے پر تشریف لائے۔ ڈاکٹر اور طبیب تو جسم کا علاج کرتے تھے۔ جسم کے مرضوں کا علاج کرتے تھے۔ جسم کی بیماریاں دور کرتے تھے۔ کسی کا بازو ٹوٹ گیا، کسی کو سر میں چوٹ لگ گئی، کسی کو بخار نے آکر پکڑا، کسی کو اور مرض لاحق ہوا اس مرض کے لیے ڈاکٹر کے پاس چلا گیا۔ اگر گیا ہے تو اس کا علاج ہوا اس کو کچھ دوائیں دیں اور کچھ احتیاجیں بتائیں یہ تیرا علاج ہے یہ تیری احتیاط ہے۔ اگر علاج کرے گا احتیاط نہیں کرے گا تو فائدہ

نہیں ہوگا اگر علاج ہی نہ کرائے تو پھر تو تو بہت بڑا بے وقوف اور نادان ہے۔ کیونکہ جب تو ڈاکٹر کے پاس آگیا ہے اب تیرا اپنا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ اب ارادہ وہ ہے جو ڈاکٹر کہے۔ اگر وہ تیرے پیٹ کو چاک کرنا چاہے تو تو بھی حاضر ہے، اگر تیرے بازو کو کاٹنا چاہے تو بھی اس کی بات کا یقین کرلیتا ہے، اگر تیری آنکھ نکالنا چاہے تو بھی تو اس میں بہتری بھلائی سمجھتا ہے۔ تو اس جسم کی بیماری کے لیے ہم اتنے پریشان ہوتے ہیں اور اس قدر سرگرداں ہوتے ہیں اور اتنی کوشش کرتے ہیں لیکن یاد رکھو ہمارے قلب اور روح کو بڑی بیماریاں لاحق ہیں جس طرح ارشاد خداوندی ہے

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ۔ (سورۃ بقرہ 2، آیۃ 10)

یعنی ان کے دلوں میں مرض ہے۔ یہ منافقین کا تذکرہ یہاں پہ چند آیات سے شروع ہوتا ہے اور گیارہ بارہ آیات تک منافقین کا تذکرہ ملتا ہے۔ یعنی ان کے دل میں کفر کا مرض تھا۔ ظاہری طورپر وہ نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ روزے رکھا کرتے تھے۔ جہاد میں شامل ہوا کرتے تھے بعض اوقات۔ لیکن اللہ تعالی نے فرمایا ان کے قلب میں مرض ہے۔ ظاہری طور پر یہ تو صحتمند ہیں۔ یہ آپ صحابہ کرام کی سی صورت بنالیتے ہیں، ان کی طرح عمل بھی کرلیتے ہیں، انکی طرح آداب کرلیتے ہیں لیکن ان کے دل میں مرض ہے۔

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا۔ (سورۃ بقرہ 2، آیۃ 10)

پھر اللہ تعالٰی نے ان کے کفر کو ظاہر کیا اور سب لوگوں کے سامنے واضح کیا۔ اور ان کی مذمت میں آیتیں نازل فرمائیں۔ تو ان کے مرض میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔ حضرات مفسرین کرام فرماتے ہیں اس مرض سے مجازاً وہ مرض بھی لیا جاسکتا ہے جو ہمارے قلوب کو لاحق ہوتا ہے۔ حسد لاحق ہوگیا۔ تکبر لاحق ہوگیا۔ بغض لاحق ہوگیا۔ ریا لاحق ہوگیا۔ یہ ایک ایسا مرض ہے جو تیرے قلب سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مرض کا علاج تم پر واجب ہے، لازم ہے۔ جس طرح حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

یامریض الباطن علیك بالدواء۔

اے باطن کے مریض تیرے اوپر دوا لازم ہے۔ واجب ہے۔ افسوس ہے کہ اس مرض کا تو احتیاط نہیں رکھتا۔ خیال نہیں رکھتا۔ تو اس علاج کے لیے کوشش نہیں کرتا۔ تو معالج کے پاس نہیں جاتا۔ تو وہ معالج حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں یا وہ لوگ ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے پیروکار ہیں۔ ان کے نقش قدم پر چلنے والے وہ شیوخ، وہ اولیاء کرام، وہ اہل تقویٰ، وہ اہل احسان، وہ اہل اخلاق جن کا اٹھنا بیٹھنا اللہ کے لیے ہے۔ جن کی زندگی اور موت اللہ کے لیے، جن کی نماز اللہ کے لیے، جن کے صدقات خیرات اللہ کے لیے، جن کی شادی غمی اللہ کے لیے اور کسی مقصد کے لیے نہیں ہے۔ ایسے لوگ اس قلب اور روح کے معالج ہیں۔ اسی صوفیاء کہتے ہیں کہ شیخ اپنی جماعت میں اس طرح ہوتا ہے جس طرح نبی اپنی امتیوں میں ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ نبی کا پیروکار ہے، اس کے نقش قدم پر چلنے والا ہے تو اب اس کے پاس ہم اور آپ کو جانے کی ضرورت ہے لیکن جو حقیقی ڈاکٹر اس جسم کا علاج کرنے والے ہوں۔ اس مرض کی تشخیص کرنے والے ہوں اس مرض کو سمجھنے والے ہوں بہت کم کم پائے جاتے ہیں۔ ایسے تو ڈاکٹر بہت سارے مل جاتے ہیں کہیں بھی چلے جاؤ تمہیں ڈاکٹر ملیں گے۔ لیکن جو صحیح معنٰی میں تیرے دل کی تشخیص کرے، اچھی طرح سے جو تیرے مرض کو جان لے اور اس کا صحیح علاج کرے ایسے لوگ بہت کم بلکہ نایاب ہوگئے۔ کیونکہ ڈاکٹری مقدس پیشہ ہے۔ لوگوں کی خدمت ہے تو اس طرح خدمت کو خدمت سمجھنے والے بہت ہی تھوڑے ہیں۔ اس خدمت کو پیسہ کا ذریعہ بناکر پیسے کا حصول بنانے کے لیے پائے جانے والے بہت زیادہ ہیں۔ تو نیک لوگوں کی تلاش، ایسے لوگوں کی سوانح اور سیرت کو پڑھنا، انکے اخلاق اور عادات کا مطالعہ ان کے نقش قدم پر چلنا، ان کی پیروی کرنا اس سے ہماری بہتری اور بھلائی ہے۔ اس کے بغیر ہمیں نجات حاصل نہیں ہوسکتی۔ اسکے بغیر کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔ جو محبوب سبحانی غوث صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا جو ملفوظ اس عاجز نے عرض کیا اس میں آگے آپ فرماتے ہیں

لایکون ھٰذا الدواء الاعند الصالحین۔

یہ دوا تلاش کرنا چاہتا ہے؟ یہ دوا تمہیں کہیں نہیں ملے گی۔ مشرق میں نہیں ملے گی، مغرب میں نہیں ملے گی، شمال اور جنوب میں نہیں ملے گی ہاں اگر یہ چیز ملے گی تو صالحین کے پاس ملے گی۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانی جسم کے اندر ایک نعمت رکھی ہے اور آخرت میں ایک نعمت رکھی ہے۔ آخر میں جو نعمت رکھی ہے وہ بہشت ہے۔ جو کہ انعاموں کا مرکز ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ بندوں کی جگہ کو مقرر کیا ہے۔ لیکن اے انسان جو تیرے جسم میں نعمت رکھی گئی ہے وہ تیرا قلب ہے۔ اب تیرے اختیار میں ہے اس قلب کو حقیر بنادے عظیم بنادے۔ اگر اس قلب میں تو دنیا کی محبت کو پالتا ہے۔ اس قلب میں اگر تو اپنی ذات کی محبت پالتا ہے۔ اپنی انا کو پالتا ہے۔ اپنی اولاد کی محبت کو پالتا ہے تو پھر تو اس کو حقیر بنادے گا۔ گھاس پھوس کی طرح جو زمین پر پڑا رہتا ہے اور پاؤں تلے روندا جاتا ہے۔ اگر اس میں تو اللہ کی محبت کو پالتا ہے۔ اس دل کو اللہ کی محبت کا مرکز بنالیتا ہے تو اس کی عظمت اتنی بڑھ جاتی ہے اتنی بڑھ جاتی ہے کہ میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لایسعنی ارضی ولاسمائی ولکن یسعنی قلب عبد مومن

مجھے زمین اور آسمان نہیں سماسکتے۔ مجھے عرش و کرسی نہیں سماسکتے۔ ارشاد خداوندی ہے اگر کوئی جگہ مجھے سما سکتی ہے تو انسان تیرا دل ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرا مقام ہے۔ اور تو اس کو اپنی انا، اپنے حسد، بغض اور محبت دنیا، اموال اور اولاد کا مرکز بنالیتا ہے تو یہ کس طرح خدا تعالیٰ کی محبت کا مرکز بن سکتا ہے۔ اگر تو اس میں کتے کی محبت رکھتا ہے تو حقیقت یہ ہے کہ تونے اس کی قدر اتنی ہی کم کردی۔ اگر تو اس میں رقم کی محبت رکھتا ہے تو تو نے بھی اپنی قدر و منزلت اتنی ہی کم کردی ہے۔ اگر تو اس میں زمین کی محبت رکھتاہے تو بھی تو نے اپنی قدر و منزلت کو گرادیا ہے۔ اگر تو اس میں بیوی اور بچوں کی محبت رکھتا ہے تو بھی

تونے اپنی قدر و منزلت کو اتنا ہی گرادیا۔ اگر تو اس دل میں اللہ کی محبت رکھتا ہے۔ اس حبیب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی محبت رکھتا ہے تو تو نے اس کی قدر و منزلت کو بلند کردیا۔

دیکھئے انسان تو انسان ہے بلکہ وہ اصحاب کہف کا کتا تھا جو کہ ایک ناپاک جانور ہے۔ ایک حرام جانور ہے۔ یہاں تک کہ جو احادیث میں آیاہے کہ جس گھر میں کتا موجود ہے اس گھر میں اللہ کی رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ وہ بھی کتا ہے اور یہ بھی کتا ہے اور انہی کی نسل کا کتا ہے۔ جو اصحاب کہف کے پیچھے لگتاہے۔ اپنی دل میں اللہ والوں کی محبت کو جگہ دے دیتاہے۔ اس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ قران مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ وہ کتا ان کے دروازے کی چوکھٹ پر اپنے پاؤں پھیلائے ہوئے بیٹھا ہوا ہے۔ قرآن کریم کا یہ ترجمہ ہے قرآن کریم میں آیۃ کریمہ موجود ہے کہ وہ کتا جب اپنے دل میں ان اللہ والوں کی محبت کو جگہ دیتا ہے۔ ان کے پیچھے چلتا ہے۔ اس کو مارتے بھگاتے ہیں نہیں ہٹتا۔ وہ ان سے محبت کرتا ہے۔ تو اس کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ اس محبت کی وجہ سے یہ کتا اس مقام کو پہنچا کہ قرآن کریم میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ تو حضرات ملائکہ ان لوگوں کے، اصحاب کہف کے پہلوؤں کو ہلانے کے لیے زمین پر تشریف لاتے ہیں اور ان کے پہلوؤں کو بدل کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں واپس جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرماتا ہے کیا سب میرے دوستوں کے پہلوؤں کو تم نے بدل دیا ہے؟ کروٹ بدل دی ہے؟ وہ کہتے ہیں یا الٰہ العالمین بے شک۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں میرے ایک دوست کو تم بھول گئے ہو اور جاؤ پھر ان کی کروٹ بدل کر آؤ وہ جاتے ہیں دیکھتے ہیں سب کی کروٹ بدلی ہوئی ہے۔ وہ اس کتے کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے بھی میرے دوستوں سے محبت کی ہے۔ اگر چہ ناپاک ہے اور اے فرشتو آپ کو اجازت نہیں ہے کہ اس گھر میں داخل ہوجاؤ جہاں کتا موجود ہو لیکن یہ کتا وہ کتا نہیں۔ یہ کتا میرے دوستوں سے محبت کرنے والا ہے اس کا مقام یہ ہے کہ فرشتے اپنے ہاتھوں سے اس کی کروٹ کو بدلتے ہیں۔

تو میرے دوستو! جیسی محبت وہ اپنے دل میں پالے گا وہ ہی تیرا مقام ہے۔ اب اگر تو اپنی قدر و منزلت کو جاننا چاہتا ہے، اپنی حیثیت کو جاننا چاہتا ہے، اپنے مقام کو پانا چاہتاہے تو اپنے قلب پر غور فکر کر کہ

تیرا حال کیا ہے اور تیرا مقام کیا ہے۔ جب اس مقام پر آتے ہیں جس طرح اس دنیا سے پرخلوص ڈاکٹر اور طبیب ختم ہوگئے۔ وہ بہت کم ملتے ہیں۔ اس طرح اصلاح قلب کرنے والے بہت کم ملتے ہیں۔ اب ایسے موقعہ پر ہم کہاں جائیں جب کہ آیت قرآنی میں اللہ تعالیٰ کا ارشادموجود ہے کہ

لَاتَقْنَطُوْا مِنْ الرَّحْمَةِ اللهِ۔ (سورۃ الزمر39، آیۃ53)

اے میرے بندو! میری رحمت سے مایوس مت ہو کر بیٹھ جانا۔ بلکہ وہ اسباب اور ذرائع کو استعمال کر جو میں نے اپنی ذات تک، اپنی وصل کے لیے مقرر کیے ہیں۔ جب تو ان اسباب ذرائع کو استعمال کرے گا تو پھر تو میرے قرب کو پالے گا۔ یا اللہ العالمین ہم تو گناہگار ہیں، ہم تو سیاہ کار ہیں، ہم تو سر سے پاؤں تک گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، ہم تو صبح شام خطاؤں میں گذار دیتے ہیں، ہم چوری میں شامل ہوتے ہیں پھر توبہ کو توڑ بھی دیتے ہیں۔ اے میرے مولی ہم جائیں تو کہاں جائیں؟ کتنے بھی گناہ گار سہی، کتنے بھی ناکارہ سہی، کتنے بھی سیاہ کار سہی لیکن آئیں گے تو تیرے در پر کہ تیرے در کے سوا اور کوئی در نہیں ہے۔

خوا ر ہیں بدکار ہیں ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں
کچھ بھی ہیں لیکن تیرے محبوب کی امت میں سے ہیں

اے میرے مولی ہم خوار ہیں، ذلیل رسوا ہیں، ہم سیاہ کار ہیں، ہم نے صبح اور شام گناہوں میں بسر کردی ہے اور تو کچھ ہمارے پاس نہیں ہے لیکن ایک نسبت ہمارے پاس ہے کہ ہم تیرے محبوب کی امت میں سے ہیں۔ اور تیرے حبیب کو تیری امت سے بے حد پیار اور محبت ہے۔ اتنا پیار اور اتنی محبت کہ آپ صبح اور شام اپنی امت کی مغفرت کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ اپنے گھر کو چھوڑ کرغاروں میں چلے جاتے ہیں، سربسجود ہوکر دن گذر جاتے ہیں، راتیں گذر جاتی ہیں۔ اپنی امت کی مغفرت کے لیے دعائیں فرماتے رہتے ہیں۔ ہم ان کی نسبت کا واسطہ لے کر اے میرے پروردگار تیری بارگاہ میں آئے ہیں۔

خلق کے راندے ہوئے دنیا کے ٹھکرائے ہوئے

اب آئے ہیں در تیرے پر ہاتھ پھیلائے ہوئے

ہم اس مقصد کے لیے آئے ہیں۔ میرے عزیزو دوستو یہاں کیوں آئے ہیں؟ اے میرے مولیٰ ہم تم سے معافی طلب کرنے کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ تجھ سے نیک کاموں کی توفیق کے لیے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں۔ ہم عزم اور ارادہ کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ اس عزم اور ارادہ تک پہنچانے کے لیے تو توفیق عطا فرمائے گا۔ ہم عزم کرتے ہیں، ہم ارادہ پختہ کرتے ہیں کہ تیری راہ میں استقامت کے ساتھ چلیں گے، تیری محبت کے راستے میں دن بدن آگے بڑھیں گے لیکن توفیق تو میرے پروردگار تیری طرف سے میسر ہوگی۔ تو میرے عزیزو دوستو یہی مقصد ہے کہ ہم یہاں جمع ہوئے ہیں۔ ہم اس لیے جمع ہوئے ہیں کہ اپنی ذات، اپنے جسم، اپنے قلب، اپنے احوال اپنی کیفیات پر غور کریں کہ ہم کیا کررہے ہیں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ کس طرح ہم نجات پاسکتے ہیں۔ کس طرح ہم فلاح پاسکتے ہیں کس طرح ہم اللہ تعالیٰ کو راضی کرسکتے ہیں۔ تو میرے دوستو و عزیزو اب ذرا اپنے دل میں جھانک کر دیکھیں کہ کیا یہ خیالات ہمارے دل میں موجود ہیں؟ کیا یہ فکرات ہمارے دل میں سمائے ہوئے ہیں؟ کیا یہ توجہات ہمارے دل میں سمائے ہوئے ہیں؟ کون سی محبت ہے جو اس دل میں موجود ہے؟ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کسی اور کی محبت موجود ہے تو اس محبت کو باہر نکال کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جب تو یہ کوشش کرے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدد بھی شامل ہوجائے گی۔ جس طرح ارشاد خداوندی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ (سورۃ العنکبوت 29، آیۃ 69)

جو لوگ بھی میرے راستے میں کوشش کریں گے، اپنے قدم کو آگے بڑھائیں گے، میری طرف بڑھیں گے، میری طرف متوجہ ہوں گے تو ان کے ہدایت کے راستے میں کھول دوں گا۔ یہ نہیں کہا گیا کہ کوئی عالم ہو مولوی ہو یا کوئی پیر ہو یا کوئی سید ہو یا کوئی گورا ہو یا کالا ہو۔ مشرق کا ہو یا مغرب کا رہنے والا ہو، ایشیا کا

یا یورپ کا رہنے والا۔ یہ نہیں کہا گیا بلکہ جو بھی لوگ ہوں گے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہدایت کے دروازے کھول دے گا۔ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ایسے لوگوں کے پاس جانا چاہیے جو اس مرض کا علاج جانتے ہیں۔ ڈاکٹر کے پاس کوئی جاتا ہے تووہ پہلے نبض کو دیکھتا ہے۔ تیری نبض کو دیکھ کر تجھ کو بتاتا ہے کہ تیرے اندر یہ بیماری ہے۔ اب آدھا ماشا اس دوا کا استعمال کر، یہ چیز استعمال کر، چار ماہ سے فلاں چیز استعمال کر، یہ شربت مقوی ہے، پہلے یہ دوائی استعمال کرلے اور تجھ کو یہ احتیاط بھی کرنی ہے کہ فلاں چیز استعمال نہ کرنا، فلاں چیز نہ کھانا، تیری طبع کی موافق نہیں ہے۔ اب اگر تو کہے کہ میں اس طرح نہیں کرتا بلکہ ڈاکٹر کے کہنے سے تو مخالفت شروع کردے تو نتیجہ میں تو اپنے بدن کو ہلاک کردے گا۔ اپنے آپ کو موت تک پہنچا دے گا۔ تیری ہلاکت جسمانی اسی میں ہے۔ تو اللہ والوں کے پاس ہم جب جاتے ہیں تو ہمیں وہ علاج بھی بتا تے ہیں کبھی فرماتے ہیں ہر آدھی رات کو بیدا ہوکر تہجد کی نماز پڑھنا یہ تیرا علاج ہے کہ چار نوافل یہ چار مقوی شربت ہیں۔ جب تو یہ چار جام شربت کے ان کو پیئے گا تو یہ روحانی قوت میں اضافہ ہوگا۔ تیرے قلب میں وہ روحانی قوت پیدا ہوگی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نظر گاہ بن جائے گا۔ اس کی صفائی ہوجائے گی۔ جب نفل تو ادا کرلے تو اب فارغ مت بیٹھ بلکہ تو اپنی پگڑی اتاردے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سربسجود ہوکر اپنے گناہوں کو یاد کرکے گڑگڑانا شروع کردے، رونا شروع کردے، اے میرے مولیٰ میں تو گناہ گار ہوں، میں تو سیاہ کار ہوں، میں تو تیرے دروازے پر آنے کے لیے لائق نہیں ہوں لیکن کیا کروں اور کوئی دروازہ بھی نہیں کہ جہاں میں جاسکوں۔ اے میرے مولیٰ میں کتنا بھی خطا کار ہوں، کتنا بھی سیاہ کار ہوں لیکن تیری رحمت کا امیدوار ہوں۔ اپنی خوب پیشانی کو رگڑ۔ اپنے پروردگار کو یاد کر۔ اس کی رحمت کو طلب کر۔ اس کی مغفرت کو طلب کر۔ اس سے رزق کو طلب کر۔ اس سے صحت کو طلب کر۔ پریشانیوں کا حل طلب کر۔ سب کچھ تیرے ہاتھ میں ہے لیکن افسوس ہے کہ تو خود ہی ناکارہ بن کر بیٹھ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہاتھ میں کنجیاں دی ہیں۔ یہ کنجی رزق کی ہے۔ یہ کنجی تیرے لیے میری محبت کی ہے۔ یہ آخرت کی نجات کی ہے۔ یہ قبر سے رستگاری کی ہے۔ یہ عذاب سے نجات کی ہے۔ اب تو خود ہی اس کنجی کو استعمال نہ کرے تو

اللہ تعالیٰ کا کیا قصور۔ تو بارگاہ میں سربسجود ہوکر اپنے گناہوں کی بخشش طلب کر۔ یہ بھی تیرے مرض کا علاج ہے جب تو کرچکے تو پھر اپنی دل کی طرف متوجہ ہوجا۔ اب تو محسوس کرکہ کیا فائدہ ہوا؟ اس دل کی کیفیت کیا ہے؟ اس دل کے آئینے میں کس کی صورت بستی ہے؟ اس دل کے آئینے میں کونسی محبت رہتی ہے؟ اس دل کے آئینے میں تجھے کیا نظر آتا ہے؟ اپنے دل کی طرف متوجہ ہوجا۔ بے شک ہم گناہ گار ہیں، بے شک ہم سیاہ کار ہیں، اپنے محبوب بندوں کا توسل دے کر، ان کا تصور اپنے ساتھ کرکے، ان کی رحمت کا جو نزول ہوتا ہے ان کے توسل سے وہ رحمت کا نزول تو اپنے اوپر بھی کرنا شروع کردے۔ مصیبت سے مت گھبرا، پریشانیوں سے مت گھبرا، تو کبھی بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھ ہمیشہ تیری نظر آگے رہنی چاہیے۔ آزمائشیں ابتلائیں آتی رہیں گی۔ امتحانات ہوتے رہیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ۔ (سورۃ البقرہ 2، آیۃ 155)

ہم ضرور آزمائیں گے ان لوگوں کو جو ہماری راہ میں چلتے ہیں، خوف کی صورت میں ان کو آزمائیں گے۔ ان پر خوف طاری ہوگا، لوگوں کی مخالفت شروع ہوگئی، دشمنی شروع ہوگی، دوست دشمن بن گئے۔ وَالۡجُوۡعِ اور بھوک کی صورت میں۔ پہلے تیرے پاس بڑی زمینیں تھیں، بڑی جائیدادیں تھیں، تیرے پاس بڑی دولت تھی اب کہ جو تم نے خدا کی راہ میں قدم رکھا ہے اللہ تعالیٰ کی محبت کی طرف مائل ہوا، تو تیرے اوپر وہ آزمائشیں آگئیں۔ وہ دکان میں اتنی بکری نہیں ہوتی، زمینوں میں اتنی آمدنی نہیں ہوگی۔ یہ خدا کی طرف سے آزمائش ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندے کو اپنے سے غافل پاتا ہے، اپنے سے دور پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ بندہ مجھ سے غافل کیوں ہے۔ حالانکہ اس کا فائدہ تو میرے در پر آنے سے ہے۔ پھراس کی بھلائی کے لیے اس پر مصیبت نازل فرما دیتا ہے۔ اب وہ بھاگتا ہے خدا کی طرف۔ اب وہ دعائیں مانگتا ہے، اب وہ خدا کو یاد کرتا ہے، اب خدا سے معافی طلب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات فرماتی ہے اپنے فرشتوں کو اب تو بڑی مشکل سے میرے در پر آیا ہے۔ اس کی مصیبتوں میں اور بھی اضافہ کرو تاکہ

اور بھی زیادہ میری طرف متوجہ ہوجائے۔ اس میں اس کی نجات ہے۔ اسی میں اس کی بھلائی ہے۔ اس کی تکالیف میں اور بھی اضافہ کردو تاکہ یہ میرے در پر پڑا رہے اسی میں اس کی بھلائی ہے۔ اے میرے دوستو عزیزو اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہماری عبادت کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا کو ہماری نمازوں کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے ہماری دعاؤں کی؟ اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے ہماری سخاوت، صدقات، خیرات کی؟ ہم تو ایسے ہی بھلے خدا تعالیٰ تو بے پرواہ ہے اسکے سامنے تو گناہ ثواب ایک ہی ہیں۔ یہ نفس اور شیطان کا دھوکا ہوتا ہے۔ درحقیقت وہ لوگ کم ہمت ہوتے ہیں، وہ مایوس ہوتے ہیں، وہ شیطان کے جال میں پھنسے ہوتے ہیں، وہ اللہ سے دور ہیں، اس کا مثال اس طرح سمجھ لے کوئی ڈاکٹر کے پاس جائے، اس سے دوائی لے، اس سے علاج لے اور وہ پھر واپس آکر کہے کہ مجھے کیا ضرورت ہے دوائی استعمال کرنے کی؟ مجھے کیا ضرورت ہے علاج کروانے کی؟ مجھے کیا ضرورت ہے آپریشن کروانے کی؟ کیا اس میں ڈاکٹر کا نقصان ہوگا۔ اس طرح وہ اگر کرے گا اس میں ڈاکٹر کو نقصان ہوگا یا دوائی استعمال کرے گا، آپریشن کروائے گا، کڑوی دوائی پیئے اور یہ احتیاط کرے تو اس کو نجات حاصل ہو۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو بے شک ہماری عبادتوں کی ضرورت نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو تجھ سے اتنی محبت ہے، اتنی محبت ہے، اتنی محبت ہے کہ تیرے باپ سے بھی زیادہ محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات جانتی ہے کہ اس بندے کی بھلائی اس چیز میں ہے، اس بندے کی نجات اس چیز میں ہے، اس بندے کی برکت اس چیز میں ہے، اس کی کامیابی و کامرانی فلاں چیز میں ہے۔ اس وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے امر فرمایا کہ سردی ہو یا گرمی بیدار ہوجاؤ اور میرے دوروازے پر آجاؤ۔ ٹھنڈے پانی کے ساتھ وضو کرنا پڑے تو سردی میں لرزتے ہوئے، کانپتے ہوئے وضو کرو اورپھر میرے دروازے پر آجاؤ۔ تجھے تکلیف تو ہوگی لیکن مجھ اللہ کا اس میں فائدہ نہیں تیرا اس میں فائدہ ہے۔ جب تو اس طرح کرے گا تو تیرے لیے میں نے آخر میں انعام واکرام رکھا ہے۔ تجھے اپنا دیدار عطا فرماؤں گا۔ اب تیرے اوپر مدار ہے۔ تیرے اوپر اس کا انحصار ہے کہ تو کس قدر اپنے عمل میں مخلص ہے۔ اس کی مثال تو یوں سمجھ لیں یہ عمل تو ایک زمیں کی طرح ہے جس طرح کسان ہوتا ہے، کاشتکار ہوتا ہے، ہل چلاتا ہے، زمین کو کھودتا ہے، اسکو پانی

دیتا ہے، اس میں بیج ڈالتا ہے، پھر وہ اس میں گند اور کچرا گھاس اس کو بھی کاٹتا رہتا ہے، اب وہ جتنی محنت کرے گا اتنا ہی پھل ملے گا۔ رات دن وہاں پڑا اس کی دیکھ بھال کرتا رہا اور لوگوں نے ایکڑ پر چالیس من لیے اس نے 70 من لیے۔ تو عمل کی مثال بھی اس طرح ہے۔ جتنا تو عمل پر نظرداری کرے گا، جتنی تو عمل میں محنت کرے گا، جتنا تو عمل کو صاف رکھے گا، جتنا تو اپنے عمل کو مخلصانہ رکھے گا، جتنا وضو عمدہ کرے گا، جتنی نماز عمدہ کرے گا اتنا ہی اجر اور ثواب تجھ کو ملتا رہے گا۔ سات سو گنا تک نماز کا ثواب بڑھ جاتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اس لیے خواجہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو ولی کامل ہوتا ہے۔ خدا کا محبوب ہوتا ہے۔ خدا کے لیے نماز پڑھتا ہے۔ اس کی ایک رکعت اور لوگوں کی لاکھ رکعتوں سے بہتر ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے عمل میں صفائی بھی اتنی زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے عمل میں پاکیزگی بھی اتنی ہوتی ہے۔ آجکل روئی کا موسم ہے کپاس نکالی جارہی ہے۔ اب جب کپاس نکالنے والے نکالتے ہیں تو بعض لوگ تو وہ ہوتے ہیں جو اس کی صفائی کا خیال نہیں رکھتے۔ پتا بھی شامل ہوگیا، لکڑی بھی شامل ہوگئی، کچرا بھی شامل ہوگیا جب وہ تولنے والے کے پاس جاتا ہے۔ اس کو کھول کر دیکھتا ہے اس میں دیکھتا ہے کتنی تو چیزیں اس میں ملی ہوئی ہیں تو اس کا اتنا وزن کاٹ دیتا ہے۔ بھئی ایک من پر پانچ سیر کاٹ دو کیونکہ یہ مال صاف نہیں لایا ہے۔ یا پانچ سو روپے کے بجائے اس کو چار سو روپے دے دو کیونکہ اس نے مال صحیح نہیں لایا ہے اور اگر کوئی اور شخص جو اپنے مال کو صاف کرتا ہے، اچھی طرح ایمانداری کے ساتھ اس کو لے جاتا ہے، اس کو دیکھتا ہے کہتا ہے سبحان اللہ بھئی اسکو پانچ سو روپے کی بجائے اس کو چھ سو روپے دے دو کیونکہ اس نے اتنا صاف مال لایا ہے۔ اس نے اتنا عمدہ کام کیا ہے۔ تو اسی طرح عمل کا مثال ہے۔ جتنی تو پاکیزگی اور صفائی کا خیال رکھے گا اتنا ہی تجھے فائدہ کامل ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تو شریعت میں بڑی آسانی رکھی ہے کہ اکثر چیزوں کو مباح قرار دیا ہے لیکن تقویٰ والوں کا مقام کچھ ہی اور ہوتا ہے۔ وہ رخصت پر نہیں عزیمت پر خرچ کرتے ہیں، وہ اجازت پر نہیں چلتے۔ وہ اجازت سے آگے جس میں محبوب کی رضا ہوتی ہے۔ اس کو طلب کرتے ہیں۔ اگر کوئی کسی کو کہہ دے، کوئی کسی سے اجازت طلب کرے، کوئی بادشاہ سے کوئی وزیر کوئی مشیر کوئی امیر اجازت طلب کرے،

اس کو کہے بھائی تیری مرضی۔ اب اس کواجازت تو ہوگئی لیکن اگر اس کو محبت ہوگی تو اس کے چہرے سے اس کے انداز سے وہ جان لے گا کہ اس نے اجازت زبانی طور تو دے دی ہے لیکن اس کے دل میں کیا ہے اور یہ میرے جانے میں خوش ہے یا میرے رہنے میں۔ تو اب اس کی اجازت کو نہیں دیکھتا اس کی خوشی کو دیکھتا ہے۔ جس میں اس کی خوشی ہے۔ اللہ تبارک وتعالی نے بہت ساری اشیاء کو مباح قرار دیا ہے لیکن اللہ تعالی کی ذات کس چیز میں خوش ہے، کس عمل میں راضی ہے جو متقی ہوتے ہیں وہ اس چیز کو دیکھتے ہیں۔ اجازت تو ہے لیکن میرا محبوب راضی کس چیز پر ہوگا۔ وہ خوشی اس کو کس چیز میں حاصل ہوگی۔ اس کی رضا کس چیز میں حاصل ہوگی۔ وہ جس طرح کہا جاتا ہے محمود غزنوی تھا اس کا ایک خاص غلام تھا ایاز۔ اس کے متعلق آتا ہے کہ امیروں وزیروں نے اعتراض کرنے شروع کردیے کہ اس کالے غلام کو تونے اتنی تعظیم دی ہے، اتنا سر چڑھا رکھا ہے کہ سب سے زیادہ تو اس سے محبت رکھتا ہے حالانکہ عقل میں ہم اس سے زیادہ ہیں صورت میں زیادہ ہیں۔ شکل میں زیادہ ہیں پھر بھی اس کو زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کبھی میں اس چیز کا امتحان کرواکے دیکھوں گا۔ ایک مرتبہ سب لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ ایاز بھی بیٹھا ہوا ہے۔ بادشاہ حکم دیتا ہے جاؤ میرے خزانے میں جو سب سے قیمتی موتی ہے اس کو لے کر آؤ۔ جب لے کر آتے ہیں تو بادشاہ نے کہا یہ میرے خزانے کا سب سے قیمتی موتی ہے اے فلاں وزیر صاحب تو اس کو توڑدو۔ اس نے موتی کو دیکھا اور بادشاہ کے منہ کو دیکھا غورفکر کیا اس نے سوچا شاید بادشاہ نے آج کچھ پیا ہوا ہے یا اس کا دماغ چل گیا ہے اتنے قیمتی موتی کو جو پورا خزانہ اس کی قیمت ادا نہیں کرسکتا اس کے توڑنے کا امر دیتا ہے۔ اس نے کہا اے بادشاہ میں آپ کا نمک حلال ہوں آپ کا نمک حرام نہیں ہوں۔ میں ایسا نقصان آپ نہیں پہنچا سکتا کہ میں اس موتی کو توڑدوں۔ آپ کا اس میں نقصان ہے میرا مشورہ ہے کہ اس کو مت توڑا جائے اس کو رکھا جائے۔ اس نے کہا اچھا دوسرے کو دو۔ دوسرے کو دیا گیا۔ اس نے بھی ایسا ہی عرض کیا۔ تیسرے کو دیا گیا اس نے بھی ایسا ہی کیا آخر میں جب ایاز کی باری آئی اس نے جب ایاز کو کہا کہ اے ایاز اس موتی کو توڑدے تو اس نے بلا دیر اس موتی کو توڑدیا۔ بادشاہ نے کہا بیوقوف تونے موتی توڑدیا۔ اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت بے شک

اس موتی کی قیمت ہے میں مانتا ہوں ان سب لوگوں نے صحیح کہا ہے لیکن آپ کا حکم اس موتی کی قیمت سے بہت زیادہ ہے۔ میں نے دیکھا ایک طرف آپ کا حکم ٹوٹ رہا تھا دوسری طرف یہ موتی ٹوٹ رہا تھا اس موتی کا تو کفارہ ہوسکتا ہے ایسا دوسرا موتی مل سکتا ہے لیکن اس غلام کے سامنے مالک کا حکم ٹوٹ جائے تو اس کا کفارہ نہیں۔ تو میں غلامی میں نہیں رہا۔ تو میرے عزیزو دوستو! یہ وہ حقیقت ہے جو خدا سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں وہ تو عمل کر گذرتے ہیں جب حکم ہوجاتا ہے وہ یہ نہیں دیکھتے اس میں کیا فائدہ ہے اور کیا نقصان ہے۔ اسی لیے تو شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہم اپنی عقل فہم اور سوچ پہ زیادہ چلتے ہیں۔ ہم اپنی عقل پر ناز تو بہت کرتے ہیں پھر شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

اَلا ڏاهِي مَ ٿِيان، ڏاهيون ڏُک ڏِسَن،
مون سان مون پِرين، پورائِيءَ ۾ پال کيا.

اے میرے مولیٰ میں سیانا نہ بنوں میں تو پاگل ہی سہی ہوں۔ کیونکہ اس پاگل پن اور دیوانہ پن کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر انعامات کیے ہیں؟ میں پاگل ہی سہی۔ اسی لیے کہا گیا

ہرچہ باشی باش لیکن اندکہ دیوانہ باش

جو بننا چاہتا ہے تو تو بھلے ہوجا، عالم بھی ہوجا، مولوی بھی ہوجا، دنیادار بھی ہوجا، سیاستدان بھی ہوجا لیکن تھوڑی سی دیوانگی بھی تم میں ہونی چاہیے۔ جو دیوانگی ایاز کو حاصل تھی۔ جو اس کا عقل تھا۔ جو اس کے مالک کا حکم تھا۔ اس کی سوچ یہی تھی جو بھی مالک کا حکم ہوا اس کا کام وہی تھا۔ جو بھی مالک کا حکم ہوتا۔ اس کو اپنی کوئی بھی سوچ نہیں تھی۔ جیسے کسی بادشاہ کی بات کرتے ہیں غالبا شمس الدین کا واقعہ ہے اس کا ایک غلام تھا کافور نام تھا یا اور کوئی۔ وہ بھی اس کو بہت پیار کرتا تھا۔ سب امیروں نے اس پر اعتراض کیے بادشاہ تونے اس کو سر پر چڑھا رکھا ہے آخر ایک دن بادشاہ نے اس کا امتحان لیا۔ سب کو نہر کے کنارے اکٹھا ہونے کا حکم دیا۔ اور اپنے بیٹے کو بلایا اپنے وزیروں بلایا۔ اپنے امیروں کو بلایا۔ ان سب کے آگے کھڑے ہوکر ان کو

حکم دیا کہ سب ایک ایک کرکے اس میں کودو لیکن ایک صورت میں کہ تمہارے کپڑے بھی گیلے نہ ہوں۔ اس نے عرض کیا کہ سائیں یہ تو مجھ سے نہیں ہوگا میں کودوں اور میرے کپڑے بھی گیلے نہ ہوں یہ بات تو ممکن نہیں۔ اس نے کہا کہ میرا حکم ہے تجھے ایسا کرنا ہوگا اس نے کہا ایسے ہو نہیں سکتا۔ بیٹا چلا گیا، وزیر آیا۔ اس کو کہا کہ اس پانی میں کودنا ہے لیکن اس صورت میں کہ تمہارے کپڑے گیلے نہ ہوں۔ اس نے کہا ایسے تو ممکن ہی نہیں ہے۔ میں کودوں لیکن میرے کپڑے گیلے ہوجائیں اور آپ ناراض ہوجائیں وہ چلا گیا آخر تیسرا آیا اسی طریقے سے سب وزیر چلے گئے۔ آخر میں اس کا غلام آیا اس کو حکم دیا اے کافور اس میں کودو لیکن اس طریقے سے کہ تمہارے کپڑے بھی گیلے نہ ہوں۔ اس نے کہا جی سائیں کپڑوں سمیت اس پانی میں کودا باہر نکلا تو سب اس پر ہنسے کہ اس کے سارے کپڑے گیلے ہوگئے۔ سب اس کے اوپر ہنسنے لگے۔ جب بادشاہ کے سامنے آیا بادشاہ نے اس کو کہا اے کافور تم نے اپنے کپڑے گیلے کیوں کیے ہیں؟ کہا کہ سائیں میری غلطی ہے مجھ سے غلطی ہوگئی کہ میرے کپڑے گیلے ہوگئے۔ ایسے نہیں ہونا چاہیے جو میں پانی کودوں اور آپ کا حکم بھی ہے کہ کپڑے گیلے نہ ہوں مجھے دوبارہ حکم دیا جائے کہ میں دوبارہ کوشش کروں۔ بادشاہ نے کہا کہ تم دوبارہ کپڑے پہنو اس نے دوبارہ کپڑے پہنے کہا کہ دوبارہ اس میں کودو پھر اس نے چھلانگ لگائی پورے کا پورا گیلا ہوگیا۔ پھر بادشاہ نے اس کو بلایا، سب اس کے اوپر ہنسنے لگے، کہا کہ بھئی تمہارے کپڑے گیلے کیوں ہوئے؟ اس نے کہا کہ قربان جاؤں میری غلطی ہے۔ اس نے ایسے نہیں کہا کہ تمہارا حکم غلط ہے جو پانی میں کودنے کے بعد کپڑے گیلے نہ ہوں لیکن اس نے کہا کہ میری غلطی ہے۔ آپ کا حکم صحیح ہے۔ ایسی دیوانگی کی ضرورت ہے۔ جب ایسی دیوانگی ہمیں حاصل ہوگی تب ہمیں کامیابی اور فلاح حاصل ہوسکتی ہے۔ تو اس سے ہمیں سبق ملتا ہے۔ اس غلام نے نہیں کہا کہ تیرا امر باطل ہے بلکہ اس نے اپنی غلطی ہی جانی۔ ان کپڑوں کے گیلے ہونے پر۔

تو میرے عزیزو دوستو! جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوجائے، آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہوجائے تو ہمیں اس طرح دیوانگی کے ساتھ اس طرح عمل کر گذرنا چاہیے۔ اس کے فائدے اور نقصان کو اپنے عقل سے

تولنا نہیں چاہیے کہ اس کا مقصد کیا ہوگا کہ اس کا فائدہ کیا ہوگا۔ اس کانقصان کیا ہوگا جو اللہ تعالیٰ کا امر ہے میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کا امر ہے اسی کو پورا کرنا چاہیے۔ تو ایسی دیوانگی کی ضرورت ہے۔ ایسی محبت اور مستی کی ضرورت ہے۔ جب تک یہ پیدا نہیں ہوگی۔ اس وقت تک ہمیں کامیابی اور فلاح حاصل نہیں ہوگی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ۔ (سورۃ آل عمران3، آیۃ31)

اگر تم مجھ اللہ سے محبت کرتے ہو، کیونکہ محبت کے دعویدار بہت پائے جاتے ہیں، یہود و نصاریٰ تھے، مجوسی تھے، کفار اور مشرکین بھی تھے اور سب ہی کہتے تھے کہ ہم اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری محبت کا منشاء یہ نہیں ہے۔ اس کی تقاضا یہ نہیں ہے کہ تم بتوں کو سجدہ کرو۔ ان کی عبادت کرو بلکہ میری محبت کی تقاضا یہ ہے، میری محبت کی طلب آپ سے یہ ہے، اس کی جستجو یہ ہے کہ اگر تو مجھ اللہ سے محبت کرتے ہو تو پھر میرے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات نے فرمایا میں سمجھ لوں گا کہ آپ کی مجھ اللہ سے محبت ہے۔

اے میرے عزیزو دوستو! اب ذرا ہم اپنے آپ پر غور فکر کریں ہم مسلمان ہیں، ہم کلمہ گو ہیں ہم نے کہاں تک آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کی کوشش کی ہے۔ ڈاڑھی مبارک رکھنا، عمامہ مبارک باندھنا، شادی غمی سنت کے مطابق کرنا۔ یہ میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں ہیں۔ ہم محبت کے بڑے دعویدار ہیں لیکن محبت کی تقاضا تو یہ نہیں ہے کہ تم صرف دعوائیں کرتے چلے جاؤ۔ محبت کی تقاضا یہ ہے کہ اس کی تابعداری کرکے دکھاؤ۔ جس طرح میں نے پہلے عرض کیا کہ وہ غلام تھا اس نے حکم کو مان لیا اس کے منشا اور نتیجہ پر اس نے غور فکر نہیں کیا۔ تجھے بھی غور فکر نہیں کرنی چاہیے کہ تیرے اس عمل سے لوگ ہنسیں گے یا خوش ہونگے یا تجھ پر ٹھٹھا کریں گے مذاق کریں گے۔ یہ نہیں سوچنا۔ اس لیے تو میں عرض کیا کہ یہاں دیوانگی کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہرچہ باشی باش لیکن اندکہ دیوانہ باش

جو بھی تم بننا چاہتا ہے وہ بن جا لیکن تیرے اندر دیوانگی پائی جانی چاہیے۔ میں اب آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ ایسی سنت آج متروک العمل ہے۔ جو بے حد اہم، ضروری اور مؤکد ہے۔ میرے مرشد و مربی حضرت قبلہ قلبی و روحی فداہ نے ایسی سنتوں کا اہتمام فرمایا اور اس کا تاکید فرمایا۔ خصوصاً عمامہ مبارک جو آج کل متروک ہوچکا ہے۔

میرے دوستو عزیزو! اگر ہم بھی محبت اور عشق کا دعویٰ کرتے ہیں تو اپنی رائے پر چلنا نہیں چاہیے۔ ہمیں وہ چاہیے جو ہمارے محبوب کی رائے ہو۔ جو ان کا ارادہ ہو جو ان کی تمنا ہو جو ان کا لباس ہو وہ ہمیں لباس پیارا ہو۔

تو میں عرض کررہا تھا کہ یہ جو ہمارے قلب کا مرض ہے یہ مرض اسی وقت قابل علاج ہے جب ہم اہل دل کے پاس پہنچیں۔ جب وہ ہمارے مرض کی تشخیص کریں گے۔ اور ہمیں علاج عطا فرمائیں گے اور احتیاط تجویز فرمائیں گے۔ جب ہم علاج کروائیں گے اور علاج کے ساتھ احتیاط بھی کریں گے۔ تو پھر ہماری صحت دائمی اور آخرت ایسی ہمیں حاصل ہوجائے گی۔ تو پھر یہ صحت ایسی دائمی ہے، یہ عاقبت اور سلامتی ایسی ہے اور یہ زندگی ایسی ہے کہ اس کے بعد فنائیت ہے ہی نہیں بظاہر انسان مرجائے گا وہ ذاکر بظاہر وفات پاگیا لیکن وہ نہیں مرتا آپ نے وہ مشہور مقولہ نہیں سنا۔

الا ان اولیاء اللہ لایموتون بل ینتقلون من دار الیٰ دار۔

جو اللہ کے ولی ہوتے ہیں وہ نہیں مرتے بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر پر منتقل ہوجاتے ہیں۔ یہ تو تفسیر مظہری میں موجود ہے۔ ایک بہت بڑے علامہ اور اللہ تعالیٰ کے ولی شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں میں نے یہ مقولہ پڑھا ہے کہ اسکا حقیقی جو ایک نظارہ تھا وہ میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ دین پور شریف جو کہ میرے مرشد و مربی نے ایک مرکز قائم فرمایا تھا حضور پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق۔ وہاں چور زانی ڈاکو رہا کرتے تھے۔ حضور سوہنا سائیں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے وہاں ایک مرکز کا قیام فرمایا۔ اس میں دور دراز کے علائقوں سے لوگ جمع ہوکر آئیں اور وہ صرف اسی لیے آئیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کریں۔ اس کی بڑی تاریخ ہے جو سیرت ولی کامل میں موجود ہے میں عرض کرتا ہوں ایک فقیر کا انتقال ہوگیا۔ میں آپ کو عرض کررہا تھا جو خدا کا ولی ہوتا ہے وہ نہیں مرتا۔ ایک فقیر کا انتقال ہوگیا جب اس کو انتقال کے بعدرکھا گیا پورے علائقے میں اطلاع دی گئی کہ فلاں فقیر کا انتقال ہوگیا ہے۔ اس کا نام میرے ذہن میں نہیں آرہا ہے کبھی کوئی دوست موجود ہوگا تو اس کا نام بھی آپ کو بتائے گا۔ جب اس کے جنازے کو رکھا گیا تو لوگ جماعت در جماعت، گروہ در گروہ جو ان کا معمول تھا، اللہ اللہ کرتے ہوئے اس طرح آرہے ہیں۔ آپ بھی جب اللہ تعالیٰ کا اسم لیا کریں تو صحیح الفاظ سے لیا کریں۔ اس میں زیادہ امالہ کرنا صحیح نہیں ہے۔ جس طرح لفظ اللہ ہے اسی طرح اس کو بلند کیا کریں۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ کا اسم ذات لیتے ہوئے، بلند کرتے ہوئے وہ آرہے تھے۔ جیسے ہی وہ اس گھرکے باہر پہنچے جس گھر میں اندر وہ رکھا گیا تھا تو وہ میت ایک دم اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں اور لوگوں کو کہنے لگا کہ خبردار ہوجاؤ تم کو معلوم ہونا چاہے کہ جو ذکر کرنے والا ہوتا ہے وہ کبھی بھی نہیں مرتا۔ اس بات کے سینکڑوں گواہ موجود ہیں۔ پھر وہ لیٹ گیا۔ پھر وہ اس طرح گیا جس طرح وفات پاچکا ہے۔ پھر ایک اور گروہ آیا۔ وہ اللہ اللہ کا اسم بلند کرتے ہوئے آئے۔ جیسے باہر پہنچے دروازے پر، پھر یہ اٹھ کر بیٹھ گیا اس نے اللہ اللہ چند مرتبہ کہا اور کہا کہ یاد رکھو جو خدا کا ذکر کرنے والا ہے وہ نہیں مرتا۔ تین مرتبہ یہ واقعہ ہوا۔ اور سینکڑوں لوگوں نے مشاہدہ کیا تو یہ اللہ والے جو خدا کا ذکر کرنے والے ہوتے ہیں ان کے اوپر اللہ تعالیٰ کی رحمت اس طرح ہوتی ہے۔ اب یہ گذشتہ دنوں میں خانواہن کے قریب ایک مشہور معروف میرے مرشد کی کرامت ہوئی ہے۔ کرامات اللہ والوں کی برحق ہیں۔ یہ جماعت اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ جو کرامات اولیاء اللہ کی ہیں وہ برحق ہیں۔ ایک چار آنے کی ٹیبلٹ بھی اثر رکھتی ہے۔ وہ درد کو ضایع کردیتی ہے۔ بیماری کو دور کردیتی ہے۔ کیا اللہ والوں کی دعا میں اثر نہیں ہوگا۔ ان کی نگاہ کرم میں اثر نہیں ہوگا۔ ایک ڈاکٹر کی تجویز سے آپ کو فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ کیا اللہ والوں کے

بتائے ہوئے طریقے پر چلنے سے فائدہ نہیں ہوگا۔ جو خدا سے ڈرتے ہیں، جو اللہ سے محبت رکھتے ہیں، جو اس کے فرمان کے تابعدار ہیں ان کے قول میں سب سے زیادہ اثر پایا جاتا ہے۔ یہ آپ مشاہدہ کریں۔ یہ اتنے سارے سینکڑوں لوگ جمع ہوتے ہیں۔ کیا لینے کی طمع میں جمع ہوتے ہیں۔ یا رقم کی لالچ میں جمع ہوتے ہیں۔ وہ اللہ کی رضا کے لیے جمع ہوئے ہیں انہوں نے اپنی زندگیاں قربان کری ہیں۔ اپنے وقت کو قربان کیا ہے۔ آخر یہ کون سی چیز ہے جس نے ان کے اندر یہ جوہر پیدا کیا ہے۔ وہ کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا۔ یہ میرے مرشد و مربی کی نظر تھی کہ جو خود مردہ تھے، جن کے قلوب مردہ تھے، جو خود دنیا میں پھنسے ہوئے تھے، جو بری صحبت کے مارے ہوئے تھے الحمدللہ آپ کی نظر کرم سے وہ ایسے زندہ بن گئے، شیر بن گئے کہ اور سینکڑوں لوگوں کی دلوں کو زندہ کردیا۔ ایسے پارس بن گئے جس طرح پارس جس پتھر کو لگتا ہے، جس لوہے کو چھوتا ہے وہ سونا بن جاتا ہے۔ اس طرح ایک فقیر ایسا پارس بن گیا کیونکہ سونا ہوتا ہے اس میں وہ صلاحیت نہیں ہوتی جو دوسرے سونے کو سونا بنادے لیکن میرے مرشد مربی نے ان کو ایسا پارس بنادیا ہے کہ جس کو بھی چھوتے ہیں وہ سونا بن جاتاہے۔ وہ بھی نیک نیت بن جاتا ہے۔ وہ بھی فتویٰ کا صاحب بن جاتا ہے۔

تو میں وہ آپ کو عرض کردیتا ہوں۔ ایک چھوٹی سی بچی تھی۔ گھر سے میں نے یہ واقعہ سنا ہے، باہر فقیر موجود ہوں گے ان سے آپ دریافت کرسکتے ہیں۔ چھوٹی سی بچی تھی۔ بہت بڑے درخت پر چڑھی ہوئی تھی۔ لڑکی جو درخت سے گر پڑی۔ اس طرح کہا گیا کہ اس کی شہ رگ ٹوٹ گئی ہے۔ وہ بلکل ختم ہوگئی۔ ڈاکٹر کو بلایا گیا اس نے کہا کہ اس کی شہ رگ ٹوٹ گئی ہے اس کے بچنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ میں نے وہ واقعہ بھی مختصراً سنا تھا یہ خانواہن کے قریب کے بات ہوئی ہے۔ اب گذشتہ دنوں کی بات ہے۔ آخر وہ سب لوگ ناامید ہوگئے اب یہ نہیں بچے گی۔ وہ جو خاتون تھی اس بچی کی ماں پکارنے لگی کہ یا اللہ میرے مرشد کے صدقے اس کو بچالے۔ اگر اس کی موت ہوگئی پھر بھی اس کو واپس کردے۔ وہ کہتی رہی کہ میں اس طرح پکارتی رہی اور روتی رہی۔ اللہ کو یاد کرتی رہی۔ اچانک اس بچی نے آنکھیں کھول دیں اور آنکھیں کھول کر اٹھ بیٹھ گئی اور وہ بولنے لگی۔ اس نے کہا ماں میں نے دیکھا تھا جیسے ہی میں اوپر سے نیچے گری تو ایک بڑا

تاریک کمرہ تھا جس کے اندر مجھے لیجایا گیا اور میں سمجھ رہی تھی کہ میں یہاں سے واپس نہیں جاسکوں گی لیکن میں نے دیکھا کہ میرے مرشد مربی باہر سے آئے اور انہوں نے مجھے ہاتھ سے پکڑا اور میری اس شہ رگ پر ہاتھ پھیرا اور جو شہ رگ ٹوٹ گئی تھی وہ بالکل صحیح ہوگئی، جو میں مردہ ہوگئی تھی میں مردہ ہونے کے بعد پھر زندہ ہوگئی۔ وہ بچی بھی موجود ہے اور اس کے عزیز و اقارب یہاں آئے ہوئے ہیں۔ مگر اس بات سے بھی بڑی بات قلب کو زندہ کرنا ہے۔ اس سے بڑی زندگی قلب کی زندگی ہے۔ جس طرح میں نے عرض کیا جو اللہ والے ہوتے ہیں وہ مرتے نہیں ہیں۔ بلکہ زندہ رہتے ہیں۔ وہ وفات کے بعد زندہ رہتے ہیں۔ وہ کس طرح زندہ رہتے ہیں۔ کہ اپنی قبروں میں خدا کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ وہ قبروں میں اللہ تبارک و تعالٰی کی محبت اور اس معرفت کے جہانوں میں سیر کرتے ہیں۔ وہ اللہ تبارک و تعالٰی کے عطا کردہ پروں سے پرواز کرتے ہیں۔ ایسی مثالیں میں سینکڑوں آپ کے سامنے پیش کرسکتا ہوں کہ کس طرح ان کے اوپر اللہ تعالٰی کی مہربانی اور فضل کرم ہوا۔ یہ یہاں قریب ثواب پور کا واقعہ ہے۔ ایک شخص تھا۔ وہ میرے مرشد کے تبلیغ کا ابتدائی زمانے کا تھا۔ وہ ذکر کرنے والی محفل میں کچھ اعتراض رکھتا تھا۔ اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کو سالہا سال گذر گئے۔ اس کے بعد یہ شخص کسی کو خواب میں نظر آیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک بڑا سا کوٹ پہنا ہوا ہے اس کی ساری کھال جسم کی جلی ہوئی ہے اور اس میں عجیب بو پائی جاتی ہے۔ اس فقیر نے اس سے بھاگنا چاہا لیکن اس نے اس کو پکڑلیا۔ اس فقیر نے اس سے پوچھا بتا تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ میرا حال بڑا خراب تھا۔ جب میری وفات ہوگئی تو مجھ پر میری بداعمالیوں کے وجہ سے عذاب شروع ہوگیا۔ مجھ پر اللہ تعالٰی نے فرشتے مقرر کیے جو مجھے عذاب دیتے رہے لیکن میں دیکھتا تھا جو تمہارے مرشد و مربی کے فقیر تھے، ان کو میں دیکھتا تھا وہ ہوا میں اڑتے رہتے تھے اور ذکر کرتے رہتے تھے۔ وفات پاچکے تھے میں ان کو دیکھتا تھا وہ ہوا میں پرواز کرتے رہتے اور ذکر کرتے رہتے۔ جس طرح آپ اس دنیا میں حلقے مراقبے کرتے اسی طرح وہ جمع ہوکر اللہ تعالٰی کا ذکر کرتے میرے اوپرسے گذر جاتے۔ میں ان کو بڑے زور سے پکارتا کہ مجھ کو بھی اپنی جماعت میں شامل کرلو لیکن میری آواز وہ نہیں سنتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا میں نے ان کو زور سے پکارا انہوں نے میری

آواز سنی اور میں نے ان کو فریاد کی خدا کے لیے مجھے اپنی جماعت میں شامل کردو۔ پھر انہوں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا اے میرے پیارے پروردگار یہ ہمارے قریب بیٹھا کرتا تھا۔ اب تو اگر اس پر عنایت فرمادے تو تیری رحمت میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ لایشقی جلیسھم۔

یہ تو ان کا ہم نشین ہے۔ ان کے ساتھ بیٹھنے والے بھلے دنیا کے ارادے سے بیٹھے وہ بھی کبھی محروم نہیں ہوتا۔ اے میرے پیارے پروردگار اس کی بخشش فرمادے۔ انہوں نے کہا انہوں نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیا تو میری ساری تکلیف جاتی رہی۔ اب میں بھی ان کے ساتھ شامل ہوگیا ہوں اور ذکر کے ساتھ ان کے ساتھ میں شامل رہتا ہوں اور میرا عذاب ختم ہوگیا ہے۔

تو میرے عزیزو دوستو! یہ فضیلت ہے یہ مہربانی ہے ذکر کی۔ حدیث شریف میں آتا ہے میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز ایک ایسا گروہ بھی ہوگا جو جنت کی دیواروں کے اوپر سے پرواز کرتا ہوا جنت میں جائے گا۔ کوئی ان سے پوچھے گا کیا تم نے میزان کو پایا جہاں اعمال نامے تولے جاتے ہیں؟ وہ جواب دیں گا نہیں ہم نے اعمال نامے جہاں تولے جاتے ہیں وہ ہم نے میزان بھی نہیں پایا۔ وہ پوچھے گا کیا تم نے پل صراط کو دیکھا انہوں جواب دیا کہ ہم نےپل صراط کو بھی نہیں دیکھا ہم نے کوئی چیز نہیں دیکھی۔ پھر ان سے پوچھیں گے کہ کس طرح تم جنت کے دورازے سے اوپر اڑتے ہوئے پہنچ گئے ہو؟ وہ جواب دیں گے ہم دنیا میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے اپنے دل میں اپنے پروردگار کو یاد کیا کرتے تھے۔ تو آج اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح دنیا میں تم مخفی ہوکر اس طرح میرا ذکر کرتے تھے کہ کسی کو پتا نہیں چلتا تھا۔ تم دل میں ذکر کررہے تھے تیرے پاس جو کھڑا ہے اس کو بھی پتا نہیں کہ یہ ذکر کررہا ہے۔ جس طرح مخفی ہوکر میرا ذکر کرتے تھے تیرے قریب ہونے والے کو پتا نہیں چلتا تھا۔ تو اسی طرح آج بھی تم کومخفی ہوکر جنت میں داخل کروں گا کہ کسی کو پتا ہی نہیں چلے گا کہ تم جنت میں پہنچ جاؤ گے۔ تو اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم پہ یہ انعام فرمایا ہے بغیر حساب و کتاب کے، بغیر پل صراط کے گذرنے سے، بغیر میزان کے تم کو جنت میں داخل کردیا۔ تو یہ ذکر کرنے والوں کے اوپر یہ مہربانی اور عنایت

ہوگی۔ تو ہم ذکر کثرت سے کریں۔ تو میں عرض کررہا تھا کہ جب ہم یہ ذکر کمائیں گے۔ جب وہ مرض باطنی ہے وہ دور ہوجائے گا ہمیں صحت کاملہ عطا ہوجائے گی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری رحمت سے مایوس نہ ہوجاؤ۔ چونکہ میری رحمت کا دنیا میں جو عکس موجود ہے، جو مرکز ہیں وہ میرے محبوب اورنیک صالح بندے ہیں۔ ان کی ہم نشینی، ان کی محبت میں رہنے سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہوتی ہے۔

تو اے اصلاح المسلمین والے دوستو! آپ شب وروز کوشش کریں۔ جو بھی سستی اور کمزوری رہ گئی ہے اس کمزوری اور سستی کو دور کرلیا جائے اور ایک نئے جذبے اور ایک نئے عزم کے ساتھ بیدار ہوکر آگے بڑھیں تاکہ ہم اس منزل کو پالیں جس منزل کو ہمارے شیخ محترم نے ہمارے لیے مقرر فرمایا تھا۔ یہ وہ منزل ہے کہ اس مملکت اسلامی میں بلکہ پورے عالم میں اسلام کا بول بالا ہو۔ اور محبت و اخوت کا پیغام پوری دنیا میں پھیلادیں۔